فضل الباری

فی تکمیل صحیح البخاری

صحیح بخاری کے آخری باب کی شرح

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور - اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور - اسلام آباد

اشاعت ـــــــــــــــ فروری 2019ء

قیمت ـــــــــــــــ -/630 روپے

باہتمام ـــــــــــــــ قدوسیہ اسلامک پریس

Tel: 042-37230585
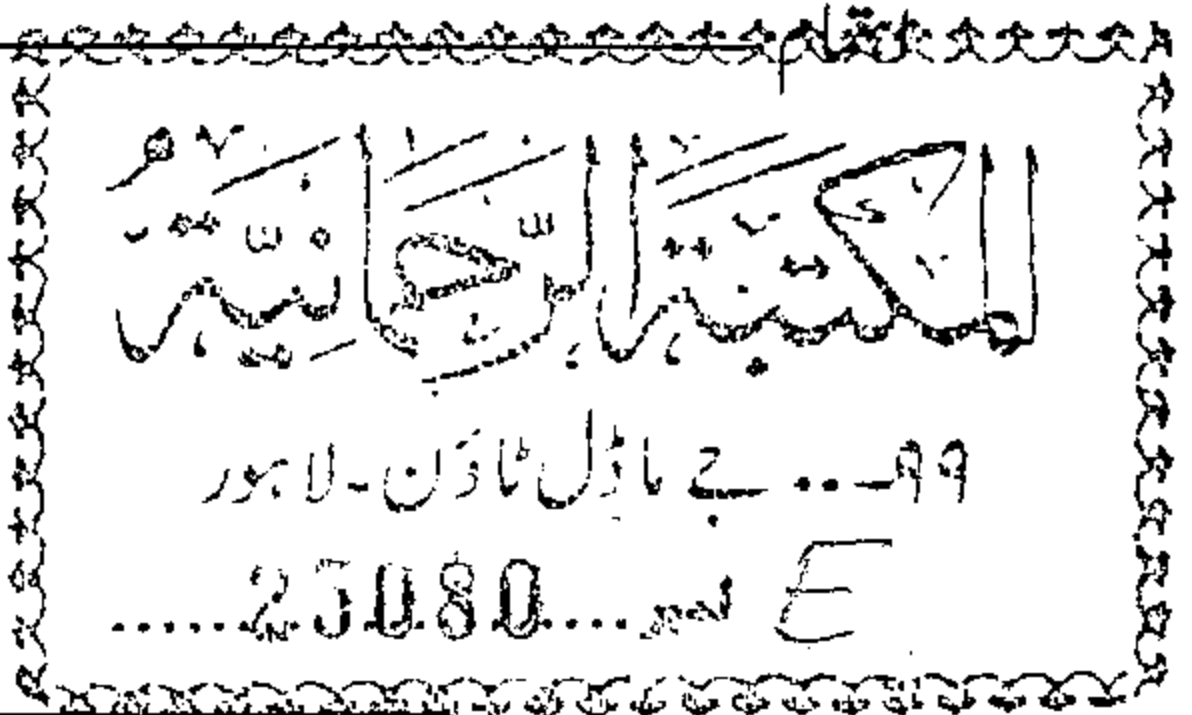
پاکستان میں ملنے کے پتے

مکتبہ قدوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-37230585 Cell: 0321-4460487

E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com

دار النور

اسلام آباد

Mobile: 0335-5666876 , 0321-5336844

سعودی عرب میں ملنے کا پتہ

دار الفرقان

الریاض سعودی عرب

Phone & Fax: 4354686

Mobiles: 0507419921-0508176378

0553093117

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجہ

Phone: 00971 6 5632623

Fax: 5632624

پیش لفظ

......مبحث اول......

سیرتِ امام بخاری

ا: حالاتِ زندگی

ب: امام بخاری علمائے امت کی نظر میں

ج: سیرتِ امام بخاری میں دروس وفوائد

ج: صحیح البخاری

تمہید:

......مبحث دوم......

صحیح البخاری کے آخری باب کی شرح

[کتاب التوحید] کا آخری باب

حقیقتِ اعتراض پرکھنے کے لیے چھ باتیں:

متنِ حدیث کی شرح

تسبیح وتحمید کی شان عظمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ❶

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ❷

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ❸

اللہ احکم الحاکمین نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی راہنمائی کے لیے نبوت و رسالت کا تاج حضرت محمد کریم ﷺ کو پہنایا۔ اُن پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مبارکہ ختم کرتے ہوئے انہیں [خاتم النّبیین] کا منفرد، لاثانی اور بے مثال اعزاز بخشا۔ آنحضرت ﷺ

❶ سورة آل عمران / الآية 102.

❷ سورة النسآء / الآية الأولى.

❸ سورة الأحزاب / الآيتان 70-71.

کی قیامت تک آنے والی امت کی رشد و ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بیان کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ کو سونپی۔ ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿وَ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [1]

[اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں، جو کچھ اُن کی طرف اُتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں]۔

قرآن کریم کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے خود دی۔

ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [2]

[بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں]۔

رب العالمین کی توفیق اور حکم سے نبی کریم ﷺ نے بیانِ قرآن کی ذمہ داری کو بے مثال اور عدیم النظیر طریقے سے نبھایا۔ صادق و مصدوق نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا:

"لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَآءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيْغُ بَعْدِيْ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ." [3]

[ترجمہ: یقیناً بے شک میں تمہیں روشن (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں، جس کی رات، دن کی مانند (واضح) ہے۔ میرے بعد اس سے تباہ و برباد ہونے والا ہی بھٹکے گا]۔

---

[1] سورة النحل / جزء من الآية 44.

[2] سورة الحجر / الآية 9.

[3] "كتاب السنة" للحافظ ابن أبي عاصم، باب ذكر قول النبي ﷺ: **تركتكم على مثل البيضاء،** ......، رقم الحديث 49، عن العرباض بن سارية رضي الله عنه، ص 27. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: "ظلال السنة في تخريج السنة" ص 27).

قرآن کریم کا یہی بیانِ مصطفوی ﷺ حدیث اور سنت کے نام سے مشہور ہوا۔

پھر رب ذوالجلال نے قرآن کریم کے ساتھ اس کے بیان کی کفالت بھی اپنے ہی پاس رکھی۔ ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [1]

[آپ اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے، کہ اسے جلدی حاصل کرلیں۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ سو جب ہم اسے پڑھیں، تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کیجیے۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے]۔

عہدِ نبوی ﷺ ہی سے قرآن وسنت کی حفاظت کے لیے، کتابت، حفظ اور اُن پر عمل کرنے کا شدید اور بے مثال اہتمام کیا گیا۔ حضراتِ صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور اُن کے بعد آنے والے سعادت مند لوگوں نے اس عظیم کام کے لیے ضرب المثل خدمات سرانجام دیں۔

اسی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے نہایت بلند و بالا نصیب والے حضرات میں سے دوسری صدی ہجری کے آخر میں بخارا میں پیدا ہونے والے ایک شخص تھے، جنہیں امت نے

[أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحَدِيثِ]

[سُلْطَانُ الْمُحَدِّثِينَ]

[إِمَامُ الدُّنْيَا فِي الْحَدِيثِ]

کے القاب دیئے اور جن کی کتاب کو

[أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى]

---

[1] سورة القيامة / الآيات 16-19.

قرار دیا گیا۔ صدیوں سے دینی مدارس سے [عالمِ دین] ہونے کی [سندِ فراغت] حاصل کرنے کے لیے اس کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا۔

بریلوی مکتب فکر کے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کی ''صحیح'' کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی۔ ''قرآن کریم'' کے بعد، جس کتاب پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے، وہ ''صحیح بخاری'' ہے۔

صحیح بخاری پر سب سے زیادہ کام کیا گیا، اس کی بے شمار شروح لکھی گئی ہیں۔ اس کی تعلیقات، متابعات، شواہد اور رجال کی تحقیق پر الگ الگ کتابیں لکھی گئیں ہیں اور امام بخاری کے زمانے سے لے کر آج تک دینی مدارس میں انتہائی اہتمام اور شکوہ کے ساتھ ''صحیح بخاری'' کا درس دیا جاتا ہے۔'' [1]

تکمیلِ بخاری کے موقع پر ہونے والے اجتماع کو مدارس اسلامیہ کا سب سے بڑا سالانہ مرکزی اجتماع سمجھا جاتا ہے۔

ایسے ہی موقع پر اللہ تعالیٰ نے چند ایک اسلامی جامعات میں بخاری شریف کے آخری درس کی سعادت اس ناکارے کو عطا فرمائی۔ [2]

ربّ کریم ان جامعات کے احباب کرام کو جزائے خیر عطا فرمائیں، کہ انہی میں اس موقع پر عرض کی گئی گزارشات، ان اوراق کے ترتیب دینے کا توفیقِ الٰہی سے نقطۂ آغاز بنی۔

خاکۂ کتاب:

توفیقِ الٰہی سے کتاب کا خاکہ حسبِ ذیل ترتیب پایا:

مبحث اول: سیرتِ امام بخاری

---

[1] تذکرۃ المحدثین ص 193.

[2] انہی میں سے جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ سلفیہ اسلام آباد اور جامعہ ابی بکر رضی اللہ عنہ کراچی ہیں۔

مبحث دوم: صحیح البخاری

مبحث سوم: صحیح البخاری کے آخری باب کی شرح

شکر و دُعا:

اپنے رب رحمٰن و رحیم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ ایسے ناکارے کو [صحیح البخاری] ایسی عظیم الشان کتاب کے متعلق ٹوٹے پھوٹے الفاظ و معانی پر مشتمل یہ اوراق ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهٖ ، وَرِضٰی نَفْسِهٖ ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

اب انہی سے ان اوراق کی قبولیت اور ان کے نفع کو جاری و ساری کرنے کی انتہائی عاجزانہ التجا ہے۔ إِنَّهُ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ.

ربّ غفور رحیم میرے والدین گرامی قدر کی قبروں پر مغفرت و رحمت کی برکھا برسائیں، کہ انہوں نے ...... ہمارے گمان کے مطابق ...... اولاد کے دلوں میں سنت نبوی ﷺ کی شدید محبت کے بیج بونے اور اسے پروان چڑھانے کی تا حد استطاعت سعی فرمائی۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا.

اپنے عزیز بیٹوں حافظ حماد الٰہی اور ڈاکٹر حافظ سجاد الٰہی کے لیے دُعا گو ہوں، کہ انہوں نے کتاب کی تیاری اور مراجعت میں تعاون کیا۔ اہلیہ محترمہ، اولاد اور بہوؤں کے لیے دُعا گو ہوں، کہ انہوں نے میری مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر خدمت کی۔ کتاب کی نہایت باریک بینی سے مراجعت کے لیے اپنے فاضل بھائی اور عزیز دوست میاں محمد شفیع ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (ر) اور عزیز القدر شیخ عمر فاروق قدوسی کے لیے شکر گزار اور دُعا گو ہوں۔ رب کریم ان سب کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائیں اور ہر شر سے محفوظ رکھیں۔ اللہ کریم مجھے، ان سب کو، تمام قارئین اور سب اہلِ اسلام کو سنت نبوی ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائیں، اسی پر تا زندگی چلنے کی توفیق دیں اور آخرت میں نعمتوں والی جنت میں نبی
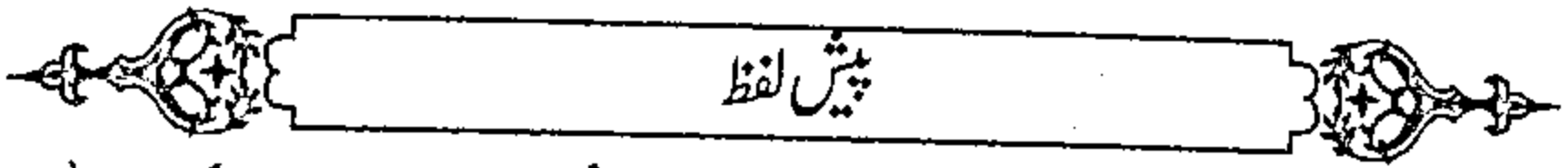
کریم ﷺ کا پڑوس نصیب فرمادیں۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

فضل الٰہی

۲۱ / صفر ۱۴۴۰ھ بمطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء

بعد از نمازِ عصر
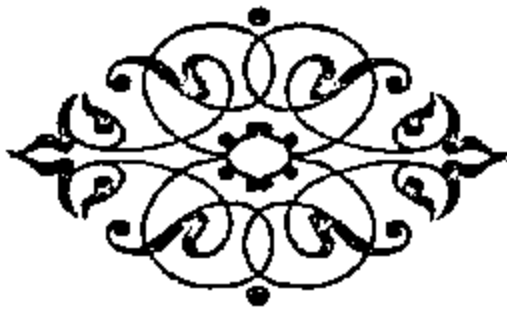
...... مبحث اوّل ......

سیرتِ امام بخاری

ا: حالاتِ زندگی

ب: امام بخاری علمائے امت کی نظر میں

ج: سیرتِ امام بخاری میں دروس وفوائد

ا: حالاتِ زندگی

i: نام ونسب:

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المُغِيْرَة بِنْ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِي .

❀ [بَــرْدِزْبَــهْ]: امام بخاری کے دادا ابراہیم کے دادا، اہلِ فارس میں سے تھے اور اُنہی کے دینِ مجوسیت پر اُن کی وفات ہوئی۔ ❶

[بَــرْدِزْبَه] فارسی کا لفظ ہے اور اس کا معنیٰ [الزرّاع] کاشت کار ہے۔ [بـخـاريـة] زبان میں بھی اس کا یہی معنیٰ ہے۔ ❷

❀ [الـمُغِيْره]: امام بخاری کے باپ اسماعیل کے دادا، خاندان میں مسلمان ہونے والے پہلے شخص تھے۔ وہ بخاریٰ کے والی: یمان الـجُعْفِي ❸ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے اور اسی تعلق کی بنا پر امام بخاری کے خاندان کے لوگ الـجُعْفِي کی نسبت استعمال کرتے۔ ❹

❀ [الجعفی]: کی نسبت یمن کے ایک قبیلہ کے جدِّ اعلیٰ [یعنی بڑے دادا] جُعْفِی بن سعد العَشِيْرَه کی جانب ہے۔

❀ [ابراہیم]: امام بخاری کے دادا کے متعلق ...... بقولِ حافظ ابن حجر...... کچھ معلومات میسر نہیں ہوئیں۔

❀ [اسماعیل]: امام بخاری کے والدِ محترم، حدیث شریف کے [راویان] کے خوش

---

❶ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 477. ❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص 477.

❸ انہی کے پڑپوتے عبداللہ بن محمد بن جعفر بن یمان الـمُسْنَدِي محدّث اور امام بخاری کے شیخ تھے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب في المشيئة و الإرادة، رقم الحديث 7468، 446/13. یہ حدیث امام بخاری نے انہی [عبداللہ] سے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الفوائد الدراري للعجلوني ص 34).

❹ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 477.

نصیب گروہ میں سے ہیں۔ حضراتِ ائمہ مالک، حماد سے حدیث روایت کرنے اور ابن المبارک سے مصافحہ کرنے کی سعادت پائی۔

وہ...... بقول حافظ ذہبی...... نہایت پرہیز گار علماء اور قابلِ اعتماد ائمہ میں سے تھے۔ (محدثین کے) ایک گروہ سے حدیث روایت کی۔ انہی میں سے ابومعاویہ وغیرہ ہیں اور اُن سے احمد بن جعفر اور نصر بن حسین نے حدیث روایت کی۔ ❶ اُن کی کنیت ابوالحسن تھی۔ ❷

حضرت امام رحمہ اللہ کی چھوٹی عمر ہی میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

❀ [والدہ محترمہ]: حضرت امام نے والدِ محترم کی وفات کے بعد انہی کے زیرِ تربیت پرورش پائی۔ نہایت صالحہ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق والی خاتون تھیں۔

❀ [احمد]: امام بخاری کے بڑے بھائی ہیں۔ حضرت امام اپنی والدہ محترمہ اور ان کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ حج کے بعد حضرت امام طلبِ علم کی غرض سے مکہ مکرمہ ہی میں رُک گئے اور وہ دونوں بخارا لوٹ آئے۔ احمد کی وفات بھی بخارا میں ہوئی۔ ❸

❀ [ابوعبداللہ]: حضرت امام کی کنیت تھی۔ ❹

ii: ولادت اور جائے ولادت:

نماز جمعہ کے بعد 13 شوال 194ھ کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ اس بارے میں امام بخاری کے پاس اپنے والدِ محترم کی لکھی ہوئی تحریر تھی۔ ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: تاريخ الإسلام للحافظ الذهبي 239/19، بحوالہ "الفوائد الدراري في ترجمة الإمام البخاري" للعجلوني ص 46.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص 45.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق 477-478.

❹ ملاحظہ ہو: تاريخ بغداد 4/2؛ و سير أعلام النبلآء 391/12؛ و هدي الساري ص 477.

❺ مذکورہ بالا معلومات "تاريخ بغداد" للخطيب البغدادي 5/2-6؛ و "ما تمس إليه حاجة القاري لصحيح الإمام البخاري" للعلامة النووي ص 63؛ و سير أعلام النبلآء 391/12-393؛ و البداية و النهاية 526/14-527؛ و هدي الساري ص 477-478، "و الفوائد الداري في ترجمة الإمام البخاري" ص 31-39 سے لی گئی ہیں۔

❀ [بخارا]: علاقہ خراسان کا مشہور و معروف، قدیم، وسیع اور شان دار شہر۔ یہ شہر ملوک سامانیہ ❶ کا دارالسلطنت تھا۔ پہلی صدی ہجری میں اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ 1339ھ تک، روسیوں کے قبضہ کرنے تک اسلامی سلطنت کا حصہ رہا۔ نام نہاد سوویتی اتحاد [رشیا] ٹوٹنے پر اسلامی جمہوریات قائم ہوئیں، تو جمہوریہ ازبکستان کا ایک شہر بنا۔ ❷

iii: طلبِ علم:

ذیل میں اس سلسلے میں پانچ باتیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری خود بیان کرتے ہیں:

''جب میں [کُتَّاب] ❸ میں تھا، تو مجھے حدیث حفظ کرنے کی توفیق دی گئی۔''

اُن کے کاتب نے پوچھا: ''اُس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟''

انہوں نے جواب دیا: ''دس سال یا اُس سے کم۔''

ب: پھر میں نے (محدِّث) داخلی اور دیگر (محدثین) کے ہاں جانا شروع کیا، تو ایک دن انہوں نے لوگوں کو بیان کرتے ہوئے کہا:

[سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ]،

[تو میں نے کہا:

''ابوزُبَیر نے (تو) ابراہیم سے (کچھ) روایت نہیں کیا۔''

انہوں نے میری سرزنش کی،

---

❶ خاندان سامانیہ ایک شریف فارسی النسل خاندان تھا۔ اس خاندان کی نسبت نصر بن احمد بن اسد بن سامان کی جانب ہے، جسے خلیفہ معتمد باللہ نے ماوراء النہر کے علاقے میں عہدے پر فائز کیا تھا اور آخر کار یہیں سے مملکت سامانیہ وجود میں آئی اور 389ھ تک قائم رہی۔

❷ یہ معلومات کتاب "سيرة البخاري" اور اس کی تعلیق و تخریج سے لی گئی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سيرة البخاري مع تعليق و تخريج ص 55-57).

❸ [کُتّاب]: چھوٹی سی جگہ، جہاں بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلایا اور قرآن کریم حفظ کروایا جاتا ہے۔ اس کی جمع [کَتَاتِیب] ہے۔ (ملاحظہ ہو: المعجم الوسيط، مادة "كتب"، ص 775.)

تو میں نے عرض کیا:

''اگر آپ کے پاس [اصل (نسخہ)] ہے، تو اسے دوبارہ دیکھ لیجیے۔''

وہ اندر گئے، اس (اصل) میں دیکھا، پھر باہر آئے، تو کہنے لگے:

''اے لڑکے! وہ کیسے ہے؟''

میں نے کہا: ''وہ [الزُّبَیر، ❶ وَ هُوَ ابنُ عَدِيّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ] ہے۔''

انہوں نے قلم لیا، اپنی تحریر کی اصلاح کی اور مجھ سے کہا: ''تم نے سچ کہا۔''

ایک شخص نے پوچھا: ''اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟''

انہوں نے جواب دیا: ''گیارہ سال۔''

ج: امام بخاری نے مزید بیان کیا:

سولہ سال کی عمر کو پہنچنے تک میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابوں کو حفظ اور اہلِ رائے کے اقوال کو (اچھی طرح) جان چکا تھا۔

د: ''پھر میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لیے چلا گیا۔ میرے بھائی، والدہ کے ہمراہ واپس آ گئے اور میں طلبِ حدیث کی غرض سے وہیں رک گیا۔''

امام بخاری کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ اس طرح اُن کا علمِ حدیث کے لیے اوّلین سفر 210ھ میں تھا۔ ❷

حضرت امام رحمہ اللہ طلبِ حدیث کے لیے حجاز میں چھ سال تک مقیم رہے ❸ اور شام، مصر، الجزیرہ، ❹ بصرہ، کوفہ اور بغداد بھی تشریف لے گئے۔

---

❶ یعنی [ابوالزبیر] کی بجائے [الزبیر] اور وہ ابن عدی ہیں۔

❷ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 478. اُس وقت اُن کی عمر سولہ سال تھی۔ نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الكبرىٰ 425/1.

❸ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 478. نیز ملاحظہ ہو: تاريخ بغداد 4/2.

❹ الجزیرہ: دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع بالائی علاقے۔ دریاؤں کے درمیان ہونے کی وجہ سے [الجزيرة] نام پڑا ہے۔ حَرّان، الرَّها، الرَّقّة، الموصل وغیرہ اس کے مشہور شہر ہیں۔ (ملاحظہ ہو: معجم البلدان، رقم المادة 3109۔ "جزيرة أقور"، 156/2؛ و تعليق سيرة البخاري ص 79، رقم الهامش 3).

iv: شیوخ:

علامہ نووی نے امام بخاری سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے ایک ہزار سے زیادہ ثقہ علماء سے حدیث تحریر کی اور میرے پاس کوئی حدیث ایسی نہیں، کہ مجھے اُس کی سند یاد نہ ہو۔'' ❶

اُن کے شیوخ میں سے حضراتِ ائمہ احمد بن حنبل، محمد بن بشار، اسحاق بن رَاہوَیہ، علی بن المَدِینی، یحیٰی بن مُعین، قُتَیبہ بن سعید، عبداللہ بن مُنیر اور عبداللہ بن محمد المَسْنَدِی ہیں۔ ❷

v: روایتِ احادیث:

ابوبکر بن ابی عیاش اعین بیان کرتے ہیں:

''ہم نے محمد بن اسماعیل سے محمد بن یوسف فِرَبری کے دروازے پر احادیث لکھیں اور تب اُن کے چہرے پر بال نہیں تھے۔'' ❸

حافظ ابن حجر اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ محمد بن یوسف فِرَبری کی وفات 212ھ میں ہوئی۔ اس طرح احادیث لکھوانے کے وقت اُن (یعنی امام بخاری) کی عمر اٹھارہ سال یا اُس سے بھی کم تھی۔ ❹

ابوبکر اعین ہی نے بیان کیا:

''تو ہم نے کہا: ''آپ کی عمر کتنی ہے؟''

انہوں نے فرمایا: ''سترہ سال۔'' ❺

vi: تصنیف وتالیف کا آغاز:

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

''جب میں اپنی عمر کے اٹھارویں سال میں پہنچا، تو میں نے کتاب [''قضایا

---

❶ ''ما تمس إليه حاجة القاري لصحيح الإمام البخاري'' ص 36. نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الکبریٰ 425/1.

❷ ملاحظہ ہو: الفوآئد الدراري ص 84-94.

❸ سیر أعلام النبلاء 401/12. نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الکبریٰ: 426/1؛ وهدي الساري ص 478.

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص 478. ❺ سیر أعلام النبلآء 401/12.

الصحابة و التابعين و أقاويلهم"] تصنیف کی۔ پھر مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے پڑوس میں بیٹھ کر کتاب [التاریخ الکبیر] تالیف کی۔"❶

vii: راویان:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"اُن سے (احادیث) لینے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے، کہ اُن کا شمار کرنا ممکن نہیں اور اتنے مشہور ہیں، کہ اُن کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"❷

اُن کے شاگرد محمد بن یوسف فِرَبْرِی بیان کرتے ہیں:

"(کتاب) "الصحیح" کو (امام) بخاری سے نوے ہزار اشخاص نے سنا۔"❸

علامہ نووی رقم طراز ہیں:

"اُن کے علاوہ بھی بہت زیادہ لوگوں نے اُن سے (احادیث کو) روایت کیا۔"❹

اُن کے شاگردوں میں سے حضراتِ ائمہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابو حاتم الرازی، ابوزرعہ الرازی، ابراہیم بن اسحاق الحربی، ابن ابی الدنیا اور ابن خزیمہ ہیں۔❺

viii: جسمانی ساخت اور بود و باش:

امام بخاری محترم شخصیت، نحیف جسم، طویل اور نہ کوتاہ قامت، درمیانے قد کے تھے۔

حسن بن حسین بزاز نے بیان کیا:

"رَأَیْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ شَیْخًا، نَحِیْفَ الْجَسْمِ، لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَ لَا بِالْقَصِیْرِ."❻

---

❶ تاریخ بغداد 7/2.

❷ "ما تمس إلیه حاجة القاري" ص 36.

❸ المرجع السابق ص 36. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 9/2.

❹ المرجع السابق ص 36.

❺ ملاحظہ ہو: "ما تمس إلیه حاجة القاري" ص 36-37؛ و سیر أعلام النبلآء 397/12.

❻ تاریخ بغداد 6/2. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 452/12.

[''میں نے محمد بن اسماعیل کو دیکھا، (کہ وہ) شیخ (یعنی ایک محترم شخصیت)،
دبلے پتلے جسم والے، نہ طویل اور نہ کوتاہ قامت تھے۔'']
نہایت کم کھاتے۔ بسا اوقات سارا دن صرف دو تین بادام کھا کر گزار دیتے۔ لمبی مدت
تک سالن استعمال نہ کرتے۔ ❶

ix: ذریعہ معاش:

حضرت امام کے والد اسماعیل خوش حال تاجر تھے۔ امام بخاری کے بچپنے ہی میں فوت ہو گئے۔ امام بخاری کو وراثت میں بہت زیادہ مال ملا۔ اسی مال کو انہوں نے مضاربت پر دے رکھا تھا۔ اسی کی آمدن حصولِ علم کی خاطر صرف کرتے اور طلبۂ حدیث پر بھی خوب خرچ کرتے تھے۔ عمر بھر کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ❷

x: وفات:

امام بخاری ہفتہ کی شب، بوقتِ عشاء، عید الفطر کی رات 256ھ میں فوت ہوئے۔
حافظ ابن حجر نے حسن بن حسین بزاز سے نقل کیا ہے:
''كَانَ ذٰلِكَ لَيْلَةَ السَّبْتِ ، لَيْلَةَ عِيْدِ الْفِطْرِ سَنَةَ سِتٍّ وَّ خَمْسِيْنَ وَ مِـائَتَيْنِ . وَ كَانَتْ مُدَّةُ عُمُرِهِ اثْنَتَيْنِ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً إِلَّا ثَـلَاثَةَ عَشَرَ يَوْمًا . تَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ . آمين''❸
[''اور وہ (یعنی اُن کی وفات) شبِ ہفتہ، عید الفطر کی رات 256ھ میں تھی۔
اُن کی عمر تیرہ دن کم باسٹھ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں ڈھانپ دیں۔ آمین'']۔

---

❶ اس بارے میں قدرے تفصیل صفحات ...... میں ملاحظہ فرمائیے۔
❷ تحفة الإخباري ص 208. منقول از: تعليق سيرة البخاري ص 99-100.
❸ هدي الساري ص 493. نیز ملاحظہ ہو: تاريخ بغداد 6/2؛ و سير أعلام النبلاء 468/12.

ب: امام بخاری علمائے امت کی نظر میں

حضرت امام رحمہ اللہ کی شخصیت کے بارے میں کچھ علمائے امت کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

① شیوخ کے اقوال

i: امام قُتَیبہ بن سعید [1] کے دو اقوال:

ا: ایک مجلس میں اُن سے امام بخاری کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے اپنے سر کو جھکایا، پھر اُسے آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

"يَا هٰؤُلَاءِ! نَظَرْتُ فِي الْحَدِيْثِ، وَ نَظَرْتُ فِي الرَّأْيِ، وَ جَالَسْتُ الْفُقَهَآءَ وَ الزُّهَّادَ وَ الْعُبَّادَ، مَا رَأَيْتُ مُنْذُ عَقَلْتُ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ." [2]

["اے لوگو! میں نے حدیث کو دیکھا، رائے (و قیاس) میں غور و خوض کیا، [3] فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی ہم نشینی اختیار کی، میں نے اپنے ہوش میں آنے کے زمانے سے لے کر (آج تک) کسی کو محمد بن اسماعیل ایسا نہیں دیکھا۔"]

ب: انہوں نے یہ بھی فرمایا:

"وَ هُوَ فِي زَمَانِهٖ كَعُمَرَ فِي الصَّحَابَةِ - رضی اللہ عنہم -." [4]

---

[1] شیخ الاسلام قتیبہ بن سعید بن جمیل ابو رجاء بغلانی: محدث، امام، ثقہ، حضراتِ ائمہ مالک، لیث، حماد بن زید، ابو عوانہ، ابن المبارک، فُضَیل بن عیاض وغیرہ کے شاگرد اور حضراتِ ائمہ بخاری، مسلم، ابو داود، نسائی، ترمذی وغیرہ کے شیخ۔ 149ھ میں پیدا ہوئے اور 240ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 13/11-15، و 24/13).

[2] ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 431/12؛ و هدي الساري ص 482.

[3] یعنی علمِ حدیث اور علمِ فقہ کو خوب سیکھا، سمجھا اور پڑھا۔

[4] هدي الساري ص 482.

[''اور وہ اپنے زمانے میں (سچائی اور پرہیزگاری کے اعتبار سے) ❶ ایسے ہی تھے، جیسے کہ (حضرت) عمر (حضراتِ) صحابہ میں تھے۔ رضی اللہ عنہم۔'']

ii: امام محمد بن بشّار ❷ کے دو اقوال:

ا: انہوں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا۔ اُن کے جواب دینے پر فرمایا:

"هٰذَا أَفْقَهُ خَلْقِ اللّٰهِ فِي زَمَانِنَا." ❸

[''ہمارے زمانے میں یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔'']

ب: امام بخاری کے بصرہ تشریف لانے پر فرمایا:

"اَلْيَوْمَ دَخَلَ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ." ❹

[''آج (تمام) فقہاء کے سربراہ تشریف لائے ہیں۔'']

iii: امام سُرْماری ❺ کا قول:

"مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى فَقِيْهٍ بِحَقِّهِ وَ صِدْقِهِ، فَلْيَنْظُرْ إِلٰى مُحَمَّدِ

---

❶ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 431/12.

❷ محمد بن بشار بن عثمان ابوبکر عبدی بصری: امام، حافظ، [بندار] کا لقب دیئے گئے، کیونکہ وہ اپنے زمانے میں، اپنے شہر میں حدیث کے حافظ تھے۔ حضرات ائمہ یزید بن زریع، عبدالرحمٰن بن مہدی، وکیع وغیرہ سے روایت کی اور ان سے حضراتِ ائمہ بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بَقِی بن مَخْلَد، ابن خُزَیمہ وغیرہ نے روایت کی۔ امام ابن خزیمہ نے [إِمَامُ أَهْلِ زَمَانِهٖ فِي الْعِلْمِ وَ الْأَخْبَارِ] [اپنے زمانے کے لوگوں میں سے علم و اخبار کے امام] کے لقب کے ساتھ اُن کا تذکرہ کیا۔ 167ھ میں پیدا اور 252ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 144/12-145، و 149).

❸ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 429/12؛ و هدي الساري ص 483.

❹ سیر أعلام النبلآء 422/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 483.

❺ أحمد بن إسحاق سُرْماري: امام، زاہد، عابد، مجاہد، فارسِ اسلام ابواسحاق، بخارا کے پڑوس میں سُرماری کے رہنے والے۔ انہوں نے حضراتِ ائمہ یعلیٰ ابن عُبَید، ابوعاصم وغیرہ سے اور اُن سے حضرات ائمہ بخاری، ادریس بن عَبْدَك وغیرہ نے روایت کی۔ 242ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 37/13 و 40).

بْنِ إِسْمَاعِيْلَ .“ ❶

[”جو شخص حقیقی اور سچے فقیہ کو دیکھنا چاہے، تو وہ محمد بن اسماعیل کو دیکھ لے۔“]

iv: امام علی بن مَدِیْنی ❷ کا قول:

ان کے رُوبرو امام بخاری کی حسبِ ذیل بات ذکر کی گئی:

[”میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے، سوائے علی بن مدینی کے، ہیٹا (چھوٹا) نہیں جانا۔“]

تو وہ فرمانے لگے:

”ذَرُوْا قَوْلَهُ، هُوَ مَا رَاٰى مِثْلَهُ.“ ❸

[”اُن کی بات چھوڑو، وہ (تو وہ ہیں،) کہ انہوں نے اپنے جیسا کسی کو دیکھا (ہی) نہیں۔“]

v: امام یحیٰ بن جعفر بیکَنْدی ❹ کا قول:

”لَوْ قَدَرْتُ أَنْ أَزِيْدَ فِيْ عُمَرِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ، لَفَعَلْتُ، فَإِنَّ مَوْتِيْ يَكُوْنُ مَوْتَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، وَ مَوْتَ مُحَمَّدِ بْنِ

---

❶ هدي الساري ص 484. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 417/12.

❷ علی بن مَدِیْنی: الشیخ، الامام، الحجہ، امیر المومنین فی الحدیث، ابو الحسن علی بن عبداللہ بن جعفر البصری، ابن المدینی کے نام سے معروف۔ انہوں نے اپنے والد، حماد بن زید، سفیان بن عُیَیْنہ، عبدالرزاق وغیرہ سے اور اُن سے حضراتِ ائمہ احمد بن حنبل، بخاری، ابو حاتم، ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی۔ 161ھ میں پیدا اور 230ھ میں فوت ہوئے۔ امام احمد ازراہِ احترام ان کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ کنیت کے ساتھ اُن کا ذکر کرتے۔ امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں: ”وَ كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لا يُسَمِّيْهِ، إِنَّمَا يُكَنِّيْهِ تَبْجِيْلا لَهُ. مَا سَمِعْتُ أَحْمَدَ سَمَّاهُ قَطُّ.“ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 41/11-43، و 61).

❸ تاریخ بغداد 18/2. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 420/12؛ و هدي الساري ص 483.

❹ یحیٰ بن جعفر البِیْکَنْدِيْ: الامام، الحجہ، محدّث ماوراء النہر، ابوزکریا یحیٰ بن جعفر بن اعین البخاری البِیْکَنْدی۔ انہوں نے حضراتِ ائمہ سفیان بن عُیَیْنہ، وکیع، یزید بن ہارون، عبدالرزاق وغیرہ سے اور اُن سے حضراتِ ائمہ بخاری، محمد بن ابی حاتم وراق، عُبَیْداللہ بن واصل وغیرہ نے روایت کی۔ 243ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 100/12-101).

إِسْمَاعِيلَ ذَهَابُ الْعِلْمِ.“ ❶

[”اگر مجھ میں محمد بن اسماعیل کی عمر بڑھانے کی استطاعت ہوتی، تو یقیناً میں کر دیتا (یعنی میں اپنی عمر کا کچھ حصہ انہیں دے دیتا)، کیونکہ بے شک میری موت ایک (عام) شخص کی موت ہے اور محمد بن اسماعیل کی موت علم کی موت ہے۔“]

② معاصرین اور شاگردوں کے اقوال

i: امام مسلم ❷ کا قول:

انہوں نے امام بخاری سے مخاطب ہو کر کہا:

”لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا حَاسِدٌ، وَ أَشْهَدُ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الدُّنْيَا مِثْلُكَ.“ ❸

[”حسد کرنے والے کے سوا آپ سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور میں گواہی دیتا ہوں، کہ بے شک دنیا میں (اُن کے گمان کے مطابق) آپ ایسا کوئی نہیں۔“]

ii: امام دارمی ❹ کے دو اقوال:

i: انہوں نے بیان کیا:

”قَدْ رَأَيْتُ الْعُلَمَاءَ بِالْحَرَمَيْنِ وَ الْحِجَازِ وَ الشَّامِ وَ الْعِرَاقِ،

---

❶ تاریخ بغداد 24/2؛ و سیر أعلام النبلآء 418/12؛ و هدي الساري ص 484.

❷ مسلم: الإمام الكبير، الحجة، الصادق، ابو الحسين، مسلم بن الحجاج القشيري، کہا گیا، کہ وہ 204ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی وفات 264ھ میں ہوئی، انہوں نے حضرات ائمہ قُتَیبہ بن سعید، قعنبی، احمد بن حنبل وغیرہ اور اُن سے ابو عیسیٰ ترمذی اور ابن خُزَیمہ وغیرہ نے روایت کی۔ دنیا کے (حدیث کے) چار حفاظ میں سے...... بقول امام محمد بن بشّار ......ایک مسلم تھے۔ (ملاحظہ ہو: تهذيب الأسماء و اللغات 89/2-92؛ و سير أعلام النبلآء 557/12-580).

❸ تاریخ بغداد 29/2؛ و سیر أعلام النبلآء 437/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 485.

❹ الدارمی: عبداللہ بن عبدالرحمٰن الحافظ، الامام، أحد الأعلام (چوٹی کی شخصیات میں سے ایک) ابو تمیم تمیمی، دارمی سمرقندی، انہوں نے حضراتِ ائمہ یزید بن ہارون، ابو عاصم، ابو نُعیم وغیرہ سے اور اُن سے حضراتِ ائمہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ نے روایت کی۔ 181ھ میں پیدا اور 255ھ میں فوت ہوئے۔ امام محمد بن بشّار کے بقول حدیث کی دنیا میں حفاظ چار اور اُن میں سے ایک امام ابو حاتم نے دارمی کو [إِمَامُ أَهْلِ زَمَانِهِ] (یعنی اپنے زمانے کا امام) کا لقب دیا۔ (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 224/12-228).

فَمَا رَأَيْتُ فِيهِمْ أَجْمَعَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ . "❶

[" بے شک میں نے حرمین، حجاز، شام اور عراق میں علماء کو دیکھا، لیکن اُن میں سے کسی کو محمد بن اسماعیل سے زیادہ جامع نہیں پایا۔"]

ii: انہوں نے مزید کہا:

"هُوَ أَعْلَمُنَا ، وَ أَفْقَهُنَا ، وَ أَكْثَرُنَا طَلَبًا . "❷

[" وہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے، ہمارے مقابلے میں افزوں فقہ والے اور ہم سے بڑھ کر علم کی جستجو کرنے والے تھے۔"]

iii: امام ابن خُزَیْمہ❸ کا قول:

"مَا رَأَيْتُ تَحْتَ أَدِيْمِ هٰذِهِ السَّمَآءِ أَعْلَمَ بِالْحَدِيْثِ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ . "❹

[" میں نے اس آسمان کی چھت کے نیچے محمد بن اسماعیل سے بڑا کوئی حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔"]

---

❶ هدي الساري ص 484. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 28/2؛ و "ما تمس إليه حاجة القاري" ص 27؛ و سير أعلام النبلآء 432/12.

❷ هدي الساري ص 484.

❸ ابن خُزَیمہ: محمد بن اسحاق بن خزیمہ الحافظ، الحجة، الفقيه، شیخ الاسلام، امام الائمہ، ابوبکر سُلَمِي نیسابوری شافعي. 213ھ میں پیدا اور 311ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے (حضراتِ ائمہ) اسحاق بن راہَوَیہ، محمد بن حُمَید، محمد بن بَشّار سے سنا اور اُن سے حضراتِ ائمہ بخاری، مسلم اور ابو حاتم بُستي وغیرہ نے روایت کی۔ اُن کی وسعت علمی اور پختگی ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اُن کے علم، دین کی پابندی اور سنت کی اتباع کی وجہ سے دلوں میں اُن کی عظمت اور بزرگی راسخ ہے۔ (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 365/14-366؛ و 374، و 382).

❹ تاريخ بغداد 27/2؛ و ما تمس إليه حاجة القاريء 29؛ و طبقات الشافعية الكبرىٰ 427/1؛ و هدي الساري 485. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 431/12. اس میں یہ اضافہ [و أَحْفَظُ لَهٗ] بھی ہے۔ [یعنی اُن سے بڑھ کر کوئی حدیث کا حافظ بھی نہیں]۔

③ علمائے متاخرین کے اقوال

i: علامہ عینی کا قول:

”اَلْحَافِظُ الْحَفِيظُ الشَّهِيرُ. اَلْمُمَيِّزُ النَّاقِدُ الْبَصِيرُ، الَّذِي شَهِدَتْ بِحِفْظِهِ الْعُلَمَاءُ الثِّقَاتُ. وَ اعْتَرَفَتْ بِضَبْطِهِ الْمَشَايِخُ الْأَثْبَاتُ. وَلَمْ يُنْكِرْ فَضْلَهُ عُلَمَاءُ هٰذَا الشَّأْنِ. وَلَا تَنَازَعَ فِي صِحَّةِ تَنْقِيدِهِ اثْنَانِ الْإِمَامُ الْهُمَامُ، حُجَّةُ الْإِسْلَامِ، أَبُوْ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ أَسْكَنَهُ اللّٰهُ تَعَالَى بَحَابِيحَ جِنَانِهٖ بِعَفْوِهِ الْجَارِي.“ ❶

[”حافظ (الحدیث)، نہایت امانت دار، بہت مشہور، (احادیث کی) چھان پھٹک کرنے والے، پرکھنے والے، گہری نگاہ والے، اُن کے حفظ کی معتبر علماء نے گواہی دی اور اُن کے ضبط کا مضبوط مشائخ نے اعتراف کیا، اُن کی جانب سے آئی ہوئی تنقید پر دو شخصوں میں بھی نزاع نہیں، ❷ چوٹی کے امام، حجۃ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری۔ اللہ تعالیٰ اپنی دائمی عفو کے ساتھ انہیں اپنی بہترین جنتوں میں ٹھہرائیں۔“

ii: حافظ سخاوی کا قول:

وَنَاصِرُ السُّنَّةِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمُسْتَغْنِي بِاسْتِفَاضَةِ مَنَاقِبِهٖ عَنْ إِقَامَةِ الْبُرْهَانِ وَ الدَّلِيلِ. ❸

[حامی سنت محمد بن اسماعیل اپنے مناقب کی شہرت کی بنا پر (اپنے عالی مقام کے ثبوت کے لیے) برہان و دلیل پیش کرنے کے محتاج نہیں۔]

---

❶ عمدة القاري 2/1.

❷ یعنی سب اہل علم کے ہاں اُن کی تنقید حرفِ آخر اور مسلّمہ ہے۔

❸ ”عمدة القاري و السامع في ختم الصحيح الجامع“ ص 44 باختصار.

iii: علامہ ابن عابدین شامی [1] کا قول:

"الْإِمَامُ الْبُخَارِي مُعْجِزَةٌ لِّلرَّسُولِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ - ﷺ - حَيْثُ وُجِدَ فِي الْأُمَّةِ مِثْلُ هٰذَا الْفَرْدِ الْعَدِيمِ النَّظِيرِ . مَنْ كَانَ وَجُودُهُ مِنَ النِّعَمِ الْكُبْرىٰ عَلَى الْعَالَمِ ، أَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ فِي الْحَدِيْثِ ، أَحَدُ سَلَاطِيْنِ الْإِمَامِ ، الْإِمَامُ ، الْمُجْتَهِدُ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ ، أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سُلْطَانُ الْمُحَدِّثِيْنَ ، اَلْحَافِظُ ، الشَّهِيْرُ ، وَ النَّاقِدُ الْبَصِيْرُ . وَ قَدْ أَجْمَعَ الثِّقَاتُ عَلٰى حِفْظِهٖ ، وَ إِتْقَانِهٖ ، وَ جَلَالَةِ قَدْرِهٖ عَمَّا عَدَاهُ مِنْ أَهْلِ عَصْرِهٖ ." [2]

[امام بخاری رسول (کریم) بشیر ونذیر- ﷺ - کا معجزہ ہیں، کہ امت میں اُن جیسی بے مثل شخصیت پائی گئی، جن کا وجود (اہلِ) جہاں پر (اللہ تعالیٰ کی) بہت بڑی نعمت تھی، (حدیث کے) امیر المومنین، شاہانِ اسلام میں سے ایک، امام، مجتہد، محمد بن اسماعیل بخاری امیر المومنین، محدثین کے بادشاہ، حافظ، نہایت نامور، (احادیث کے) وسیع النظر جانچنے پرکھنے والے، اپنے زمانے میں حفظِ (حدیث)، عمدگی اور پختگی اور قدر و منزلت میں اُن کے منفرد ہونے پر معتبر علماء کا اتفاق ہے۔"]

iv: شیخ احمد علی سہارنپوری [3] کا قول:

"هُوَ إِمَامُ الدُّنْيَا فِي الْحَدِيْثِ ، شَيْخُ الْإِسْلَامِ ، أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

---

[1] محمد امین بن عابدین، حضرات احناف کے بہت بڑے فقیہ، مجتہد، مفتی، دمشق میں 1252ھ موافق 1836ء میں فوت ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب "ردّ المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار". ملاحظہ ہو: "المنجد في الأعلام" ص 443. نیز دیکھیے: الأعلام الزركلي، 242/3.

[2] عقود اللآلي في مسند العوالي. منقول از: "سيرة البخاري" ص 169.

[3] شیخ احمد علی سہارنپوری: حضراتِ احناف کے بہت بڑے عالم، محدّث، شیخ محمد اسحاق محدّث دہلوی کے شاگرد، 1298ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سيرة البخاري ص 286).

مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ .“[1]

[”وہ حدیث کے (ساری) دنیا کے امام، شیخ الاسلام، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ہیں۔“]

❀ اقوالِ علماء کے متعلق حافظ ابن حجر کا بیان:

علمائے متاخرین کے انہی اقوال پر اکتفا کرتا ہوں، وگرنہ......رب کریم کے فضل و کرم سے......اس تذکرۂ مبارکہ کا احاطہ تو میرے بس کی بات نہیں۔ حافظ ابن حجر نے کیا خوب لکھا ہے:

”وَ لَوْ فَتَحْتُ بَابَ ثَنَآءِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِ مِمَّنْ تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ لَفَنِيَ الْقِرْطَاسُ، وَ نَفِدَتِ الْأَنْفَاسُ، فَذَاكَ بَحْرٌ لَّا سَاحِلَ لَهُ .“[2]

[”اور اگر میں اُن کے زمانے کے بعد والے ائمہ کی اُن کی (مدح و) ثنا کا دفتر کھولوں، تو کاغذ ختم ہو جائے، اور عمریں بیت جائیں۔ وہ تو بحرِ بے کنار ہیں۔“][3]
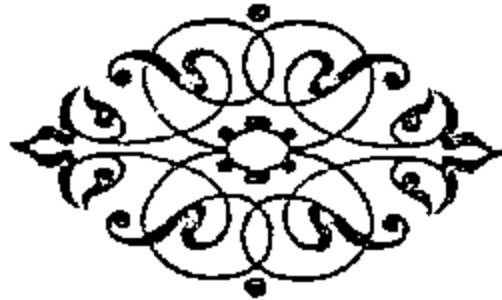
[1] مقدمة صحيح البخاري للشيخ السهارنفوري ص 3.

[2] هدي الساري ص 485.

[3] حافظ ابن حجر نے یہ بات نویں صدی ہجری میں تحریر کی۔ اُن کی وفات 852ھ میں ہوئی اور اب ہم پندرہویں صدی (1438ھ) میں ہیں۔ اگر کم و بیش چھ صدیاں پیشتر اُن کی مدح و ثنا کرنے والوں کی فہرست اس قدر طویل تھی، تو اب صورتِ حال ربّ کریم کی عنایت سے کہاں تک پہنچی ہو گی؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ .

ج: سیرتِ امام بخاری میں دروس وفوائد

تمہید:

ربِّ کریم نے حضرت امام بخاری کو نہایت عمدہ عادات واطوار اور بلند اخلاق سے نواز رکھا تھا۔ ان کے افکار واعمال میں ہمارے لیے نہایت بیش قیمت اور بڑی تعداد میں نصیحتیں، فائدے، عبرتیں اور دروس ہیں۔ انہی میں سے 32 حسب ذیل ہیں:

① باپ کے رزقِ حلال کی برکت

② ماں کی دعا کی عظیم برکت

③ قرآن کریم سے شدید تعلق

④ مجلسِ حدیث کی ان کی نظر میں شان وعظمت

⑤ طلبِ حدیث کا مثالی طریقہ

⑥ شدید اہتمام والی بات کا نہ بھولنا

⑦ طلبِ حدیث کے لیے غیر معمولی جذبہ اور جدوجہد

⑧ ضرورت کی ہر بات کے کتاب وسنت میں ہونے کا عقیدہ

⑨ شریعت پر عمل کی چلتی پھرتی تصویر

⑩ سنت پر عمل کے لیے غیر معمولی اہتمام

⑪ نماز میں خشوع وخضوع

⑫ مسجد کی صفائی وستھرائی کا شدید اہتمام

⑬ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے خود کو تیار رکھنا

⑭ صرف وعدہ ہی نہیں، نیت کی بھی پاس داری

⑮ لوگوں کے حقوق کا شدید احساس

⑯ لوگوں کے نفع کی خاطر دوڑ دھوپ

⑰ جود وسخا

⑱ بہت زیادہ احسان کرنے والے

⑲ اہلِ اقتدار سے بے نیازی

⑳ قوی وضعیف کی اُن کے ہاں برابری

㉑ خادم کے آرام کا خیال

㉒ تہمت والی بات سے نہایت دُوری

㉓ کم خوری

㉔ شدید حاجت کے باوجود سوال سے گریز

㉕ مدح وثنا اور ردّ وقدح سے بے نیازی

㉖ شدید مخالفت کے باوجود حق نہ چھپانا

㉗ اذیت پر صبر

㉘ خصوصی صفات

㉙ اولیاء اللہ سے دشمنی کی شدید سزا

㉚ اہلِ حق کے مخالفین کی ندامت اور اقرارِ حق

㉛ خدمتِ دین کا توفیقِ الٰہی سے نصیب ہونا

㉜ خدمتِ دین کا عظیم دنیوی صلہ

توفیقِ الٰہی سے انہی فوائد کے حوالے سے آئندہ صفحات میں گفتگو کرنے کی عاجزانہ کوشش کی جارہی ہے۔

① باپ کے رزقِ حلال کی برکات:

احمد بن حفص بیان کرتے ہیں:

''میں ابوعبداللہ (امام بخاری) کے والد اسماعیل کی وفات کے وقت اُن کے پاس حاضر ہوا، تو انہوں نے فرمایا:

"لَا أَعْلَمُ مِنْ مَّالِي دِرْهَمًا مِّنْ حَرَامٍ، وَلَا دِرْهَمًا مِّنْ شُبْهَةٍ." ❶

[''مجھے اپنے مال میں سے حرام کے ایک درہم کا علم نہیں، بلکہ شبہ کے ایک درہم کا بھی (علم نہیں)۔''] ❷

احمد (مزید) بیان کرتے ہیں:

"فَتَصَاغَرَتْ إِلَيَّ نَفْسِيْ عِنْدَ ذٰلِكَ." ❸

[''اس پر (یعنی یہ سُن کر) میں نے خود کو بہت چھوٹا تصور کیا۔'']

پھر ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہا: ❹

"أَصْدَقُ مَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ عِنْدَ الْمَوْتِ." ❺

[''آدمی موت کے وقت سب سے زیادہ سچا ہوتا ہے۔'']

اللہ اکبر! باپ کی ایسی پاکیزہ اور طیب کمائی میں اللہ تعالیٰ نے کیسی عظیم الشان برکات شامل فرمائیں!

امام بخاری نے، جو کہ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، اِسی مال سے نہ صرف پرورش پائی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اِسی بابرکت مال کے ساتھ انہیں ساری زندگی معاشی فکر سے کلی طور پر بے نیاز کیے رکھا۔ وہ مکمل یکسوئی سے حدیث شریف کی خدمت میں جُتے رہے۔

---

❶ سیر أعلام النبلآء 447/12.

❷ یعنی میرے علم کے مطابق میرے سارے مال میں ایک درہم بھی حرام کا ہے اور نہ ہی مشتبہ۔

❸ المرجع السابق 447/12. ❹ یعنی مذکورہ بالا واقعہ کے تذکرہ کے وقت فرمایا۔

❺ المرجع السابق 447/12. نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الكبرىٰ 422/1.

اپنی اولاد کو خدمتِ دین کے میدان میں اتارنے کی امنگ رکھنے والے اُن کے لیے حلال طیب روزی مہیا کریں۔ کانٹے بو کر سیب اور انار حاصل ہونے کی توقع رکھنا حماقت ہے۔

رزقِ حلال کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ایک یہی بات بہت کافی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ رسل علیہم السلام کو نیک اعمال کرنے کا حکم دینے سے پہلے پاکیزہ رزق سے کھانے کا حکم دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [1]

ترجمہ: [اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یقیناً میں اُسے خوب جانتا ہوں، جو تم کرتے ہو]۔

② ماں کی دعا کی عظیم برکت:

حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے:

[''غنجار نے [تاریخ بخارا] اور اللالکائی نے [شرح السنہ] میں روایت کیا ہے:

''أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ ذَهَبَتْ عَيْنَاهُ فِي صِغَرِهِ، فَرَأَتْ وَالِدَتُهُ الْخَلِيلَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ لَهَا:

''يَا هٰذِهِ! قَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَى ابْنِكِ بَصَرَهُ بِكَثْرَةِ دُعَائِكِ.''

قَالَ: ''فَأَصْبَحَ، وَ قَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ.'' [2]

[''بے شک محمد بن اسماعیل کی آنکھیں (یعنی اُن کی بینائی) بچپن میں چلی گئی، تو اُن کی والدہ نے خواب میں ابراہیم خلیل علیہ السلام کو دیکھا، تو انہوں نے اُن سے فرمایا:

---

[1] سورة المؤمنون / الآية 51. علامہ الوسی لکھتے ہیں: ''وَ تَقْدِيمُ الْأَمْرِ بِأَكْلِ الْحَلَالِ، لِأَنَّ أَكْلَ الْحَلَالِ مُعِينٌ عَلَى الْعَمَلِ الصَّالِحِ.'' (روح المعاني 40/18) [ترجمہ: اکلِ حلال [پاکیزہ کھانے کا حکم] اس لیے پہلے دیا، کیونکہ [پاکیزہ کھانا] نیک عمل کرنے میں معاونت کرتا ہے]۔

[2] هدي الساري ص 478. حافظ ذہبی نے بھی اس واقعہ کو احمد بن فضل بلخی کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 392/12-393).

''اے خاتون! تمہارے بہت زیادہ دعا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے۔''

انہوں (یعنی راوی) نے بیان کیا:

''انہوں (یعنی امام بخاری) نے صبح کی، تو (دیکھا، کہ) اللہ تعالیٰ نے اُن کی بینائی لوٹا دی ہوئی تھی۔''

والدہ محترمہ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بینائی کس قدر قوی اور بابرکت تھی! امام بخاری کے حسبِ ذیل بیان سے اندازہ فرمالیجیے:

''ثُمَّ صَنَّفْتُ التَّارِيْخَ فِي الْمَدِيْنَةِ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَ كُنْتُ أَكْتُبُهُ فِي اللَّيَالِي الْمُقْمِرَةِ.''[1]

[''پھر میں نے مدینہ [طیبہ] میں نبی (کریم) ﷺ کی قبر کے پڑوس میں (اپنی کتاب) التاریخ تصنیف کی اور میں اُسے چاندنی راتوں میں لکھا کرتا تھا۔'']

اس عظیم واقعہ میں والدین اور اولاد، دونوں کے لیے انتہائی بیش قیمت نصیحت، درس اور تنبیہ ہے۔

والدین، اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ، اپنے اس اعزاز کو ہمیشہ یاد رکھیں، کہ اولاد کے متعلق اُن کی دعاؤں کی منفرد حیثیت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْوَالِدِ، وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ.''[2]

---

[1] هدي الساري ص 478. نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الكبرىٰ 425/1.

[2] اسے امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، تفريع أبواب الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، رقم الحديث 1533، 276/4). شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود 286/1). امام ابن ماجہ نے بھی اسے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: السنن لابن ماجه، أبواب الدعاء، باب دعوة الوالد و دعوة المظلوم، رقم الحديث 3862، ص 628). شیخ عصام موسیٰ ہادی نے اسے [حسن لغيره] ⇦⇦⇦

[''تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں، اُن (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں: والد کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔'']

والدین اپنی اولاد کے لیے خوب دعائیں کریں۔ جہاں تک ممکن ہو، اُن کے لیے بددعا نہ کریں، کیونکہ اُن کی بددعا کی بھی خاص حیثیت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا:

"ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَ دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهِ."[1]

[''تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی اپنے بیٹے کے لیے بددعا۔'']

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"وَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِكُمْ."[2]

[''اور تم اپنی اولاد کے لیے بددعا نہ کرو۔'']

اولاد بھی والدین کی دعا کے حصول کا کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیں اور بددعا پانے والی کسی بات کے قریب بھی نہ جائیں۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ نے والدہ کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ اس کی دعا (اور بددعا بھی) قبولیت کی زیادہ حق دار ہے۔[3]

⇦⇦⇦ قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: هامش السنن ص 628).

[1] اسے امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما ذُكر في دعوة المسافر، رقم الحديث 3673، 9/286-287). شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي 3/156).

[2] جزء من الحديث رواه الإمام مسلم في صحيحه، كتاب الزهد و الرقائق، باب حديث جابر رضي الله عنه الطويل، و قصة أبي السير، رقم الحديث (3009)، 4/2304.

[3] ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی 9/287.

③ قرآن کریم سے شدید تعلق:

امام بخاری قرآن کریم سے انتہائی گہرا اور شدید تعلّق رکھتے تھے۔ وہ بہت زیادہ توجّہ اور دھیان سے تلاوت کرنے، اس میں خوب تدبر کرنے، نہایت لطیف اور باریک بینی سے استنباط کرنے والے تھے۔ مشکلات ومصائب میں آیاتِ قرآنیہ سے راہنمائی اور قلبی راحت و اطمینان اور قوت وثبات پاتے تھے۔

اسی سلسلے میں توفیقِ الٰہی سے حسبِ ذیل پانچ باتیں عرض کی جا رہی ہیں:

i: امام دارمی کا بیان:

امام دارمی عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا اور ساتھ ہی اس کے بارے میں امام بخاری کی رائے ذکر کی گئی، تو انہوں نے فرمایا:

"مُحَمَّدٌ أَبْصَرُ مِنِّي، لِأَنَّ هَمَّهُ النَّظَرُ فِي الْحَدِيْثِ، وَ أَنَا مَشْغُوْلٌ مَّرِيْضٌ."

["محمد (یعنی امام بخاری) مجھ سے زیادہ بصیرت والے ہیں، کیونکہ ان کی (زندگی کا) ہدف حدیث میں غور وفکر کرنا اور میں مشغول (اور) مریض ہوں۔"]

پھر (مزید) فرمایا:

"مُحَمَّدٌ أَكْيَسُ خَلْقِ اللّٰهِ. إِنَّهُ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ مَآ أَمَرَهُ بِهٖ، وَ نَهٰى عَنْهُ فِيْ كِتَابِهٖ، وَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ ﷺ.

إِذَا قَرَأَ مُحَمَّدٌ الْقُرْآنَ شَغَلَ قَلْبَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ سَمْعَهٗ، وَ تَفَكَّرَ فِيْ أَمْثَالِهٖ، وَ عَرَفَ حَلَالَهٗ وَ حَرَامَهٗ."[1]

["محمد (البخاری) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ دانا ہیں۔[2] اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (کریم) اور نبی کریم ﷺ کی زبان (مبارک) کے

[1] سیر أعلام النبلاء 426/12.

[2] یعنی امام دارمی کی جان پہچان کے اپنے زمانے کے لوگوں میں سے اُن کے گمان کے مطابق۔

ذریعے جن چیزوں کا انہیں حکم دیا اور جن باتوں سے منع فرمایا، انہوں نے بے شک انہیں (خوب) سمجھا۔

جب محمد قرآن (کریم) پڑھتے، تو وہ اُن کے دل، اُن کی آنکھوں، اُن کے کانوں (غرضیکہ سب کچھ) کو (اپنے میں) مگن کر دیتا ہے۔ انہوں نے اس (قرآن) کی (بیان کردہ) امثال میں (خوب) غور وفکر کیا اور اُس کی حلال اور حرام کردہ چیزوں کو پہچانا۔"]

ii: کتاب وسنت میں ہر ضرورت کے متعلق کافی وشافی راہنمائی ہونے کا عقیدہ:

اُن کا اعتقاد و یقین تھا، کہ ہر ضرورت کے متعلق کافی وشافی راہنمائی قرآن وسنت میں موجود ہے۔ [1]

iii: تلاوت میں لذت وشوق کے سبب محویت:

قرآن کریم کی لذّت وشوق سے تلاوت میں اس قدر مگن ہوتے، کہ بھڑ (زنبور) کے سترہ مرتبہ ڈنک مارنے کے باوجود، سورت مکمل کیے بغیر، نماز میں تلاوت ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ [2]

iv: مشکلات میں راہنمائی اور اطمینان کے لیے متعلقہ آیات کی تلاوت:

آمدہ مشکلات ومصائب میں اپنے اطمینان وسکون اور راہنمائی اور راہبری کی خاطر اپنے لیے متعلقہ آیات شریفہ کی تلاوت کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سعادت قرآن کریم سے گہرے تعلق اور دلی لگاؤ ہی کی برکات میں سے ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 412/12. اس بارے میں قدرے تفصیل اس کتاب کے صفحات 76-80 میں ملاحظہ فرمائیے۔

[2] ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 442/12. اس بارے میں قدرے تفصیل ملاحظہ ہو: اس کتاب کے صفحات 85-87 میں

ذیل میں اس حوالے سے تین واقعات ملاحظہ فرمائیے:

ا: احمد بن سلمہ بیان کرتے ہیں:

میں (امام) بخاری کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا:

"يَآ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ! هٰذَا رَجُلٌ مَّقْبُوْلٌ بِخَرَاسَانَ خُصُوْصًا فِيْ هٰذِهِ الْمَدِيْنَةِ. وَ قَدْ لَجَّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَتّٰى لا يَقْدِرَ أَحَدٌ مِّنَّا أَنْ يُّكَلِّمَهٗ فِيْهِ، فَمَا تَرٰى؟"

["اے ابو عبداللہ! یہ شخص [1] خراسان اور خصوصاً اس شہر (نیسابور) میں نہایت ہر دلعزیز ہیں اور وہ اس بارے میں یہاں تک شدید ضد میں پڑے ہوئے ہیں، کہ ہم میں سے کوئی بھی اُن کے ساتھ اس بارے میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں رکھتا، سو آپ کی (اس حوالے سے) کیا رائے ہے؟"]

انہوں نے اپنی ڈاڑھی کو (مٹھی میں) پکڑا، پھر کہا:

﴿وَ أُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ﴾ [2]

[ترجمہ: اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والے ہیں۔]

(مزید کہا):

"اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّيْ لَمْ أُرِدِ الْمَقَامَ بِنِيْسَابُوْرَ أَشَرًا وَ لا بَطَرًا، وَ لا طَلَبًا لِّلرِّئَاسَةِ. وَ إِنَّمَا أَبَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ فِي الرُّجُوْعِ إِلٰى وَطَنِيْ لِغَلَبَةِ الْمُخَالِفِيْنَ، وَ قَدْ قَصَدَنِيْ هٰذَا الرَّجُلُ حَسَدًا لِّمَا آتَانِيَ اللّٰهُ لا غَيْرَ."

["اے اللہ! بے شک آپ جانتے ہیں، کہ میں نے نیسابور ٹھہرنے کا ارادہ نہ

---

[1] شیخ محمد بن یحییٰ الذہلی مراد ہیں۔

[2] سورۃ غافر / جزء من الآیۃ 44.

شرارت کی غرض سے اور نہ ہی تکبر کی خاطر اور نہ ہی چودھراہٹ کی طلب میں کیا۔ اصل صورتِ حال یہ تھی، کہ میرے وطن میں مخالف لوگوں کے غلبہ کی بنا پر، میرا نفس وہاں جانے کے لیے راضی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو فضل و کرم فرمایا ہے، یہ شخص محض اس پر حسد کرتے ہوئے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔'']

پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا:

''یَآ أَحْمَدُ! إِنِّيْ خَارِجٌ غَدًا لِتَتَخَلَّصُوْا مِنْ حَدِيْثِهٖ لِأَجْلِيْ.''❶

[''اے احمد! بے شک میں کل (اس شہر سے) نکل رہا ہوں، تاکہ تم میری وجہ سے اُس کی ملامت سے چھٹکارا پالو۔'']

اللہ اکبر! اس قدر سنگین حالات میں امام بخاری کے دل و دماغ کس سرعت سے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوئے اور توفیقِ الٰہی سے...... سراپا اطمینان و سکون...... قرآنی وظیفہ اُن کی زبان پر جاری ہو گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

آلِ فرعون کے مردِ مومن نے فرعون اور اس کی قوم کو دعوتِ حق دی۔ کافروں نے اُن کی دعوت کو قبول نہ کیا، تو ظاہری اسباب کے ختم ہونے پر اِن الفاظ کے ذریعے انہوں نے اپنا ماجرا ربّ ذوالجلال کے حضور پیش کیا:

﴿وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

اللہ تعالیٰ نے اُن کی فریاد رسی فرمائی اور نافرمان لوگوں کے شر سے انہیں محفوظ فرما دیا۔

ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾❷

[ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اُن کی تدبیروں کے بُرے انجام سے بچا لیا اور آلِ فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔]

---

❶ سير أعلام النبلآء 459/12.

❷ سورة غافر (المؤمن) / الآية 45.

حافظ عبدالسلام بن محمد لکھتے ہیں:

[﴿وَ أُفَوِّضُ أَمْرِيْٓ إِلَى اللّٰهِ﴾:

''یہی وہ بات ہے، جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس وقت بھی کہتے ہیں، جب تمام ظاہری اسباب ختم ہو جائیں۔ اس وقت بھی اُن کا اللہ تعالیٰ پر بھروسا پوری طرح قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اُن کے اعتماد کو کبھی نہیں توڑتا، بلکہ جس طرح چاہتا ہے، انہیں بچا لیتا ہے۔''] ❶

دو مزید دروس:

i: ابتلاء و آزمائش کا دائرہ کس قدر وسیع اور نوعیت کس قدر سنگین ہوتی ہے!

امام بخاری ایسے عالی مرتبت پر شہر اپنی وسعتوں کے باوجود، تنگ ہو گئے، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا:

''میں نے عرض کیا:

[''یا رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم -! لوگوں میں سے سب سے کڑی آزمائش کن کی ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْأَنْبِيَآءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ.

يُبْتَلَى الْعَبْدُ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهِ، فَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهُ. وَ إِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهِ.

فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ، وَ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ.'' ❷

---

❶ تفسير القرآن الكريم 38/4.

❷ ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب في الصبر على البلآء، رقم الحديث 2509، 66/7-67؛ و سنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب الصبر على البلآء، رقم الحديث 4072، 386/2. الفاظِ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحيح] کہا ہے اور شیخ البانی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 67/7؛ و صحيح الترمذي 386/2؛ و صحيح سنن ابن ماجه 371/2).

[''انبیاء، پھر دیگر لوگ درجہ بدرجہ۔
بندے کی آزمائش اُس کے دین کے بقدر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو، تو اُس کی آزمائش کڑی ہوتی ہے۔ اگر اُس کے دین میں کمزوری ہو، تو اُسے اُس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔
آزمائش بندے کے ساتھ چمٹی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے اس حالت میں زمین پر چلتے ہوئے چھوڑتی ہے، کہ اُس کے ذمے کوئی گناہ نہیں رہتا۔'']

ii: حسد کی رسائی کتنے بڑے لوگوں تک ہے اور اس کے بُرے آثار کس قدر ہولناک ہیں! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس سے محفوظ فرمائیں، آمین۔

ب: اُن کے رُوبرو لوگوں کی اُن پر تنقید کا ذکر کیا جاتا ہے، تو حسبِ ذیل دو آیتوں کی تلاوت کرتے:

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ ❶

ترجمہ: [بے شک شیطان کی چال ہمیشہ سے نہایت کمزور ہے]۔

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ ❷ ❸

ترجمہ: [اور بُری چال اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔]

ج: لوگوں کی سازشوں، بُری تدبیروں اور اذیتوں کے دور میں حسبِ ذیل آیتِ شریفہ کا کثرت سے پڑھنا اُن کا معمول بن گیا:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ﴾ ❹ ❺

---

❶ سورۃ النسآء / جزء من الآیة 76.

❷ سورۃ فاطر / جزء من الآیة 43.

❸ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 461/12.

❹ سورۃ آل عمران / جزء من الآیة 160.

❺ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 462/12. نیز ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص 128.

[ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں، تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیں، تو پھر وہ کون ہے، جو اُن کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟]

V: تعبیرِ خواب میں آیتِ شریفہ سے راہنمائی اور اطمینان:

آنے والے خواب کی تعبیر آیتِ شریفہ کی راہنمائی میں کر لیتے اور اطمینان و سکون بھی حاصل کر لیتے۔ محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا: ''میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا:

''کُلَّمَا حَدَّثَ الْجُهَّالُ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَّمْكُرُوْا بِنَا رَأَيْتُ مِنْ لَيْلَتِيْ فِي الْمَنَامِ نَارًا تُوْقَدُ، ثُمَّ تُطْفَأُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْتَفَعَ بِهَا، فَأَتَأَوَّلُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى:

﴿كُلَّمَآ أَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ﴾ [1] [2]

[''جب کبھی جاہل لوگ ہمارے بارے میں بُری تدبیر سوچتے، تو میں رات کو خواب میں دیکھتا، کہ آگ روشن کی گئی اور پھر اُس سے فائدہ اٹھائے بغیر اُسے بجھا دیا گیا۔]

میں (یعنی امام بخاری) ارشادِ تعالیٰ:

﴿كُلَّمَآ أَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ﴾

ترجمہ: [جب وہ جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے، اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتے]۔

سے اس کی تعبیر کر لیتا۔'']

[یعنی میرے خلاف مکر و فریب کرنے والوں کے بُرے ارادے اور سازشیں ان کے سینوں تک ہی رہیں گی]۔

اللہ اکبر! کس قدر عنایت ہے، ربِّ کریم کی اپنے کلام پاک سے عمیق تعلّق اور قلبی لگاؤ والے پر!

خواب کی تعبیر بھی اور اطمینان و سکون اور حق پر ڈٹے رہنے کے لیے تقویت اور غیبی نصرت و اعانت بھی!

---

[1] سورة المائدة / جزء من الآية 64. [2] سير أعلام النبلاء 461/12.

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ .

④ مجلسِ حدیث کی اُن کی نظر میں شان وعظمت:

اہلِ مجلس کا نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہونا:

محمد بن عباس فربری بیان کرتے ہیں:

"وَ أَمْلٰى يَوْمًا عَلَيَّ حَدِيْثًا كَثِيْرًا ، فَخَافَ مَلَالِيْ ."

["ایک دن انہوں (یعنی امام بخاری) نے مجھے بہت زیادہ احادیث لکھوائیں، تو انہیں میری اکتاہٹ کا خدشہ ہوا۔"]

تو انہوں نے فرمایا:

"طِبْ نَفْسًا ، فَإِنَّ أَهْلَ الْمَلَاهِيْ فِيْ مَلَاهِيْهِمْ ، وَ أَهْلَ الصَّنَاعَاتِ فِيْ صَنَاعَاتِهِمْ ، وَ التُّجَّارَ فِيْ تِجَارَتِهِمْ ، وَ أَنْتَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَصْحَابِهِ ."

[ہشاش وبشاش رہیے۔ بے شک لہو ولعب والے اپنے لہو ولعب، صنعت کار اپنی صنعتوں اور تاجر لوگ اپنی تجارتوں میں ہیں اور تم نبی کریم ﷺ اور اُن کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو۔"]

میں نے عرض کیا:

"لَيْسَ شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! ، إِلَّا وَ أَنَا أَرَى الْحَظَّ لِنَفْسِيْ فِيْهِ ."[1]

["ایسی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں، میں تو اس (مجلس) میں (حاضری) اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔"]

اللہ اکبر! مجلسِ حدیث کے بارے میں اُن کا نقطۂ نظر کس قدر عالی قدر اور عظیم الشان ہے! صرف نقطۂ نظر ہی نہیں، بلکہ یہی اُن کا غیر متزلزل اعتقاد و یقین تھا۔ اُن کی مبارک

[1] سیر أعلام النبلاء 445/12.

زندگی...... ہمارے گمان کے مطابق...... تادمِ واپسیں اسی کی زندہ تصویر تھی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اے رب کریم! ہم ناکاروں، ہمارے بہن بھائیوں، اہل وعیال اور نسلوں کو بھی یہی اعتقاد ویقین عطا فرما دیجیے۔ آمِیْنَ یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ!

⑤ طلبِ حدیث کا مثالی طریقہ:

سنی جانے والی حدیث کے متعلق ہر پہلو سے چھان پھٹک:

عباس دُوری بیان کرتے ہیں:

"مَا رَأَیْتُ أَحَدًا یُحْسِنُ طَلَبَ الْحَدِیْثِ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِیْلَ. کَانَ لَا یَدَعُ أَصْلًا وَلَا فَرْعًا إِلَّا قَلَعَهٗ."[1]

["میں نے کسی کو (امام) محمد بن اسماعیل ایسی عمدگی سے حدیث طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ (اس کے متعلق) بنیادی یا فرعی (جزوی) بات کو کریدے بغیر نہ چھوڑتے۔"]

⑥ شدید اہتمام والی بات کا نہ بھولنا:

[شدید رغبت] اور [مسلسل دہرانے] کا حافظہ کے لیے مفید تر ہونا:

محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

"مجھے یہ بات پہنچی، کہ ابوعبداللہ نے حافظے کی قوت کے لیے [بَلاذُر] دوا پی ہوئی ہے۔

میں نے ایک دن اُن سے علیحدگی میں عرض کیا:

"هَلْ مِنْ دَوَاءٍ یَشْرَبُهُ الرَّجُلُ، فَیَنْتَفِعُ بِهٖ لِلْحِفْظِ؟"

"کیا کوئی ایسی دوا ہے، کہ آدمی اُسے پی لے، تو حافظے کے لیے، اُسے فائدہ دے؟"

[1] سیر أعلام النبلاء 406/12.

انہوں نے جواب دیا:

"لَا أَعْلَمُ."

"مجھے تو علم نہیں۔"

پھر میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"لَا أَعْلَمُ شَيْئًا أَنْفَعُ لِلْحِفْظِ مِنْ نَهْمَةِ الرَّجُلِ، وَ مُدَاوَمَةِ النَّظَرِ."

["میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا، جو حافظے کے لیے:

[شدید رغبت اور مسلسل دیکھتے (یعنی دہراتے اور رابطے میں) رہنے]

سے زیادہ مفید ہو۔"]

⑦ طلبِ حدیث کے لیے غیر معمولی جذبہ اور انتھک جدوجہد:

امام بخاری نے علم حاصل کرنے اور احادیث جمع کرنے کی غرض سے انتہائی جدوجہد، غیر معمولی اور عظیم الشان قربانی اور ایثار کیا۔ اُن کی سیرت میں یہ حقائق متعدد پہلوؤں سے جلوہ گر ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے اس حوالے سے کچھ دلائل و شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

i: صغر سنی میں حفظِ احادیث کا آغاز:

انہوں نے احادیث حفظ کرنے کا آغاز دس سال یا اس سے بھی کم عمر میں کیا۔ محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

"میں نے (امام) بخاری کو فرماتے ہوئے سنا:

"أُلْهِمْتُ حِفْظَ الْحَدِيْثِ وَ أَنَا فِي الْكُتَّابِ."

["مجھے احادیث حفظ کرنے کا شوق عطا کیا گیا اور میں ابتدائی مدرسہ میں تھا۔"]

میں نے عرض کیا: "وَ كَمْ أَتَى عَلَيْكَ إِذْ ذَاكَ."

"اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟"

انہوں نے جواب دیا: "عَشْرُ سِنِيْنَ أَوْ أَقَلُّ." [1]

---

[1] تاریخ بغداد 6/2؛ و هدي الساري ص 478.

[''دس برس یا (اس سے بھی) کم۔'']

ii: بچپن ہی سے مجلسِ فقہاء میں حاضری:

ii: حضرت امام نے کُتّاب [ابتدائی مدرسہ] سے فارغ ہوتے ہی بچپن ہی میں فقہاء کی مجلس میں حاضر ہونا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں اُن کے دو بیانات ملاحظہ فرمائیے:

ا: ''ثُمَّ خَرَجْتُ مِنَ الْكُتَّابِ بَعْدَ الْعَشْرِ فَجَعَلْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى الدَّاخِلِيِّ وَغَيْرِهِ.''❶

[''دس برس (کی عمر کو پہنچنے) کے بعد میں نے داخلی اور دیگر (علماء) کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔'']

ب: ''وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى الْفُقَهَاءِ بِمَرْوَ، وَأَنَا صَبِيٌّ. فَإِذَا جِئْتُ، أَسْتَحْيِي أَنْ أُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ.''❷

[''میں مرو میں فقہاء کے ہاں آتا جاتا تھا اور تب میں بچہ تھا۔ میں جب (اُن کی مجلس میں) پہنچتا، تو (اپنی صغرسنی کے سبب) انہیں سلام کہنے سے شرماتا۔'']

iii: علمِ حدیث کے لیے اسفار:

حضرت امام رحمہ اللہ نے احادیثِ شریفہ حاصل کرنے کی جستجو میں بہت زیادہ سفر کیے۔ ذیل میں اس سلسلے میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

ا: حافظ ابوبکر بغدادی لکھتے ہیں:

''رَحَلَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ إِلَى سَائِرِ مُحَدِّثِي الْأَمْصَارِ، وَكَتَبَ بِخَرَاسَانَ، وَالْجِبَالِ، وَمُدُنِ الْعِرَاقِ كُلِّهَا، وَبِالْحِجَازِ، وَالشَّامِ، وَمِصْرَ.''❸

---

❶ تاریخ بغداد 2/6-7. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 478.

❷ سير أعلام النبلاء 12/401.

❸ تاریخ بغداد 2/4.

[''انہوں نے علم کی طلب میں شہروں کے سارے محدثین کی طرف سفر کیا۔ خراسان، جبال، ❶ عراق کے تمام شہروں، حجاز، شام اور مصر میں (احادیثِ شریفہ) لکھیں۔'']

ب: امام حاکم نے بیان کیا:

"أَوَّلُ مَا وَرَدَ الْبُخَارِيُّ نَيْسَابُوْرَ سَنَةَ تِسْعٍ وَّ مِئَتَيْنِ." ❷

[''(امام) بخاری نیسابور میں پہلی مرتبہ 209 ہجری میں آئے۔'']

حضرت امام 194 ہجری میں پیدا ہوئے، 209 ہجری میں اُن کی عمر 15 سال بنتی ہے۔

ج: اسحاق بن احمد بن خلف بیان کرتے ہیں:

"دَخَلَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ إِلَى الْعَرَاقِ فِيْ آخِرِ سَنَةِ عَشْرٍ وَّ مِئَتَيْنِ." ❸

[''محمد بن اسماعیل عراق میں 210 ہجری کے آخر میں داخل ہوئے۔'']

210 ہجری میں اُن کی عمر 16 سال بنتی ہے۔

د: محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں: ''میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل کو فرماتے ہوئے سنا:

"حَجَجْتُ، وَرَجَعَ أَخِيْ بِأُمِّيْ، وَتَخَلَّفْتُ فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْثِ." ❹

[''میں نے حج کیا اور میرا بھائی میری والدہ کے ساتھ لوٹ گیا۔ میں احادیث کی جستجو میں (وہیں) رہ گیا۔'']

حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق یہ واقعہ 210 ہجری کا تھا۔ ❺ اس طرح احادیث

---

❶ (جبال): مولانا بستوی رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ [جبال خراسان] کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سیرۃ البخاری ص 80).

❷ سير أعلام النبلاء 404/12.

❸ المرجع السابق 403/12.

❹ المرجع السابق 400/12. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 7/2.

❺ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 478.

شریفہ کی جستجو میں اُن کا مکہ مکرمہ میں رکنا، سولہ سال کی عمر میں بنتا ہے۔

ہ: امام بخاری طلبِ حدیث کے لیے اپنے اسفار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دَخَلْتُ إِلَى الشَّامِ وَ مِصْرَ وَ الْجَزِيْرَةِ مَرَّتَيْنِ ،

وَ إِلَى الْبَصْرَةِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ ،

وَ أَقَمْتُ بِالْحِجَازِ سِتَّةَ أَعْوَامٍ ،

وَ لَا أُحْصِيْ كَمْ دَخَلْتُ إِلَى الْكُوْفَةِ ،

وَ بَغْدَادَ مَعَ الْمُحَدِّثِيْنَ ." [1]

["میں شام، مصر اور الجزیرہ [2] میں دو مرتبہ داخل ہوا،

بصرہ چار دفعہ گیا،

حجاز میں چھ سال قیام کیا،

اور میں شمار نہیں کر پاتا، کہ میں محدثین کے ہمراہ کتنی بار کوفہ اور بغداد میں داخل ہوا۔"]

iv: کثرتِ اساتذہ اور شدید چھان پھٹک:

ذیل میں اس بارے میں چار بیانات ملاحظہ فرمائیے:

ا: جعفر بن محمد قطان نے بیان کیا:

"میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا:

"كَتَبْتُ عَنْ أَلْفِ شَيْخٍ وَّ أَكْثَرَ ." [3]

["میں نے ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ سے (احادیث) لکھیں۔"]

ب: محمد بن ابی حاتم نے اُن سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا:

"كَتَبْتُ عَنْ أَلْفٍ وَّ ثَمَانِيْنَ نَفْسًا ." [4]

---

[1] هدي الساري ص 478. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء 407/12.

[2] هدي الساري ص 478؛ نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء 407/12.

[3] تاريخ بغداد 10/2. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء 407/12.

[4] هدي الساري ص 479.

[''میں نے ایک ہزار اسی اشخاص سے (احادیث) لکھیں۔'']

اللہ اکبر! کتنی بڑی تعداد سے امام بخاری نے احادیث شریفہ کو جمع کیا!

ج: مزید برآں یہ تعداد تو ان اساتذہ کی ہے، جو حضرت امام کے حدیث لینے کی غرض سے مقرر کردہ معیار پر پورے اترے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

"لَمْ أَكْتُبْ إِلَّا عَمَّنْ قَالَ: "اَلْإِيْمَانُ قَوْلٌ وَ عَمَلٌ." ❶

[''میں اسی (شیخ) سے حدیث لکھتا ہوں، جو کہتا ہے: ''ایمان قول و عمل ہے۔'']

د: احادیث حاصل کرنے کی غرض سے شیوخ کی چھان پھٹک کی کیفیت اُن کے حسب ذیل بیان سے بھی خوب اجاگر ہوتی ہے:

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں، کہ انہوں نے انہیں ایک حدیث کے متعلق استفسار کا جواب دیتے ہوئے سنا:

"يَـآ أَبَـا فُـلَان! تَرَانِيْ أُدَلِّسُ، وَ قَدْ تَرَكْتُ عَشْرَةَ آلَافِ حَدِيْثٍ لِّرَجُلٍ فِيْهِ نَظَرٌ. وَ تَرَكْتُ مِثْلَهَا مِنْهَا لِغَيْرِهٖ، لِيْ فِيْهِ نَظَرٌ." ❷

[''اے ابو فلان! کیا تو میرے بارے میں سمجھتا ہے، کہ میں تدلیس کرتا ہوں، یقیناً میں نے تو ایک شخص کی دس ہزار احادیث کو اُس کے محل نظر ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا اور اتنی ہی، یا اس سے زیادہ احادیث، ایک دوسرے شخص کی ترک کر دیں، کہ مجھے اس شخص کے متعلق تردّد تھا۔'']

اللہ اکبر! جب اس قدر شدید احتیاط اور چھان پھٹک کے بعد، ان اساتذہ کی تعداد ایک ہزار اسی رہ گئی، جن سے احادیث لکھی گئیں، تو اُن شیوخ کی تعداد کس قدر زیادہ ہوگی، جن کی ملاقات اور جانچ پڑتال کی غرض سے حضرت امام نے متعدد سفروں کی صعوبتیں برداشت کی ہوں گی۔ جَـزَاهُ الـلّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ. آمِيْن يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

❶ هدي الساري ص 479. ❷ المرجع السابق ص 481.

ہ: حافظ ذہبی ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے، جہاں امام بخاری نے احادیث سُنیں، لکھا ہے:

''انہوں نے بخارا، بلخ، نیسابور، الري، بغداد، بصرہ، کوفہ، مکہ، مدینہ، مصر، شام میں احادیث سنیں۔'' ❶

⑧ ضرورت کی ہر بات کے کتاب وسنت میں ہونے کا عقیدہ:

امام بخاری کا بیان:

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں، کہ انہوں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا:

''لَا أَعْلَمُ شَیْئًا یُّحْتَاجُ إِلَیْهِ إِلَّا وَ هُوَ فِيْ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ.''

''ضرورت کی کسی ایسی چیز کا مجھے علم نہیں، جو کتاب وسنت میں نہ ہو۔''

میں نے اُن سے عرض کیا:

''یُمْكِنُ مَعْرِفَةَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ؟'' ❷

[''کیا اس سب کچھ کو معلوم کیا جاسکتا ہے؟'']

انہوں نے جواب دیا: ''نَعَمْ.''

''(جی) ہاں۔''

''اَللّٰهُ أَكْبَرُ! رب کریم نے امام بخاری کو کتاب وسنت کی جامعیت، شمولیت اور وسعت کا کتنا مبنی بر حقیقت، کھرا، سچا اور صاف ستھرا عقیدہ عطا فرمایا ہوا تھا! اے مولائے کریم! ہم ناکاروں ہمارے بہن بھائیوں اور نسلوں کو بھی اس عظیم الشان اور بیش قیمت عقیدے سے محروم نہ رہنے دیجیے اور امت میں بھی اسی عقیدے کو عام فرما دیجیے۔ آمِیْن یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ.

امام بخاری نے اپنے بے مثل، عدیم النظیر اور لاثانی عقیدے کے صرف اظہار پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ انہوں نے 97 کتابوں اور 3882 ابواب پر مشتمل کتاب [صحیح البخاری] کا

❶ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 12/394-395.

❷ المرجع السابق 12/412.

امت کے لیے قرآن کریم کے بعد عدیم المثل، منفرد اور یکتا تحفہ پیش کیا ہے، جس میں زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں کتاب وسنت کی راہنمائی موجود ہے۔

صحیح بخاری کی صورت میں عملی شہادت:

قارئین کرام (حضرات وخواتین) صحیح البخاری میں موجود کتابوں میں سے حسبِ ذیل 63 کتابوں کے ناموں سے صحیح البخاری اور کتاب وسنت کی جامعیت اور وسعت کا تصور فرمائیں:

① كتاب الإيمان ، ② كتاب العلم ، ③ كتاب الوضوء ، ④ كتاب الغسل ، ⑤ كتاب الحيض ، ⑥ كتاب التيمم ⑦ كتاب الصلاة ، ⑧ كتاب الزكاة ، ⑨ كتاب الحج ، ⑩ كتاب الصوم ، ⑪ كتاب البيوع ، ⑫ كتاب الإجارة ، ⑬ كتاب الحوالات ، ⑭ كتاب الكفالة ، ⑮ كتاب الوكالة ، ⑯ كتاب الحرث و المزارعة ، ⑰ كتاب المساقاة ، ⑱ كتاب الاستقراض و أداء الديون ، و الحجر ، و التفليس ، ⑲ كتاب الخصومات ، ⑳ كتاب في اللقطة ، ㉑ كتاب المظالم ، ㉒ كتاب الشركة ㉓ كتاب الرهن ، ㉔ كتاب العتق ، ㉕ كتاب الهبة و فضلها و التحريض عليها ، ㉖ كتاب الشهادات ، ㉗ كتاب الصلح ، ㉘ كتاب الشروط ، ㉙ كتاب الوصايا ، ㉚ كتاب الجهاد و السير ، ㉛ كتاب فرض الخمس ، ㉜ كتاب الجزية و المُوادَعة ، ㉝ كتاب بدء الخلق ، ㉞ كتاب أحاديث الأنبيآء ، ㉟ كتاب المناقب ، ㊱ كتاب المغازي ، ㊲ كتاب التفسير ، ㊳ كتاب فضآئل القرآن ، ㊴ كتاب النكاح ، ㊵ كتاب الطلاق ، ㊶ كتاب النفقات ، ㊷ كتاب الأطعمة ، ㊸ كتاب العقيقة ، ㊹ كتاب الذبآئح و الصيد ، ㊺ كتاب الصيد ، ㊻ كتاب الأشربة ، ㊼ كتاب المرضى ، ㊽ كتاب الطب ، ㊾ كتاب اللباس ، ㊿ كتاب الأدب ، (51) كتاب الدعوات ، (52) كتاب الرقاق ، (53) كتاب

الأيمان و النذور، (54) كتاب الفرائض، (55) كتاب الحدود، (56) كتاب الديات، (57) كتاب استتابة المرتدين و المعاندين، (58) كتاب التعبير، (59) كتاب الفتن، (60) كتاب الأحكام، (61) كتاب أخبار الآحاد، (62) كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، (63) كتاب التوحيد.

سیر أعلام النبلآء کے محقق امام بخاری کے مذکورہ بالا قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَ مُحَاوَلَةُ ابْنِ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى تُؤَيِّدُ مَقَالَةَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ هٰذِهٖ، فَإِنَّهٗ عَلٰى مَا بِهٖ مِنْ هَنَاتٍ قَدِ اسْتَطَاعَ بِاعْتِمَادِهٖ عَلَى الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ أَنْ يُّؤَلِّفَ كِتَابًا فِي الْفِقْهِ يَشْتَمِلُ عَلٰى جَمِيعِ أَبْوَابِ الْفِقْهِ." (1)

["(امام) ابن حزم کی (اپنی کتاب) "المحلّٰی" میں کوشش (امام) محمد بن اسماعیل کی اس بات کی تائید کرتی ہے، کیونکہ انھوں نے اپنی کچھ محلِّ نظر باتوں کے باوجود، کتاب وسنت پر اعتماد کرتے ہوئے، فقہ کی ایسی کتاب تألیف کی ہے، جو فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل ہے۔"]

دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ میں ختم بخاری شریف کی تقریب کے موقع پر بیان کیا:

"امام بخاری نے ہمارے لیے ایک قانون اور طریقہ بنا دیا، کہ قرآن و حدیث اور سنت کے دائرے سے باہر نہیں نکلنا۔ اگر نکلیں گے، تو گمراہی ہوگی۔ موجودہ دور کے تمام مسائل کا حل قرآن و حدیث میں ہے۔" (2)

---

(1) هامش سير أعلام النبلآء، رقم الهامش (1)، 412/12.

(2) روزنامہ "اسلام"، جمعرات، 11 رجب 1439ھ، مطابق 29 مارچ 2018ء، تحریر کنندہ: حافظ ہارون رشید، ص 3۔ نیز ملاحظہ ہو: روزنامہ "اسلام"، پیر، 15 رجب 1439ھ، مطابق 2 اپریل، تحریر کنندہ محمد عزیز عاصم، ص 3.

کتاب و سنت میں انسان کی ضرورت کے متعلق ہر چیز کے بارے میں کافی و شافی راہنمائی ہونے کی گواہی تو ربِّ قادر و مقتدر نے دین کے دشمنوں کی زبان سے نکلوائی ہے۔

امام مسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"قِيْلَ لَهُ: "قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ."

[''اُن سے (بطور اعتراض وتنقید) کہا گیا: ''تمہارے نبی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے تو تمہیں ہر بات کی تعلیم دی ہے، یہاں تک، کہ بیت الخلاء کے (آداب) کی۔''

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے (جواب میں) کہا:

"أَجَلْ." الحديث. ❶

''ہاں۔'' (یعنی یہ بات قابلِ فخر ہے، اس بنا پر تمہارا اعتراض کرنا بے محل ہے)۔'']

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"مُرَادُ سَلْمَانَ رضي الله عنه أَنَّهُ عَلَّمَنَا كُلَّ مَا نَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي دِيْنِنَا حَتَّى الْخِرَاءَةَ الَّتِي ذَكَرْتَهَا أَيُّهَا الْقَائِلُ، فَإِنَّهُ عَلَّمَنَا آدَابَهَا، فَنَهَانَا فِيْهَا عَنْ كَذَا وَ كَذَا. وَ اللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ." ❷

[''سلمان رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے، کہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سب باتوں کی تعلیم دی ہے، جن کی ہمیں اپنے دین میں ضرورت ہے، یہاں تک کہ بیت الخلاء (کے آداب)، جن کا اے معترض! تم نے تذکرہ کیا ہے، بلاشبہ انہوں نے ہمیں اس کے آداب سکھلائے ہیں اور انہوں نے ہمیں اس اس بات سے روکا ہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.'']

علامہ اُبّي رقم طراز ہیں:

"وَ أَخْرَجَ الْجَوَابَ مَخْرَجَ سُؤَالِ الْمُسْتَرْشِدِ الْمُجِدِّ فِي جَوَابِ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة، جزء من رقم الحديث 57-(262)، 223/1.

❷ شرح النووي 154/3. نیز ملاحظہ ہو: دعوتِ دین کس چیز کی طرف دیں؟ ص 29-31.

مَا يُسْأَلُ عَنْهُ ، تَقْدِيْرًا لِلشَّرْعِ ، أَيْ لَيْسَ هٰذَا مَقَامَ اسْتِهْزَآءٍ . ''[1]

[''انہوں نے شریعت کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے ایسے جواب دیا، جیسے کہ کوئی شخص راہنمائی کے طلب گار سنجیدہ شخص کو جواب دیتا ہے۔ (انہوں نے اس کے لیے) شریعت کی عظمت اُجاگر کرتے ہوئے (شریعت کا) یہ (پہلو) واضح کیا، کہ وہ ہنسی اڑانے کا سبب نہیں (بلکہ ہمارے لیے باعث فخر ہے)۔'']

⑨ شریعت پر عمل کی چلتی پھرتی تصویر:

محدثین کا ہدف:

امام بخاری نے [صحیح البخاری] میں وفد عبدالقیس رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو احادیث لینے کی فرمائش کے ضمن میں روایت کیا ہے:

''فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَآءَ نَا وَ نَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ . ''[2]

انہوں نے اپنی اس فرمائش کے دو اہداف عرض کیے:

i: (واپس جا کر) پیچھے والے لوگوں کو ان احادیث سے آگاہ کریں۔

ii: خود اُن پر عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔

حضراتِ محدثین اور امام بخاری حدیث کی نعمت ملنے پر، انہی دونوں اہداف کے لیے، تادمِ واپسیں مشغول رہے۔

وہ احادیث کا علم ہونے پر انہیں اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے۔ اس سلسلے میں ذیل میں حضراتِ محدثین کے بیانات اور امام بخاری کے حوالے سے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

❀ تین محدثین کے بیانات:

i: محدث ابراہیم بن اسماعیل انصاری بیان کرتے ہیں:

---

[1] إكمال إكمال المعلم 69/2.

[2] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب تحريض النبي ﷺ وفد عبدالقيس على أن يحفظوا الإيمان و العلم، و يخبروا من ورآء هم، جزء من رقم الحديث 87 عن ابن عباس رضي الله عنهما 183/16.

[ترجمہ: ''ہمیں ایسی بات کا حکم دیجیے، کہ ہم اپنے پیچھے والوں کو اس سے آگاہ کریں (اور) اس پر (خود عمل کر کے) ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔'']

"كُنَّا نَسْتَعِينُ عَلَى حِفْظِ الْحَدِيْثِ بِالْعَمَلِ." ❶

["ہم احادیث کو یاد کرنے کی خاطر (اُن پر) عمل کو ذریعہ بنایا کرتے تھے۔"]

ii: محدث وکیع بن جرّاح❷ کہا کرتے تھے:

"إِذَآ أَرَدْتَّ أَنْ تَحْفَظَ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلْ بِهٖ." ❸

["جب حدیث یاد کرنا چاہو، تو اُس پر عمل کرو۔"]

iii: مروزی نے بیان کیا:

"مجھ سے (امام) احمد نے فرمایا:

"مَا كَتَبْتُ حَدِيْثًا إِلَّا وَ قَدْ عَمِلْتُ بِهٖ، حَتّٰى مَرَّ بِيْ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ، وَ أَعْطَى أَبَا طَيْبَةَ دِيْنَارًا." ❹

["میں نے کوئی حدیث ایسی نہیں لکھی، جس پر میں نے عمل نہیں کیا، یہاں تک کہ مجھ پر (یہ حدیث) گزری:

"بے شک نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور ابوطیبہ (حجام) کو ایک دینار دیا۔"

"فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ دِيْنَارًا حِيْنَ احْتَجَمْتُ." ❺

["تو میں نے (بھی) پچھنے لگوائے اور حجام کو ایک دینار دیا۔"]

❀ امام بخاری کا طرزِ عمل:

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا: میں نے انہیں (یعنی امام بخاری کو)

---

❶ تدريب الراوي 144/2.

❷ وکیع بن جرّاح بن ملیح الرُّؤاسی: امام، حافظ، محدّث العراق ہیں۔ 175ھ یا 176ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 140/9-141 و 169).

❸ تدريب الراوي 144/2.

❹ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب [السلوك و أثره في الدعوة] ص 65-195.

❺ سير أعلام النبلآء 213/11. اس واقعہ کی تفصیلی تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: تعليق سيرة البخاري ص 107-108، هامش 1.

کہتے ہوئے سنا:

"مَا اغْتَبْتُ أَحَدًا قَطُّ مُنْذُ عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيْبَةَ تَضُرُّ أَهْلَهَا." ❶

[''جب سے مجھے علم ہوا ہے، کہ بے شک غیبت اپنے کرنے والوں کو ضرر پہنچاتی ہے، (تو) میں نے کبھی کسی کی بھی غیبت نہیں کی۔'']

حافظ ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَ لِلْبُخَارِيِّ فِي كَلَامِهِ عَلَى الرِّجَالِ تَوَقٍّ زَائِدٌ وَ تَحَرٍّ بَلِيْغٌ، يَظْهَرُ لِمَنْ تَأَمَّلَ كَلَامَهُ فِي الْجَرْحِ وَ التَّعْدِيْلِ، فَإِنَّ أَكْثَرَ مَا يَقُوْلُ:

"سَكَتُوْا عَنْهُ،"

"فِيْهِ نَظَرٌ،"

"وَ تَرَكُوْهُ،"

وَ نَحْوَ هٰذَا.

وَ قَلَّ أَنْ يَقُوْلَ:

"كَذَّابٌ؛"

أَوْ "وَضَّاعٌ."

وَ إِنَّمَا يَقُوْلُ:

"كَذَّبَهُ فُلَانٌ"،

"رَمَاهُ فُلَانٌ"

يَعْنِي بِالْكِذْبِ." ❷

---

❶ سير أعلام النبلآء 441/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 480. اس میں ہے:...... مُنْذُ عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيْبَةَ حَرَامٌ." [ترجمہ:...... جب سے مجھے علم ہوا، کہ بے شک غیبت حرام ہے۔'']

❷ هدي الساري ص 480. نیز ملاحظہ ہو: طبقات الشافعية الكبرىٰ 433/1.

[''راویان کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے (امام) بخاری کے کلام میں نہایت احتیاط اور حد درجہ باریک بینی ہے۔ جرح و تعدیل میں اُن کی گفتگو پر غور و فکر کرنے والے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ یقیناً وہ بہت زیادہ مرتبہ (کسی ضعیف راوی کے متعلق) کہتے ہیں:

''انہوں (یعنی علمائے حدیث) نے اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا۔''

''اس میں نظر (یعنی قابلِ ملاحظہ کمزوری) ہے''

''انہوں نے اُسے چھوڑ دیا''

اور اسی قسم کے (جملے)۔

وہ بہت ہی کم کسی کے متعلق کہیں گے:

''کذّاب'' [یعنی بہت جھوٹ بولنے والا]

''بہت زیادہ اپنی طرف سے (احادیث) جوڑنے والا''

بلکہ وہ کہیں گے:

''فلاں نے اس کی تکذیب کی۔''

''فلاں نے اُسے جھوٹ بولنے والا کہا''

خطیب بغدادی نے بکر بن مُنیر کے حوالے سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"إِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ، وَلَا يُحَاسِبُنِيْ أَنِّيْ اغْتَبْتُ أَحَدًا." [1]

[''بے شک میں یقیناً امید رکھتا ہوں، کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا، تو وہ میرا کسی کی غیبت کرنے کی بنا پر محاسبہ نہ کریں گے۔''

---

[1] تاریخ بغداد 13/2. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 439/12؛ و طبقات الشافعية الكبرىٰ 432/1؛ و هدي الساري ص 480.

حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے:

''ان کے ایک شاگرد نے عرض کیا:

"يَقُوْلُوْنَ: "إِنَّكَ تَنَاوَلْتَ فُلَانًا ."

[''لوگ کہتے ہیں: ''بے شک آپ نے فلاں شخص کو نشانۂ تنقید بنایا ہے۔'']

انہوں نے فرمایا:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا ذَكَرْتُ أَحَدًا بِسُوْءٍ إِلَّا أَنْ أَقُوْلَ سَاهِيًا . وَ مَا يَخْرُجُ اسْمُ فُلَانٍ مِّنْ صَحِيْفَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ." [1]

[''ہر عیب سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں! (یعنی میں تو نہیں، لیکن) میں نے کسی کا (بھی عمداً) بُرا تذکرہ نہیں کیا، سوائے اس کے، کہ میں سہواً کچھ کہوں اور فلاں شخص کا نام (بھی) روزِ قیامت میرے نامۂ اعمال سے نہیں نکلے گا۔''] [2]

اللہ اکبر! کہاں امام بخاری اور کہاں ہم ایسے بے قابو زبان والے ناکارے!

اے رب کریم! ہمیں معاف فرما دیجیے اور بقیہ زندگی زبان کو قابو رکھتے ہوئے امام بخاری کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ!

(10) سنت پر عمل کے لیے غیر معمولی اہتمام:

سنت کے مطابق تکفین کی وصیت:

محمد بن ابی حاتم نے امام بخاری کے بوقتِ وفات احوال بیان کرتے ہوئے ذکر کیا:

"وَ كَانَ فِيْمَا قَالَ لَنَا، وَ أَوْصَى إِلَيْنَآ أَنْ:

"كَفِّنُوْنِيْ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَ لَا عَمَامَةٌ ."

[''اور انہوں نے ہمیں جو باتیں کہی تھیں اور اُن کی ہمیں وصیت کی، اُن میں سے ایک یہ تھی، کہ:

---

[1] سیر أعلام النبلآء 445/12.

[2] یعنی جس شخص کا بُرا تذکرہ کرنے کا الزام مجھ پر لگایا جا رہا ہے، میں نے زندگی بھر کبھی اس کا نام بھی نہیں لیا۔

"مجھے تین سفید کپڑوں میں کفنانا، اُن میں قمیص ہو اور نہ پگڑی ہو۔"]

فَفَعَلْنَا ذٰلِكَ ." ❶

ہم نے ویسے ہی کیا۔"]

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّ لَا عَمَامَةٌ ." ❷

["بے شک رسول اللہ ﷺ تین کپڑوں میں کفنائے گئے، ان میں قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی۔"]

اللہ اکبر! جینا سنت کے مطابق اور بوقتِ وفات کفن کے لیے وصیت بھی سنت کے مطابق!

رب العالمین کی رحمت سے امید ہے، کہ محشر، حوضِ کوثر، پل صراط اور جنت الفردوس میں بھی، سنت والے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

اے ربِّ کریم! ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں، اہل و عیال اور نسلوں کو ایسا جینا اور ایسا مرنا نصیب فرمانا۔ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ .

(11) نماز میں خشوع و خضوع:

محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

"محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کو اُن کے ایک دوست نے باغ میں دعوت پر بلایا۔ جب لوگوں کو نمازِ ظہر پڑھانے سے فارغ ہوئے، تو نفل پڑھنے شروع کیے، جب نفل ادا کر چکے، تو قمیص اوپر اُٹھائی اور ایک ساتھی سے فرمایا:

"أُنْظُرْ! هَلْ تَرٰى تَحْتَ قَمِيْصِي شَيْئًا؟"

---

❶ سیر أعلام النبلاء 467/12. نیز ملاحظہ ہو: البداية و النهاية 533/14؛ و هدي الساري ص 493.

❷ متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الكفن بغير قميص، رقم الحديث 1272، 14/3؛ و صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في كفن الميت، رقم الحديث 45-(941)، 649/2. الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

[''دیکھیے! کیا آپ میری قمیص کے نیچے کوئی چیز دیکھ رہے ہیں؟'']

فَإِذَا ذَنْبُوْرٌ قَدْ أَبَرَهُ فِي سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا، وَ قَدْ تَوَرَّمَ مِنْ ذٰلِكَ جَسَدُهُ.

[''تو ایک بھِڑ ❶ نے انہیں سولہ یا سترہ جگہ پر ڈنک مارا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اُن کے جسم میں ورم بن چکا تھا۔'']

لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا:

"كَيْفَ لَمْ تَخْرُجْ مِنَ الصَّلَاةِ أَوَّلَ مَا أَبَرَكَ؟"

[''آپ اُس کے پہلے کاٹنے پر ہی نماز سے کیوں نہیں نکلے؟'']

انہوں نے جواب دیا:

"كُنْتُ فِيْ سُوْرَةٍ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُتِمَّهَا." ❷

[''میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا، اس لیے میں نے چاہا، (کہ نماز کو جاری رکھوں، تاکہ) اُسے پورا کرلوں۔'']

اللہ اکبر! نماز میں اس قدر خشوع وخضوع، کہ توفیق الٰہی سے

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ ❸

تصویر نظر آتے ہیں۔

اور قرآن کریم سے ایسا گہرا اور دلی تعلّق، کہ ایسی سنگین اور اذیت ناک حالت میں بھی سورت مکمل کیے بغیر تلاوت چھوڑنے کے لیے طبیعت آمادہ نہ ہو! اس کے مقابلے میں ہم

---

❶ بھِڑ: ''زرد رنگ کا کیڑا، جس کے ڈنک میں تکلیف دہ زہر ہوتا ہے۔ یہ کیڑا اچھتے بنا کر رہتا ہے۔ (علمی اُردو لغت جامع ص 276)۔ فیروز اللغات اُردو جدید میں ہے: بھِڑ: زنبور، دھموڑی۔ (ملاحظہ ہو: ص 138)۔

❷ سیر أعلام النبلاء 442/12. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 2/12-13؛ و طبقات الشافعیة الکبریٰ 432/1؛ و هدي الساري 481-482.

❸ سورة المؤمنون / الآیتان 1-2. ترجمہ: [یقیناً کامیاب ہوگئے ایمان والے، وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔'']

ایسے ناکارے، کہ ایک مکھی کا پاس سے گزرنا، ہماری توجہ...... اگر وہ ہو، تو...... پھیرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیں، معاف فرما دیں اور اپنے سلف صالحین کے طریقے کی جانب لوٹا دیں۔ إِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ .

⑫ مسجد کی صفائی وستھرائی کا شدید اہتمام:

اس بارے میں دو واقعات ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

i: محمد بن عباس فِرَبْرِی نے بیان کیا:

[''میں ابوعبداللہ بخاری کے ساتھ فِرَبْر میں مسجد میں بیٹھا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ میں نے چیونٹی کے برابر ایک تنکا اُن کی داڑھی سے نکالا اور اُسے مسجد میں پھینکنے کا قصد کیا، تو انہوں نے فرمایا:

"أَلْقِهَا خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ ."[1]

[''اسے مسجد سے باہر پھینکو۔'']

ii: محمد بن منصور نے بیان کیا:

[''ہم ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل کی مجلس میں تھے، تو ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی سے تنکا لیا اور اُسے زمین پر پھینک دیا۔'']

انہوں نے بیان کیا:

[''میں نے محمد بن اسماعیل کو دیکھا، کہ وہ اُس (تنکے) کی جانب اور لوگوں کی طرف دیکھے جا رہے ہیں۔ جب لوگ (تنکے کی جانب سے) بے توجہ ہوئے، تو میں نے دیکھا، کہ انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر تنکے کو زمین سے اٹھا کر اپنی جیب میں داخل کر دیا۔ جب وہ مسجد سے باہر آئے، تو اُسے (جیب سے) نکالا اور زمین پر پھینک دیا۔''][2]

---

[1] سیر أعلام النبلاء 445/12. [2] تاریخ بغداد 13/2.

حافظ ابن حجر نے اس روایت میں حسبِ ذیل اضافہ بھی ذکر کیا ہے:

"فَكَأَنَّهُ صَانَ الْمَسْجِدَ عَمَّا تُصَانُ عَنْهُ لِحْيَتُهُ." ①

["تو گویا، کہ یقیناً انہوں نے مسجد کو اُس چیز (یعنی تنکے) سے محفوظ کیا، جس سے ڈاڑھی کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔"]

اللہ اکبر! امام بخاری اُس ذمہ داری کی اہمیت کو کس قدر سمجھنے اور اس کی پاس داری کرنے والے تھے، جو کہ رب العالمین نے اپنے خلیل ابراہیم اور اُن کے صاحبزادے اسماعیل علیہما السلام کو سونپی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ ②

[ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو تاکیدی حکم دیا، کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے خوب پاک رکھو]۔

اور جس ذمہ داری کی پاس داری کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو دیا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِالْمَسَاجِدِ أَنْ تُبْنٰى فِي الدُّوْرِ، وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ." ③

---

① هدي الساري ص 481.

② سورة البقرة / جزء من الآية 125. نیز ملاحظہ فرمائیے: سورة الحج/ جزء من الآية 26.

③ سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، رقم الحديث 451، 89/2؛ و السنن للإمام ابن ماجه، أبواب المساجد و الجماعات، باب تطهير المساجد و تطييبها، رقم الحديث 758، ص 157. الفاظِ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ شیخ البانی اور شیخ عصام نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود 92/1؛ و صحیح سنن ابن ماجه 126/1؛ و حاشية السنن ص 157).

[''بے شک رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے، انہیں خوب صاف ستھرا رکھنے اور معطر کرنے کا حکم دیا۔'']

⑬ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے خود کو تیار رکھنا:

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

[''میں نے ایک دن انہیں گُدی کے بل چت لیٹے ہوئے دیکھا اور ہم فِربر میں تھے اور وہ اپنی ''کتاب التفسیر'' ترتیب دے رہے تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ احادیث کی تخریج کرتے ہوئے، خود کو (خوب) تھکایا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا:

"إِنِّيْ أَرَاكَ تَقُوْلُ:

"إِنِّيْ مَآ أَثْبَتُّ ❶ شَيْئًا بِغَيْرِ عِلْمٍ قَطُّ مُنْذُ عَقَلْتُ."

فَمَا الْفَائِدَةُ فِي الْاِسْتِلْقَآءِ؟"

[''بے شک میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنتا ہوں:

''میں نے سنِ شعور سے لے کر کبھی کوئی کام بغیر علم کے (یعنی بے فائدہ) نہیں کیا''،

تو (اس طرح) چت لیٹنے میں کیا فائدہ ہے؟''

انہوں نے جواب دیا:

"أَتْعَبْنَآ أَنْفُسَنَا الْيَوْمَ. وَ هٰذَا ثَغْرٌ مِنَ الثُّغُوْرِ، خَشِيْتُ أَنْ يَّحْدُثَ حَدَثٌ مِنْ أَمْرِ الْعَدُوِّ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْتَرِيْحَ، وَ آخُذَ أُهْبَةً. فَإِنْ غَافَصَنَا الْعَدُوُّ كَانَ بِنَا حَرَاكٌ." ❷

[''ہم نے آج اپنی جانوں کو (خوب) تھکایا ہے اور یہ سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے۔ ❸ مجھے خدشہ ہوا، کہ دشمن کی جانب سے (اچانک) کوئی کارروائی

---

❶ تاریخ بغداد میں ہے: "إِنِّيْ مَا أَتَيْتُ شَيْئًا." [ترجمہ: ''میں کوئی کام نہیں کرتا۔'']

❷ سیر أعلام النبلآء 444/12. نیز دیکھیے: تاریخ بغداد 14/2؛ و هدي الساري ص 480.

❸ یعنی یہ ایک سرحدی شہر ہے، اس کے بالکل پڑوس میں دشمن ہے۔

ہو، لہٰذا میں نے (کچھ) آرام کر کے خود کو تیار کرنا پسند کیا، (تاکہ) اگر دشمن اچانک حملہ کر دے، تو ہم میں (مقابلے کی) ہمت ہو۔''

اس واقعہ میں یہ حقیقت جلوہ گر ہے، کہ اُن کی نگاہ میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور خود کو اس غرض سے چاک و چوبند رکھنے کی اہمیت کس قدر زیادہ تھی!

انتہائی زیادہ علمی مشغولیات بھی اس عظیم ذمہ داری سے انہیں غافل اور بے پروا نہیں کر سکیں۔

اللہ اکبر! حکمِ ربانی:

﴿وَ أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [1]

ترجمہ: [اور ان کے مقابلے کے لیے تاحدِّ استطاعت قوت تیار کرو]۔

پر عمل کی توفیقِ الٰہی سے کس قدر سچی تصویر نظر آتے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ اپنے تخصّص [علم حدیث] سے بھی معمولی غفلت تک نہیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

دو مزید دروس:

i: اس واقعہ میں یہ بات بھی واضح ہے، کہ حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنے لیے زندگی بھر کے لیے یہ ضابطہ بنا رکھا تھا، کہ کسی بے کار کام یا بات میں اپنا وقت اور صلاحیتیں صرف نہیں کرنی۔

وہ کس قدر استقلال سے اس اصول پر عمل پیرا رہے، کہ سنِ شعور سے کبھی کسی بے کار کام میں خود کو مشغول نہیں کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْهُ. آمِيْنَ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ. [2]

---

[1] سورة الأنفال / جزء من 60.

[2] ترجمہ: [وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں]۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں بھی اُس سے محروم نہ فرمائیے۔ آمِيْنَ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

ii: اسی واقعہ سے اُن کا اپنے شاگرد اور خادم سے بے تکلفانہ عمدہ معاملہ بھی اجاگر ہوتا ہے، کہ اُس نے انہیں چت لیٹے ہوئے دیکھتے ہی ایک خالص شخصی اور تنقیدی سوال کر دیا۔ انہوں نے خفا ہونے کی بجائے اطمینان وسکون سے اُس کا تسلّی بخش جواب دیا۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

(14) صرف وعدہ ہی نہیں، نیت کی بھی پاس داری:

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے ابوسعید بکر بن مُنیر کے حوالے سے بیان کیا ہے:

[''ایک شخص (1) نے (امام) محمد بن اسماعیل (بخاری) کو سامانِ (تجارت) بھیجا۔ بعض تاجروں نے پانچ ہزار درہم نفع لے کر وہ سامان انہیں فروخت کرنے کی پیش کش کی۔ انہوں نے فرمایا:

"اِنْصَرِفُوا اللَّيْلَةَ."

[''(اب) رات کو آپ تشریف لے جائیے۔'']

(اگلی) صبح کو کچھ دوسرے تاجر آئے اور دس ہزار نفع دے کر وہ سامان اُن کے ہاتھوں فروخت کرنے کی پیش کش کی۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے انہیں واپس کر دیا:

"إِنِّي نَوَيْتُ الْبَارِحَةَ أَنْ أَدْفَعَ إِلَى الَّذِيْنَ طَلَبُوْا أَمْسِ بِمَا طَلَبُوْا أَوَّلَ مَرَّةٍ."

[''بے شک میں نے گزشتہ شب (ہی) نیت کر لی تھی، کہ میں یہ سودا پہلی پیش کش کرنے والوں کو، اُن کی پیش کش قبول کرتے ہوئے، دے دوں گا۔'']

بکر بن مُنیر ہی بیان کرتے ہیں:

"فَدَفَعَهَا إِلَيْهِمْ بِمَا طَلَبُوْا ...... يَعْنِي الَّذِيْنَ طَلَبُوْا أَوَّلَ مَرَّةٍ...... وَدَفَعَ إِلَيْهِمْ بِرِبْحِ خَمْسَةِ آلَافٍ، وَقَالَ:

(1) حافظ ابن حجر نے اُن کا نام ابوحفص تحریر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 479) اور وہ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کے خاص شاگرد تھے۔ (ملاحظہ ہو: سيرة البخاري ص 104)۔

"لا أُحِبُّ أَنْ أَنْقُضَ نِيَّتِيْ." [1]

["تو انہوں نے اُنہی کی پیش کش کے مطابق، انہیں وہ (سودا) دے دیا...... یعنی پہلی پیش کش والوں کو...... انہوں نے پانچ ہزار درہم کے نفع پر وہ (سودا) دے دیا (یعنی فروخت کر دیا۔ دس ہزار درہم کے نفع دینے والوں کے اضافی پانچ ہزار درہم چھوڑنے کی پروانہ کی) اور فرمایا:

"میں اپنی نیت کو توڑنا پسند نہیں کرتا۔"]

اللہ اکبر! وعدہ سے ہٹنے کے لیے حیلے بہانے تراشنا، عذر پیش کرنا، تاویل کے لیے جستجو کرنا، وعدہ توڑنا، یہ سب باتیں تو حضرت امام رحمہ اللہ کی سیرت سے کوسوں دور تھیں ہی، انہوں نے تو یہ بھی گوارا نہیں کیا، کہ جس سودے کے دینے کی انہوں نے اپنے دل میں نیت کی، اس سے بھی انحراف کریں، اگرچہ انہیں اس نیت کو پورا کرنے میں فوری طور پر پانچ ہزار درہم کا ظاہری طور پر خسارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے، کہ حضرت امام انہی سعادت مند لوگوں میں سے تھے، جن کے متعلق رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا﴾ [2]

ترجمہ: [اور جب عہد کرلیں، (تو) وہ اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں]۔

اور ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾ [3]

ترجمہ: [اور وہ جو اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں اور اپنے عہد کی پاس داری کرنے والے ہیں]۔

---

[1] تاريخ بغداد 2/11-12. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء 12/447-448، و هدي الساري ص 479-480؛ و سيرة البخاري ص 104؛ و تعليق سيرة البخاري ص 104.

[2] سورة البقرة / جزء من الآية 177.

[3] سورة المؤمنون / الآية 8؛ و سورة المعارج / الآية 32.

اور جن خوش بخت لوگوں کے بارے میں بشارتیں دی گئیں، کہ:

- ﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ❶

ترجمہ: [وہی لوگ ہیں، جنہوں نے (نیکی کی راہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہوئے) سچ کہا اور وہ ہی متقی لوگ ہیں]۔

- اور ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ❷

ترجمہ: [یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے]۔

- اور ﴿أُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ. الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ ❸

ترجمہ: [یہی لوگ ہیں، جو وارث ہوں گے، جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں]۔

- ﴿أُولٰئِكَ فِيْ جَنَّاتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ❹

ترجمہ: [یہی لوگ جنتوں میں عزت دیئے جانے والے ہیں]۔

(15) لوگوں کے حقوق کا شدید احساس:

اس بارے میں ذیل میں صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

''ایک دن ہم فِرَبْر سے سوار ہو کر تیر اندازی کے لیے نکلے، ہم اس راستے میں چلے، جس نے ہمیں (نہر کے گھاٹ) پر پہنچا دیا۔ ہم نے تیر اندازی شروع کی۔ ابوعبداللہ (یعنی حضرت امام) کا ایک تیر نہر کے پُل کی میخ پر ایسا بیٹھا، کہ پل کو نقصان پہنچا۔

جب ابوعبداللہ نے اسے دیکھا، تو اپنی سواری سے اترے، تیر کو میخ سے نکالا، تیر

---

❶ سورۃ البقرۃ / جزء من الآیۃ 177.
❷ سورۃ المؤمنون / الآیۃ الأولی.
❸ سورۃ المومنون / الآیتین 10-11.
❹ سورۃ المعارج / الآیۃ 35.

اندازی چھوڑ دی اور ہم سے فرمایا:

"اِرْجِعُوْا."

[''واپس چلو۔'']

ہم اُن کے ہمراہ (اپنے) ٹھکانے پر لوٹ آئے۔

مجھ سے فرمانے لگے:

"یَآ أَبَا جَعْفَرَ! لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ، تَقْضِيْهَا؟"

[''اے ابوجعفر! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ (کیا) تم اُسے سرانجام دو گے؟'']

میں نے عرض کیا:

"أَمْرُكَ طَاعَةٌ."

[''آپ کا حکم (یعنی اس کی تعمیل) طاعت (یعنی نیکی) ہے۔'']

انہوں نے فرمایا:

"حَاجَةٌ مُهِمَّةٌ."

وَ هُوَ يَتَنَفَّسُ الصُّعَدَآءَ.

''بہت اہمیت والا کام ہے۔''

اور وہ لمبے سانس لے رہے تھے۔

انہوں نے ہمارے ہمراہ ساتھیوں سے فرمایا:

"اِذْهَبُوْا مَعَ أَبِيْ جَعْفَرَ، حَتّٰى تُعِيْنُوْهُ عَلٰى مَا سَأَلْتُهُ."

[''ابوجعفر کے ساتھ جاؤ اور میری فرمائش (کی تکمیل) میں اُس کے ساتھ تعاون کرو۔'']

میں نے عرض کیا:

"أَيَّةُ حَاجَةٍ هِيَ؟"

[''وہ کون سا کام ہے؟'']

انہوں نے مجھے فرمایا:

"تَضْمَنُ قَضَاءَ هَا؟"

[''اسے سرانجام دینے کی ضمانت دیتے ہو؟'']

میں نے عرض کیا:

"نَعَمْ، عَلَى الرَّأْسِ وَ الْعَيْنِ."

[''(جی) ہاں۔ سرآنکھوں پر۔'']

انہوں نے فرمایا:

"يَنْبَغِي أَنْ تَصِيرَ إِلَى صَاحِبِ الْقَنْطَرَةِ، فَتَقُوْلَ لَهُ:

"إِنَّا قَدْ أَخْلَلْنَا بِالْوَتَدِ، فَنُحِبُّ أَنْ تَأْذَنَ لَنَا فِيْ إِقَامَةِ بَدَلِهِ، أَوْ تَأْخُذَ ثَمَنَهُ وَ تَجْعَلَنَا فِيْ حِلٍّ مِّمَّا كَانَ مِنَّا."

وَ كَانَ صَاحِبُ الْقَنْطَرَةِ حُمَيْدَ بْنَ الْأَخْضَرِ الْفِرَبْرِيَّ.

[''پل کے مالک کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو:

[''بلاشبہ ہم نے میخ کو خراب کیا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں، کہ آپ ہمیں اس (پل) کی جگہ دوسرا پل نصب کرنے کی اجازت دیجیے

یا اُس کی قیمت لے لیجیے اور ہم سے جو (خطا) ہوئی ہے، وہ ہمیں معاف کر دیجیے۔'']

پل کا مالک حمید بن اخضر فِرَبری تھا۔

(پل کے مالک نے) مجھ سے کہا:

"أَبْلِغْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ السَّلَامَ، وَ قُلْ لَّهُ:

"أَنْتَ فِيْ حِلٍّ مِّمَّا كَانَ مِنْكَ."

[''ابوعبداللہ کو (میرا) سلام عرض کیجیے اور اُن سے کہنا:

''آپ سے جو کچھ ہوا، اُس کے سبب آپ کے ذمے کچھ بھی نہیں۔'']

اس نے (یہ بھی) کہا:

"جَمِيْعُ مُلْكِيْ لَكَ الْفِدَآءُ." وَإِنْ قُلْتُ: "نَفْسِيْ"، أَكُوْنُ قَدْ كَذَبْتُ، غَيْرَ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أُحِبُّ أَنْ تَحْتَشِمَنِيْ فِيْ وَتَدٍ أَوْ فِيْ مُلْكِيْ."

"میری ہر چیز آپ پر قربان!" اور اگر میں کہتا: "میری جان (بھی آپ پر قربان، تو) میں جھوٹ بولتا، البتہ میں یہ پسند نہیں کرتا، کہ آپ میخ یا میری زیر ملکیت (کسی چیز) کے متعلق مجھے شرمندہ کریں۔"

"فَأَبْلَغْتُهُ رِسَالَتَهُ،

فَتَهَلَّلَ وَجْهُهُ، وَاسْتَنَارَ، وَأَظْهَرَ سُرُوْرًا، وَقَرَأَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ عَلَى الْغُرَبَآءِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ مِائَةِ حَدِيْثٍ، وَتَصَدَّقَ بِثَلَاثِ مِائَةِ دِرْهَمٍ."[1]

["پس میں نے انہیں (پل کے مالک کا) پیغام پہنچا دیا،

تو اُن کا چہرہ کھل گیا اور (خوشی سے) چمک اٹھا۔

انہوں نے اُس روز پردیسیوں کے لیے قریباً پانچ سو حدیثیں روایت کیں اور تین سو درہم (غرباء و مساکین میں) تقسیم کیے۔"

ii: محمد بن ابی حاتم نے (ہی) بیان کیا:

["میں نے ایک دفعہ انہیں (یعنی امام بخاری کو) ابو معشر کو، جو نابینا تھے، کہتے ہوئے سنا:

"اِجْعَلْنِيْ فِيْ حِلٍّ يَا أَبَا مَعْشَرٍ!"

["اے ابو معشر! مجھے معاف کر دیجیے۔"]

انہوں نے پوچھا:

"مِنْ أَيِّ شَيْءٍ؟"

[1] سیر أعلام النبلآء 12/443-444. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 480.

[''کس چیز سے (یعنی آپ کی کس خطا کی وجہ سے)؟'']

انہوں نے جواب دیا:

"رَوَيْتَ يَوْمًا حَدِيْثًا، فَنَظَرْتُ إِلَيْكَ، وَقَدْ أُعْجِبْتَ بِهٖ، وَأَنْتَ تُحَرِّكُ رَأْسَكَ وَيَدَكَ، فَتَبَسَّمْتُ مِنْ ذٰلِكَ."

[''آپ نے ایک روز حدیث روایت کی، تو میں نے آپ کی طرف دیکھا، تو آپ اس (کے بیان کرنے) کی وجہ سے بہت خوش تھے اور آپ اپنے سر اور ہاتھ کو ہلا رہے تھے (یعنی اسی خوشی میں جھوم رہے تھے)، تو میں اُس کی بنا پر مسکرا دیا۔'']

انہوں نے کہا:

"أَنْتَ فِيْ حِلٍّ، رَحِمَكَ اللّٰهُ! يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ!" [1]

[''اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں! (اس بنا پر) آپ کے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔'']

اللہ اکبر! دونوں واقعات میں امام بخاری کا ہر جملہ کتنی صراحت سے دوسروں کے حقوق کے سلسلے میں اُن کی انتہائی حساس طبیعت کی عکاسی کرتا ہے؟

اور ہر جملہ میں کسی کے حق میں سے کچھ بھی اپنے ذمے نہ رہنے دینے کی شدید تڑپ اور جدوجہد کس قدر نمایاں اور عیاں ہے؟

حضرت امام رحمہ اللہ اپنی روایت کردہ حسبِ ذیل حدیث پر عمل کی ...... توفیقِ الٰہی سے ...... زندہ تصویر نظر آ رہے ہیں:

"مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ أَوْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ لَهٗ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ." ..... الحديث [2]

---

[1] سير أعلام النبلآء 444/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 480.

[2] صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحلّلها له، هل يُبيّن مظلمته؟، جزء من رقم الحديث 2449، 101/5، عن أبي هريرة رضي الله عنه.

[''جس شخص کے ذمے اپنے بھائی کی عزت یا کسی چیز میں سے کوئی زیادتی ہو، تو وہ اُس سے آج فارغ ہو جائے، اس سے پہلے، کہ (وہ دن آ جائے، کہ) اُس کے پاس کوئی دینار ہو اور نہ درہم (، کہ وہ دے کر اپنی کی ہوئی زیادتی کی تلافی کر سکے)۔''......الحدیث۔

حضرت امام رحمہ اللہ حسبِ ذیل دعائے نبوی ﷺ کے...... ہمارے گمان کے مطابق، وَ الْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰی...... کس قدر مستحق نظر آتے ہیں:

"رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيْهِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ فِيْ عِرْضٍ أَوْ مَالٍ، فَجَآءَهُ، فَاسْتَحَلَّهُ، قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ، وَ لَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَ لَا دِرْهَمٌ." الحديث [1]

[''اللہ تعالیٰ (اس) بندے پر رحم فرمائیں، جس کے ذمے اپنے بھائی کی عزت یا مال کے بارے میں کوئی زیادتی ہو، تو وہ مواخذہ سے پہلے اس سے آج خود کو فارغ کر لے اور وہاں دینار ہو گا اور نہ درہم۔ (یعنی زیادتی کے بدلے میں دینے کے لیے کوئی مال نہیں ہو گا)۔'']

(16) لوگوں کے نفع کی خاطر دوڑ دھوپ:

حضرت امام رحمہ اللہ کے کاتب محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

[''ہم فِـرَبْـر میں تھے اور ابوعبداللہ (شہر) بخارا کے متصل (باہر) ایک مہمان سرا بنا رہے تھے۔ اُن کے ساتھ تعاون کی غرض سے بہت زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور وہ خود اینٹیں اٹھاتے تھے۔ میں اُن سے عرض کیا کرتا تھا:

"إِنَّكَ تُكْفٰى يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ!"

[''اے ابوعبداللہ! یقیناً آپ کفایت کیے گئے ہیں (یعنی اینٹیں اٹھانے والے

[1] جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب ما جآء في شأن الحساب و القصاص، جزء من رقم الحديث 2534، 87/7، عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔ شیخ البانی نے اسے [صحيح لغيره] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب و الترهيب 533/2. حافظ ابن حجر نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري 101/5).

دیگر بہت سے لوگ موجود ہیں، آپ تکلیف نہ فرمائیے)]۔"

تو وہ جواب میں فرماتے:

"هٰذَا الَّذِيْ يَنْفَعُنَا ."

["یہ ہے وہ (کام)، جو ہمیں نفع دے گا۔"]

"ثُمَّ أَخَذَ يَنْقُلُ الزَّنْبِرَاتَ مَعَهُ ."

["پھر انہوں نے (سامان کی) ٹوکریاں بھی اٹھانا شروع کردیں۔"]

انہوں نے اُن (لوگوں) کے لیے ایک گائے ذبح کی تھی۔ جب سالن تیار ہو گیا، تو انہوں نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ لوگوں کی تعداد سو یا اس سے زیادہ تھی اور اتنے زیادہ لوگوں کے جمع ہونے کا اندازہ نہیں تھا۔ ہم فِرَبْر سے تین درہم یا اس سے کچھ کم کی روٹیاں ہمراہ لے گئے ہوئے تھے۔ سب حاضرین کے رُوبرو انہیں رکھا گیا۔ سب نے کھانا تناول کیا اور کافی روٹیاں بچ گئیں۔"][1]

بعض اہلِ علم اور طلبہ سمجھتے ہیں، کہ علم سے اُن کے تھوڑے یا زیادہ تعلق کی بنا پر، لوگوں کی ذمہ داری ہے، کہ وہ بہرصورت اُن کی خدمت میں لگے رہیں۔ لوگوں کو نفع پہنچانا اور اُن کی خدمت کرنا، اُن کی کتابِ زندگی میں، جستجو کے باوجود، بمشکل ہی نظر آتا ہے۔

علم و عمل کے پہاڑ اور بحرِ بے کنار امام بخاری ایسے نہ تھے۔

اے ربِّ کریم! ہمیں بھی امت کے لیے خیر کا جذبہ اور انتھک عمل کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ إِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيْمٌ .

(17) جود و سخا:

اس بارے میں قدرے تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i: عام طرزِ عمل:

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں:

["وَ كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالْكَثِيْرِ ، يَأْخُذُ بِيَدِهٖ صَاحِبَ الْحَاجَةِ مِنْ أَهْلِ

---

[1] سير أعلام النبلآء 450/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 481.

الْحَدِيْثِ، فَيُنَاوِلُهُ مَا بَيْنَ الْعِشْرِيْنَ إِلَى الثَّلَاثِيْنَ، وَ أَقَلَّ وَأَكْثَرَ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّشْعُرَ بِذٰلِكَ أَحَدٌ.

وَ كَانَ لَا يُفَارِقُهُ كِيْسُهُ.

وَ رَأَيْتُهُ نَاوَلَ رَجُلًا مِرَارًا صُرَّةً فِيْهَا ثَلَاثُ مِائَةِ دِرْهَمٍ ...... وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ أَخْبَرَنِي بِعَدَدِ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ بَعْدُ...... فَأَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ:

"أُرْفُقْ، وَ اشْتَغِلْ بِحَدِيْثٍ آخَرَ"،

كَيْ لَا يَعْلَمَ بِذٰلِكَ أَحَدٌ." (1)

["اور وہ بہت زیادہ صدقہ (وخیرات) کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اہلِ حدیث (اشخاص) میں سے محتاج شخص کو پکڑتے اور اسے بیس سے تیس یا کم وبیش (درہم) دیتے، (لیکن) کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

اُن کی تھیلی ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتی۔

میں نے انہیں دیکھا، کہ انہوں نے ایک شخص کو متعدد بار ایک تھیلی دی، اور اس میں تین سو درہم ہوتے تھے ...... یہ تعداد اسی شخص نے مجھے بعد میں بتلائی ......

اس نے (اُن کے لیے) دعا کرنا چاہی، تو ابوعبداللہ نے اُس سے فرمایا:

"(میرے ساتھ) نرمی کرو۔ (2) اگلی حدیث کی طرف دھیان کرو۔

تاکہ کوئی بھی اُسے (یعنی اُن کے صدقہ دینے کو) جان نہ سکے۔"]

ii: خادم کے ساتھ طرزِ عمل:

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں:

"وَ كُنْتُ اشْتَرَيْتُ مَنْزِلًا بِتِسْعِ مِائَةٍ وَ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، فَقَالَ:

---

(1) سير أعلام النبلاء 450/12.

(2) یعنی میرے ارادے کی تکمیل میں رکاوٹ کھڑی نہ کرو۔ تمہارے اس طرح دعا کرنے سے میرا صدقہ دینا مخفی نہیں رہے گا۔

"لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ، تَقْضِيْهَا؟"

["اور میں نے ایک مکان نو سو بیس درہم میں خریدا تھا، تو انھوں نے مجھے فرمایا:

"مجھے تم سے ایک کام ہے، اُسے کرو گے؟"]

میں نے عرض کیا:

"نَعَمْ، وَ نُعْمٰی عَيْنٍ!"

["(جی) ہاں، اور (آپ کے حکم کی تعمیل میرے لیے) آنکھوں کی ٹھنڈک (ہے)۔"]

انھوں نے فرمایا:

["نوح بن ابی شداد صرّاف کے پاس جاؤ اور اس سے ایک ہزار درہم لے کر میرے پاس آؤ۔"]

میں نے (ویسے ہی) کیا، تو انھوں نے فرمایا:

"خُذْهُ إِلَيْكَ، فَاصْرِفْهُ فِيْ ثَمَنِ الْمَنْزِلِ."

["اسے لے جاؤ اور مکان کی قیمت (کی ادائیگی) میں خرچ کر لو۔"]

میں نے عرض کیا: "میں نے اُسے قبول کیا"،

اُن کا شکریہ ادا کیا اور ہم نے لکھنا شروع کر دیا اور تب ہم (صحیح) الجامع تصنیف کر رہے تھے۔

کچھ وقت بعد میں نے عرض کیا:

"عَرَضَتْ لِيْ حَاجَةٌ، لَا أَجْتَرِئُ رَفْعَهَا إِلَيْكَ."

["میرے سامنے ایک ضرورت آئی ہے، (لیکن) میں اُسے آپ کے روبرو پیش کرنے کی (خود میں) جرأت نہیں پا رہا۔"]

انھوں نے سمجھا، کہ میں مزید (درہم لینے) کا طمع کر رہا ہوں۔

انھوں نے فرمایا:

"لَا تَحْتَشِمْنِيْ، وَ أَخْبِرْنِيْ بِمَا تَحْتَاجُ، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ أَكُوْنَ

مَأْخُوْذًا بِسَبَبِكَ ."

[''مجھ سے ہچکچاؤ نہیں (یعنی اپنی ضرورت میرے رُوبرو ذکر کرتے ہوئے تردّد نہ کرو)۔ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے، مجھے بتلاؤ، کیونکہ بلاشبہ مجھے ڈر ہے، کہ میں تمہاری وجہ سے (روزِ قیامت) پکڑا جاؤں۔'']

میں نے عرض کیا: ''کیسے؟''

انہوں نے فرمایا:

"لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخى بَيْنَ أَصْحَابِهِ ."

[''کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے (مہاجر اور انصاری) صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کیا (یعنی ایک ایک مہاجر صحابی کو ایک ایک انصاری صحابی کا بھائی قرار دیا۔)'']

پھر انہوں نے سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما والی حدیث کا ذکر کیا۔ [1]

میں نے عرض کیا:

"قَدْ جَعَلْتُكَ فِي حِلٍّ مِنْ جَمِيعِ مَا تَقُوْلُ، وَ وَهَبْتُ لَكَ الْمَالَ الَّذِي عَرَضْتَهُ عَلَيَّ ."

عَنَيْتُ الْمُنَاصَفَةَ، وَ ذٰلِكَ أَنَّهُ قَالَ:

"لِي جَوَارٍ وَ امْرَأَةٌ، وَ أَنْتَ عَزْبٌ، فَالَّذِي يَجِبُ عَلَيَّ أَنْ أُنَاصِفَكَ لِنَسْتَوِيَ فِي الْمَالِ وَغَيْرِهِ، وَ أَرْبَحُ عَلَيْكَ فِي ذٰلِكَ ."

[''آپ جو کچھ فرما رہے ہیں، میں اس سب کچھ کے بارے میں آپ کو معاف کرتا ہوں اور وہ مال آپ کو ہبہ کرتا ہوں، جو آپ نے مجھے پیش فرمایا ہے۔'']

میرا مقصود (اُن کی جانب سے) اپنی ہر چیز کا نصف مجھے دینا تھا، یہ (بات میں

---

[1] امام بخاری نے اسے اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: كتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبي ﷺ بين المهاجرين و الأنصار، رقم الحديث 3980، عن إبراهيم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، 112/7.

نے) اس لیے (کہی)، کیونکہ بے شک انہوں نے فرمایا تھا:

''میری لونڈیاں اور عورت (یعنی بیوی) ہے اور تم بغیر بیوی کے ہو، سو مجھ پر واجب ہے، کہ اپنی ہر چیز کو تمہارے ساتھ برابر برابر تقسیم کروں، تاکہ ہم مال اور دیگر چیزوں میں ایک جیسے ہو جائیں۔ ایسا کرنے سے میں تم سے زیادہ فائدہ اٹھاؤں گا۔''

میں نے عرض کیا:

"قَدْ فَعَلْتَ ......رَحِمَكَ اللّٰهُ...... أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ، إِذْ أَنْزَلْتَنِيْ مِنْ نَّفْسِكَ مَا لَمْ تُنْزِلْ أَحَدًا ، وَ حَلَلْتُ مِنْكَ مَحَلَّ الْوَلَدِ . "

[''یقیناً آپ نے ...... اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں ...... اس سے زیادہ کیا ہے، جب آپ نے مجھے اپنے دل میں وہ حیثیت دی ہے، جو کہ آپ نے کسی اور کو نہیں دی اور میں آپ کے نزدیک بیٹے جیسی حیثیت حاصل کر چکا ہوں۔'']

پھر انہوں نے میری پہلی گفتگو کا اہتمام کرتے ہوئے پوچھا:

"مَا حَاجَتُكَ؟"

''تیری ضرورت کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

"تَقْضِيْهَا؟"

''آپ اُسے پورا کریں گے؟''

انہوں نے جواب دیا:

"نَعَمْ ، وَ أُسَرُّ بِذٰلِكَ . "

[(''جی) ہاں، اور میرے لیے (اسے پورا کرنا) باعثِ مسرت ہوگا۔'']

میں نے عرض کیا:

"هٰذِهِ الْأَلْفُ تَأْمُرُ بِقَبُوْلِهِ ، وَ اصْرِفْهُ فِيْ بَعْضِ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ . "

[''یہ ایک ہزار (درہم) ہے، آپ (کسی شاگرد کو) اُسے قبول کرنے کا حکم دے دیجیے، اور اُسے اپنی کسی ضرورت (کے پورا کرنے) میں خرچ فرما لیجیے۔'']

"فَقَبِلَهُ، وَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ ضَمِنَ لِي قَضَاءَ حَاجَتِي."

[''انہوں نے اُسے قبول فرمالیا، کیونکہ وہ میری ضرورت (جو میں ان کے رُوبرو بیان کرنے سے ہچکچا رہا تھا) کے پورا کرنے کا وعدہ کر چکے تھے۔'']

پھر ہم دو دن (صحیح) الجامع کی تصنیف میں لگے رہے اور اس دن ہم نے ظہر تک بہت زیادہ لکھا، پھر ہم نے ظہر ادا کی۔ کوئی چیز (بھی) کھائے بغیر پھر لکھنے لگے۔ انہوں نے عصر کے قریب مجھے قدرے مضطرب اور غیر مانوس دیکھا، تو انہوں نے خیال کیا، کہ میں اُکتا گیا ہوں۔ اصل صورتِ حال یہ تھی، کہ میں نے قضائے حاجت کو روکا ہوا تھا۔ میں اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور اسی کے فکر میں اُلٹ پُلٹ رہا تھا۔

ابوعبداللہ گھر میں داخل ہوئے اور ایک کاغذ میں میرے لیے تین سو درہم لے آئے اور فرمانے لگے:

"أَمَّا إِذَا لَمْ تَقْبَلْ ثَمَنَ الْمَنْزِلِ، فَيَنْبَغِي أَنْ تَصْرِفَ فِي بَعْضِ حَوَائِجِكَ."

[''اگر تم نے مکان کی قیمت قبول نہیں کی، تو مناسب ہے، کہ (یہ رقم لے کر) اپنی بعض ضروریات میں صرف کر لیجیے۔'']

"فَجَهَدَنِي، وَ لَمْ أَقْبَلْ."

[''انہوں نے بہت اصرار کیا، (لیکن) میں نے قبول نہیں کیا۔'']

پھر کچھ دنوں کے بعد بھی ہم ظہر تک لکھتے رہے، تو انہوں نے مجھے بیس درہم دیئے اور فرمایا:

"يَنْبَغِي أَنْ تَصْرِفَ هٰذِهِ فِي شِرَاءِ الْخُضْرِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ."

[''آپ کو چاہیے، کہ انہیں سبزی وغیرہ خریدنے میں صرف کر لیجیے۔'']
میں نے اس سے وہ کچھ خرید کیا، جس کے متعلق مجھے علم تھا، کہ وہ اُن کے مزاج کے مطابق تھا اور اُسے اُن کی جانب بھیج دیا۔ میں حاضر ہوا، تو مجھے فرمانے لگے:
"بَيَّضَ اللّٰهُ وَجْهَكَ، لَيْسَ فِيْكَ حِيْلَةٌ، فَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ نُعَنِّيَ أَنْفُسَنَا."
[''اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کو روشن فرمائیں۔ تم پر کوئی تدبیر نہیں چلتی، اس لیے ہمیں چاہیے، کہ اپنی جانوں کو (تمہارے بارے میں) مشقت میں نہ ڈالیں۔'']
میں نے اُن سے عرض کیا:
"إِنَّكَ قَدْ جَمَعْتَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، فَأَيُّ رَجُلٍ يَبَرُّ خَادِمَهٗ بِمِثْلِ مَا تَبَرُّنِيْ. إِنْ كُنْتُ لَا أَعْرِفُ هٰذَا، فَلَسْتُ أَعْرِفُ أَكْثَرَ مِنْهُ."[1]
[''بے شک آپ نے درحقیقت دنیا و آخرت کی خیر سمیٹ رکھی ہے۔ کون سا شخص اپنے خادم کے ساتھ اس طرح نیکی کرتا ہے، جیسے آپ میرے ساتھ کر رہے ہیں؟ اگر میں اس بارے میں لاعلم ہوں، تو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔'']

❀ دونوں بیانات میں سیرتِ امام بخاری کے متعلق نو باتیں:

i: بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنا، اس کے لیے ہمہ وقت تیار اور مستعد رہنا اور لینے والے شخص کے انکار کے باوجود متعدد مرتبہ دینے کی کوشش کرنا۔

ii: صدقہ کرنے کے لیے حسنِ انتخاب، وہ اپنے صدقات حدیث کے طلبہ کو دیا کرتے تھے۔ علامہ غزالی لکھتے ہیں:
''اپنے صدقات ایسے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہیے، جن کی وجہ سے صدقات کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو، جیسے اہلِ علم پر صدقات خرچ کرنا، کیونکہ

---

[1] سیر أعلام النبلآء 12/451-452.

اس سے انہیں حصولِ علم میں مدد ملے گی۔'' [1]

iii: اپنے صدقہ کو مخفی رکھنا اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے صدقہ لینے والے کو اپنے لیے بلند آواز سے دعا کرنے سے منع کرنا۔

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[''سات (اقسام کے) لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دیں گے، جس دن، کہ اُن کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

اور انہی سات اقسام کے لوگوں میں سے ایک قسم کے متعلق فرمایا:

''وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰی، حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ.'' [2]

[''اور ایک شخص نے صدقہ کیا، اور اُسے اس قدر مخفی رکھا، کہ اس کے بائیں (ہاتھ) کو خبر نہ ہوئی، کہ اس کے دائیں (ہاتھ) نے کیا خرچ کیا ہے۔'']

iv: اپنے ساتھ کام کرنے والے خادم، شاگرد کے حالات سے آگاہی اور حسبِ ضرورت تعاون۔

v: معمولی کوتاہی بھی نہ کرنے اور کثرت احسان کے باوجود روزِ قیامت مؤاخذہ کا اندیشہ۔

vi: احادیث کو پیشِ نظر رکھنا اور اُن کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے رہنا۔

vii: خادم اور شاگرد کے لیے اپنے ہاں موجود ہر چیز برابر برابر تقسیم کی پیش کش میں انصاری صحابی سعد رضی اللہ عنہ کی کمال اتباع۔

viii: وعدہ کے پہلے سے نامعلوم خلافِ رغبت آثار کے باوجود، اس کی مکمل پاس داری۔

ix: خادم اور شاگرد کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے دعا کرنا۔ [3]

---

[1] بحوالہ تفسیر القاسمي 250/3. نیز مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رزق کی کنجیاں ص 89-90.

[2] صحیح البخاري، كتاب الأذان، باب من جلس ينتظر صلاة، ......، جزء من رقم الحديث 660، 143/2.

[3] ملاحظہ ہو: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم ص 144-150.

⑱ بہت زیادہ احسان کرنے والے:

اس سلسلے میں ذیل میں دو واقعات ملاحظہ فرمائیے:

i: کرایہ دار کے بسا اوقات معمولی ہدیہ دینے پر سو درہم سالانہ ہدیہ دینا:

محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

"كَانَتْ لَهُ قِطْعَةُ أَرْضٍ يَكْرِيهَا كُلَّ سَنَةٍ بِسَبْعِ مِائَةِ دِرْهَمٍ . فَكَانَ ذٰلِكَ الْمُكْتَرِي رُبَمَا حَمَلَ مِنْهَا إِلَى أَبِي عَبْدِاللّٰهِ قِثَّاةً أَوْ قِثَّاتَيْنِ . فَكَانَ يَهَبُ لِلرَّجُلِ مِائَةَ دِرْهَمٍ كُلَّ سَنَةٍ لِحَمْلِهِ الْقِثَّاءَ إِلَيْهِ أَحْيَانًا . [1]

[اُن کا ایک زمین کا قطعہ تھا، جسے وہ سات سو درہم سالانہ کرایہ پر دیتے تھے۔ وہ کرایہ دار بسا اوقات ابوعبداللہ کی خدمت میں ایک یا دو ککڑیاں بطور تحفہ بھیجتا۔ بسا اوقات ککڑی بھیجنے کی بنا پر وہ (یعنی امام بخاری) اُسے ہر سال سو درہم بطورِ تحفہ دیتے۔

(یعنی سات سو درہم کی بجائے چھ سو درہم سالانہ کرایہ لیتے)]

اللہ اکبر! بسا اوقات ایک یا دو ککڑیاں بطورِ تحفہ دینے والے کرایہ دار کو باقاعدگی سے سالانہ کرایہ میں سے سو درہم بطورِ تحفہ ہدیہ دے دیتے تھے۔ وہ حسبِ ذیل آیت کریمہ کی ...... میرے گمان کے مطابق ...... چلتی پھرتی تصویر نظر آتے ہیں:

﴿وَ إِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا﴾ [2]

ترجمہ: [اور جب تمہیں سلام کہا جائے، تو تم اُس سے اچھا جواب دو]۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ!

---

[1] ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 449/12.

[2] سورۃ النسآء / جزء من الآیۃ 86.

ii: باز پُرس پر بدتمیزی کرنے والی لونڈی کو آزاد کرنا:

عبداللہ بن محمد الصارفی ❶ بیان کرتے ہیں:

''میں ابو عبداللہ کے ساتھ اُن کے گھر میں حاضر تھا۔ اُن کے ہاں ایک لونڈی آئی اور اس نے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، تو اُس نے اُن کے سامنے پڑی ہوئی دوات سے ٹھوکر کھائی، تو انہوں نے اُس سے فرمایا:

"كَيْفَ تَمْشِيْنَ؟"

[''کیسے چل رہی ہو؟'']

اُس نے کہا:

"إِذَا لَمْ يكُنْ طَرِيْقٌ، كَيْفَ أَمْشِيْ؟"

[''جب راستہ نہ ہو، (تو) میں کیسے چلوں؟'']

فَبَسَطَ يَدَيْهِ، وَ قَالَ لَهَا: "اِذْهَبِيْ فَقَدْ أَعْتَقْتُكِ."

[انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے اُس سے فرمایا: ''جاؤ میں نے تجھے آزاد کردیا۔'']

بعد میں اُن سے کہا گیا:

"يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ! أَغْضَبَتْكَ الْجَارِيَةُ؟"

[''اے ابوعبداللہ! لونڈی نے تو آپ کو غصہ دلایا (اور آپ نے غصہ کرنے کی بجائے اُسے آزاد کردیا؟)'']

انہوں نے (جواب میں) فرمایا:

"إِنْ كَانَتْ أَغْضَبَتْنِيْ، فَإِنِّي أَرْضَيْتُ نَفْسِيْ بِمَا فَعَلْتُ." ❷

---

❶ حافظ ابن حجر اور مولانا مبارکپوری نے [الصیارفی] لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هدي الساي 480؛ و سيرة البخاري ص 103)۔

❷ سیر أعلام النبلآء 452/12۔

[''اگر اُس نے مجھے غصہ دلایا ہے، تو بے شک میں نے جو کیا ہے، اس کے ساتھ اپنے نفس کو راضی کر دیا ہے۔'']

معاف کرنا معمولی بات نہیں، یہ تو متقی اور محسن لوگوں کی نمایاں صفات میں سے ایک صفت ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی:

﴿وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ ❶

ترجمہ: [اور لوگوں سے درگزر کرنے والے]۔

امام بخاری لونڈی کو معاف کرنے پر نہیں رکے، بلکہ اس کے ساتھ احسان کرتے ہوئے اسے آزاد بھی کر دیا۔ امام بخاری اپنے اس طرزِ عمل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیسی سچی پیروی کر رہے تھے، کہ انہوں نے پیاری بیٹی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے میں شریک ہونے والے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کو نہ صرف معاف کر دیا، بلکہ اس کے ساتھ رو کے ہوئے احسان کو بھی جاری کر دیا۔

⑲ اہلِ اقتدار سے بے نیازی:

اس سلسلے میں ذیل میں اُن کی سیرت سے دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

i: محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

ایک قرض دہندہ نے ابوعبداللہ (امام بخاری) کی بہت بڑی رقم دبا لی۔ ہم اُن کے ہمراہ تھے، کہ خبر آئی، کہ وہ شخص آمل ❷ پہنچا ہے۔ ہم نے عرض کیا:

''مناسب ہے، کہ آپ تشریف لے چلیں اور اُس سے اپنا مال وصول کر لیجیے۔''

انہوں نے جواب میں فرمایا:

---

❶ سورة آل عمران / جزء من الآية 134.

❷ (آمل) غربی [جیحون] سے [مرو] جاتے ہوئے [بخارا] کی راہ میں ایک مشہور شہر۔ اس کے مقابل [جیحون] کے مشرق میں [فِرَبْر] ہے، جسے تاتاریوں نے تاراج کیا۔ (ملاحظہ ہو: مراصد الاطلاع 6/1. منقول از: تعليق سيرة البخاري، هامش 1، ص 99).

"لَيْسَ لَنَا أَنْ نُرَوِّعَهُ."

[''ہمارے لیے مناسب نہیں، کہ ہم اُسے خوف زدہ کریں۔'']

پھر قرض دار کو فربر میں (اس کے متعلق ہونے والی بات کی) خبر ہوئی، تو خوارزم [1] چلا گیا۔ ہم نے عرض کیا:

''آپ کو چاہیے، کہ آمل کے حاکم ابوسلمہ کُشانی سے خوارزم کے (حاکم کے) لیے چٹھی لکھوائیں، کہ اُسے گرفتار کر کے آپ کا حق اُس سے دلوائے۔'']

انہوں نے جواب دیا:

"إِنْ أَخَذْتُ مِنْهُمْ كِتَابًا طَمِعُوا مِنِّي فِي كِتَابٍ، وَلَسْتُ أَبِيعُ دِيْنِي بِدُنْيَايَ."

[''اگر میں نے اُن سے (اپنے فائدے کی خاطر) چٹھی لی، تو وہ بھی (اپنی کسی مصلحت کے لیے) مجھ سے چٹھی لینے کا طمع کریں گے اور میں اپنا دین، اپنی دنیا کے عوض بیچنے والا نہیں ہوں۔'']

(اُن کے شاگرد محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا):

ہم نے بہت کوشش کی، لیکن انہوں نے چٹھی نہ لی، ہم نے اُن کی اجازت کے بغیر حاکم سے گفتگو کی، تو اُس نے خوارزم کے حاکم کو لکھ دیا۔

جب ابوعبداللہ کو اس کا علم ہوا، تو بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا:

"لَا تَكُوْنُوْا أَشْفَقَ عَلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ."

[''تم مجھ سے زیادہ میرے خیر خواہ نہ بنو۔'']

خوارزم میں اپنے کسی شاگرد کو لکھا، کہ میرے قرض دار کو پریشان نہ کیا جائے۔

اُن کا قرض دار آمل لوٹ آیا اور پھر مرو کا قصد کیا۔ تاجر اکٹھے ہوئے اور حاکم کو خبر دی گئی، کہ ابوعبداللہ اپنے مقروض کی جستجو اور تلاش میں نکلے ہیں، تو اُس نے مقروض پر سختی کرنے

---

[1] (خوارزم): متصل عمارتوں والا ایک بہت بڑا علاقہ، جیحون پر اس کی بستیاں قریب قریب ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مراصد الاطلاع 6/1، بحواله تعليق سيرة البخاري، حاشيه 2، ص 99.)

کا ارادہ کیا، (لیکن) ابوعبداللہ نے اِسے ناپسند کیا اور اپنے قرض دار سے طے کر لیا، کہ وہ ہر سال ❶ انہیں دس درہم دے دیا کرے اور کل (واجب الذمہ رقم) پچیس ہزار درہم تھی۔ اس رقم سے انہیں ایک درہم بھی نہ ملا۔ ❷

ii: بکر بن مُنیر بن خُلید بن عسکر نے بیان کیا:

(بخارا کے) گورنر خالد بن احمد ذُہلی نے محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) کو پیغام بھیجا: ''اپنی کتاب ''الجامع''، ''التاریخ'' اور دیگر (کتابیں) لے کر میرے ہاں تشریف لائیے، تاکہ میں آپ سے سنوں۔'' ❸

انہوں نے اس کے قاصد سے فرمایا:

''أَنَا لَا أُذِلُّ الْعِلْمَ، وَلَا أَحْمِلُهُ إِلَى أَبْوَابِ النَّاسِ؛ فَإِنْ كَانَتْ لَكَ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ حَاجَةٌ، فَاحْضُرْ فِي مَسْجِدِي، أَوْ فِي دَارِي. وَإِنْ لَمْ يُعْجِبْكَ هٰذَا، فَإِنَّكَ سُلْطَانٌ، فَامْنَعْنِي مِنَ الْمَجْلِسِ، لِيَكُونَ لِي عُذْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لِأَنِّي لَا أَكْتُمُ الْعِلْمَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ، فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ بِلَجَامٍ مِّنْ نَّارٍ.''

[''میں علم کو ذلیل نہیں کرتا اور نہ اُسے لوگوں کے دروازوں پر اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ اگر آپ کو اس بارے میں کسی چیز کی ضرورت ہے (یعنی کچھ علم حاصل کرنے کا شوق ہے)، تو میرے پاس میری مسجد یا میرے گھر آئیے۔

اگر آپ کو یہ (میرا جواب) پسند نہ ہو، تو مجھے (درس کے لیے) بیٹھنے سے روک دیجیے، تاکہ وہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور میرے لیے عذر ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی:

---

❶ حافظ ابن حجر نے ہر ماہ لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو: وهدي الساري 479).

❷ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 446/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 479.

❸ یہ واقعہ امام بخاری کے، تکمیل کے بعد، شہر بخارا میں مسندِ درس پر متمکن ہونے کے بعد کا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سیرة البخاري ص 114).

''جس سے علم طلب کیا گیا اور اُس نے اُسے چھپایا، تو اُسے (دوزخ کی) آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''❶ ❷

اللہ اکبر! مذکورہ بالا دونوں واقعات میں امام بخاری کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہلِ اقتدار سے بے نیازی اور استغناء کس قدر جلوہ گر ہے!

اُن کی باریک بین اور دُور رَس نگاہیں کس شدت سے بھانپ چکی تھیں، کہ اہلِ اقتدار سے کچھ لینا، اُن کی جانب سے کچھ دینے کے مطالبے، کی خاطر تیار رہنے کی تنبیہ ہے۔[کچھ لو اور کچھ دو] [Give And Take] کے فلسفے نے کتنے ہی دین و عزت والوں کو ذلیل و خوار کر رکھا ہے۔ ربِّ کریم اپنی رحمت سے اس بُری خصلت سے محفوظ فرمائیں۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ!

نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا:

''وَ مَنْ أَتَی السُّلْطَانَ فَقَدِ افْتُتِنَ.''

''جو سلطان کے دروازے پر جائے، وہ آزمائش میں پڑ گیا۔''❸

ایک مزید درس:

امام بخاری کا اپنے مقروض سے معاملہ کس قدر کریمانہ تھا!

---

❶ اسے حضراتِ ائمہ احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور دیگر نے روایت کیا۔ ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحديث 7571، 13/17-18؛ و سنن أبي داود، كتاب العلم، باب كراهية منع العلم، رقم الحديث 3653، 10/66؛ و "السنن" للإمام ابن ماجه، أبواب السنة، باب من سُئل عن علم فكتمه، رقم الحديث 266، ص 85. شیخ ارناؤوط نے [المسند کی سند کو صحیح]، شیخ البانی نے ابوداود کی [حدیث کو حسن صحیح] اور شیخ عصام نے ابن ماجہ کی [حدیث کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند 13/18؛ و صحيح سنن أبي داود 2/696؛ و هامش "السنن" لابن ماجه ص 85).

❷ سير أعلام النبلآء 12/464.

❸ اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود، كتاب الصيد، باب في اتّباع الصيد، جزء من رقم الحديث 2486-2859، 2/552؛ و صحيح سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب، جزء من رقم الحديث 1840-2371، 2/253-254).

اُن کے مشفقانہ رویہ سے یہی گمان ہوتا ہے...... وَ الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی......
کہ وہ اسی مقام و مرتبہ کو توفیقِ الٰہی سے پانے والے ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ نے حسبِ ذیل حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے:

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ يُظِلَّهُ تَحْتَ عَرْشِهِ، فَلْيُنْظِرْ مُعْسِرًا."[1]

["جو شخص اس بات کو پسند کرے، کہ اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی سنگین مصیبتوں سے نجات اور عرش کے نیچے سایہ دیں، تو وہ تنگ دست کو ڈھیل دے۔"]

(20) قوی و ضعیف کی اُن کے ہاں برابری:

عبدالمجید بن ابراہیم نے بیان کیا:

"مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، كَانَ يُسَوِّي بَيْنَ الْقَوِيِّ وَ الضَّعِيفِ."[2]

["میں نے محمد بن اسماعیل ایسا (شخص) نہیں دیکھا، وہ قوی اور ضعیف میں برابری کرتے تھے۔"]

لوگوں کی ایک بڑی اکثریت کا طرزِ عمل اس سے یکسر مختلف نظر آتا ہے۔ لوگوں سے معاملہ کرتے ہوئے، اُن کی نگاہ اُن کے مال و اسباب، اقتدار و اختیار، جاہ و جلال، غرضیکہ کسی نہ کسی دنیوی بات پر اٹکی اور لٹکی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ سمجھتے ہیں، کہ پیشِ نظر لوگوں میں ایسی مطلوبہ دنیوی برتری ہے، جس سے وہ کچھ دنیوی مفاد حاصل کر پائیں گے، تو وہ

---

[1] منقول از: مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب من فرّج عن معسر أو أنظره أو ترك الغارم، 134/4. حافظ ہیثمی نے لکھا ہے، کہ اسے امام طبرانی نے (المعجم) [الأوسط] میں روایت کیا ہے اور اس کے [راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 134/4). نیز ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب: [قرض کے فضائل و مسائل] ص 64-68. شیخ البانی نے اسے [صحيح لغيره] قرار دیا ہے۔ (صحيح الترغيب و الترهيب 539/1).

[2] سير أعلام النبلاء 449/12.

اُن کے لیے بچھے جاتے ہیں۔ اگر کیفیت اس کے برعکس ہو، تو مصافحہ کرنا، تو دور کی بات، اُن کی جانب دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، حسبِ ذیل ارشادِ نبوی ﷺ اُن پر کس طرح چسپاں ہوتا ہے!

''تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ. إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَ إِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ ...... الحديث''[1]

ترجمہ: [''دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، چادر کا بندہ برباد ہو جائے۔ اگر اُسے (کچھ) دیا جائے، تو خوش ہو جائے۔ اگر نہ دیا جائے، تو روٹھ جائے...... الحدیث۔'']

لیکن امام بخاری کے ہاں ان دنیوی امور کی بنا پر بالکل تفریق نہیں تھی۔ خوش نصیب حضرات، جن کی نگاہ آخرت پر ہوتی ہے، وہ ان باتوں کو عزت وتکریم کا معیار کیسے بنا سکتے ہیں؟

اے ربِّ کریم! ہم ناکاروں کو بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ ور فرما دیجیے۔ آمِیْن یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ!

(21) خادم کے آرام کا خیال:

ضرورت کے باوجود اسے بیدار کیے بغیر رات کو خود کام کرنا:

محمد بن ابی حاتم کاتب نے بیان کیا:

[جب میں ابوعبداللہ کے ہمراہ سفر میں ہوتا، تو بسا اوقات سردیوں کے علاوہ، (دیگر موسموں میں) ہم ایک ہی گھر میں قیام کرتے۔ میں انہیں دیکھتا، کہ وہ ایک ہی رات میں پندرہ سے بیس مرتبہ اٹھتے۔ چقماق پکڑتے اور اپنے ہاتھ سے آگ جلا کر چراغ روشن کرتے، احادیث نکالتے، اُن پر نشان لگاتے، پھر اپنا سر (تکیہ پر) رکھتے۔ رات کے آخر وقت میں تیرہ رکعت ادا کرتے (ان میں سے) وتر ایک رکعت ہوتا۔]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله، جزء من رقم الحديث 2887، 81/6.

محمد بن ابی حاتم مزید کہتے ہیں:

"وَ كَانَ لَا يُوْقِظُنِيْ فِيْ كُلِّ مَا يَقُوْمُ."

''وہ کسی مرتبہ بھی مجھے بیدار نہیں کرتے تھے۔''

میں نے عرض کیا:

"إِنَّكَ تَحْمِلُ عَلَى نَفْسِكَ كُلَّ هٰذَا، وَ لَا تُوْقِظُنِيْ؟"

[''آپ اپنی جان پر یہ سب بوجھ ڈالتے ہیں اور مجھے بیدار نہیں کرتے۔'']

(جواب میں) فرماتے:

"أَنْتَ شَابٌّ، فَلَا أُحِبُّ أَنْ أُفْسِدَ عَلَيْكَ نَوْمَكَ." [1]

[''تم جوان ہو، سو میں تم پر تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا۔'']

امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

"إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ. جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ. فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَ لْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَ لَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ. فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ." [2]

[''تمہارے بھائی تمہارے خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا۔ جس کا بھائی اس کے زیر دست ہو، تو وہ اس چیز سے اُسے کھلائے، جس سے وہ (خود) کھاتا ہے اور اُسی چیز سے پہنائے، جس سے وہ (خود) پہنتا ہے۔ انہیں کسی ایسے کام کی تکلیف نہ دو، جو اُن پر غالب ہو جائے۔ [3] پس اگر تم انہیں (ایسے کام کی) تکلیف دو، تو اُن کی اعانت کرو۔'']

---

[1] تاریخ بغداد 2/13-14. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 12/441؛ و هدي الساري ص 481.

[2] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية ......، جزء من رقم الحديث 30، 1/84.

[3] یعنی وہ اس کے سرانجام دینے سے عاجز آ جائیں۔

امام بخاری کا اپنے خادم کے ساتھ مذکورہ بالا طرزِ عمل آنحضرت ﷺ کے فرمان:

[انہیں ایسی بات کی تکلیف نہ دو، جو اُن پر غالب آ جائے]

کی کیسی عمدہ تصویر ہے! رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

22 تہمت والی بات سے نہایت دُوری:

اس سلسلے میں ذیل میں دو واقعات ملاحظہ فرمائیے:

حصولِ حدیث کی شدید تڑپ کے باوجود شبہ کی بنا پر روایات نہ لینا:

i: محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

[''امام محمد بن اسماعیل (بخاری) سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

"يَا أَبَا فُلَانٌ! تَرَانِي أُدَلِّسُ، وَقَدْ تَرَكْتُ عَشْرَةَ آلَافِ حَدِيْثٍ لِرَجُلٍ فِيْهِ نَظَرٌ. وَتَرَكْتُ مِثْلَهَا أَوْ أَكْثَرَ مِنْهَا لِغَيْرِهِ، لِي فِيْهِ نَظَرٌ." [1]

[''اے ابو فلاں! تم سمجھتے ہو، کہ بے شک میں تدلیس [2] کرتا ہوں؟ (حالانکہ) میں نے ایک شخص کی دس ہزار احادیث ترک کر دیں، کیونکہ مجھے اس میں تامل تھا [3] اور اسی قدر یا اس سے زیادہ ایک دوسرے شخص کی احادیث کو چھوڑا، کیونکہ وہ میرے نزدیک محلِ نظر تھا۔'']

---

[1] هدي الساري ص 481.

[2] [تدلیس] سے مراد سند کے عیب کو چھپانا اور اسے عمدہ ظاہر کرنا ہے۔

[تدلیس] کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔ یہاں...... غالباً...... [تدليس الإسناد] مقصود ہے۔ اس سے مراد: راوی کا کسی ایسے شخص سے حدیث روایت کرنا، جس سے اس نے وہ حدیث تو سنی نہ ہو، البتہ دیگر احادیث سنی ہوں، لیکن یہ بھی نہ کہے، کہ میں نے اس شیخ سے یہ حدیث سنی، البتہ سننے والا یہی سمجھے، کہ راوی نے یہ حدیث بھی اسی شیخ سے خود سنی۔ (ملاحظہ ہو: تیسیر مصطلح الحدیث ص 78-79).

[3] سیرۃ البخاری میں ہے: ''حالانکہ میں نے اسی تدلیس کے شبہ پر ایک شخص کی دس ہزار احادیث ترک کر دیں۔'' (ص 95)

ii: تہمت کے خوف سے دیناروں والی تھیلی دریا میں پھینکنا:

شیخ اسماعیل عجلونی لکھتے ہیں:

''اُن (یعنی امام بخاری) کے متعلق بیان کیا گیا ہے:

[''بے شک وہ احادیث کی جستجو میں (سفر کی خاطر) ایک کشتی میں سوار ہوئے، اُن کے پاس ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ کشتی میں موجود ایک شخص نے شیخ (امام بخاری) کی خدمت اور بہت زیادہ احترام کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اُن کا اُس کی جانب میلان ہو گیا۔ انہوں نے اُسے اپنے پاس موجود چیزوں کا (بھی) بتلا دیا۔ اُس شخص نے ظاہر کیا، کہ وہ سو رہا ہے اور پھر بیدار ہوا، چیخنا چلانا شروع کیا اور اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا:

''وَيْحَكَ! مَالَكَ؟

[''تیرا ستیاناس ہو! تجھے کیا ہوا؟'']

اُس نے جواب دیا:

''كَانَ مَعِي كِيْسٌ، فِيْهِ أَلْفُ دِيْنَارٍ، وَ قَدْ سُرِقَ مِنِّيْ.''

[''میرے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں ایک ہزار دینار تھے، بے شک وہ مجھ سے چوری کر لی گئی ہے۔]

انہوں (یعنی کشتی میں سوار لوگوں) نے ایک دوسرے کی تلاشی لینی شروع کی۔

شیخ (یعنی امام بخاری) نے تھیلی سمندر میں پھینک دی ہوئی تھی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ جب انہوں نے (امام) بخاری کی تلاشی لی، تو اُن کے پاس تھیلی کو نہ پایا۔

(پھر) اُن (یعنی کشتی میں سوار) لوگوں نے اُس شخص کو بُرا بھلا کہا اور مارا۔

جب وہ (سب) لوگ (سمندر سے) باہر آئے، تو اُس شخص نے شیخ سے علیحدگی میں کہا:

"مَا فَعَلْتَ بِالْكِيْسِ؟"

["آپ نے تھیلی کا کیا کیا؟"]

انہوں نے جواب دیا:

"أَلْقَيْتُهُ فِي الْبَحْرِ."

["میں نے اُسے سمندر میں پھینک دیا۔"]

اس نے کہا:

"هَلْ سَمَحَتْ نَفْسُكَ بِذَهَابِ أَلْفِ دِيْنَارٍ؟"

["کیا آپ کے نفس نے گوارا کیا، کہ ایک ہزار دینار چلا جائے؟"]

شیخ نے اُسے جواب دیا:

"يَا قَلِيْلَ الْعَقْلِ! أَنَا أَذْهَبْتُ عُمُرِيْ وَ مَالِيْ فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْثِ، وَ قَدْ ثَبَتَ عِنْدَ النَّاسِ أَنِّيْ ثِقَةٌ. أَفَلَا أَنْفِي عَنِّيْ اسْمَ السَّرِقَةِ؟"[1]

["اے کم عقل! میں نے اپنی عمر اور اپنا مال حدیث طلب کرنے میں صرف کر دیا ہے اور یقیناً لوگوں کے ہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ بلاشبہ میں ثقہ ہوں۔ کیا میں اپنے آپ سے چوری کا الزام دُور نہ کروں؟"]

امام بخاری نے مذکورہ بالا دونوں واقعات میں بظاہر کتنا بڑا خسارہ برداشت کیا۔ پہلے واقعہ میں ایک راوی کے محلِ نظر ہونے کی بنا پر اس کی روایت کردہ دس ہزار روایات اور دوسرے راوی کی اتنی تعداد یا اس بھی زیادہ روایات یکسر چھوڑ دیں۔ محدثین نے ایک ایک روایت کے حصول کی خاطر کس قدر مشقت اٹھائی، لیکن یہاں روایات کی اتنی بڑی تعداد ترک کی جا رہی ہیں۔

دوسرے قصے میں مالی خسارہ، کہ اپنے ذاتی ایک ہزار دینار سے خود کو محروم کرنا، کوئی معمولی مالی خسارہ نہیں تھا، لیکن ان قربانیوں کے ساتھ اپنی شخصیت کو داغ دار ہونے سے بچانا،

[1] الفوائد الدراري ص 51-52. نیز ملاحظہ ہو: سیرة البخاري ص 96-97.

یہ درحقیقت نقصان کی بجائے نفع کا سودا ہے۔

امام بخاری کے لیے ان قربانیوں کا دینا، توفیقِ الٰہی سے آسان کیونکر نہ ہوتا، کہ ان کے رُوبرو اسوۂ حسنہ، ان کی ہی روایت کردہ حدیث کی صورت میں موجود تھا۔

رسول اللہ ﷺ دورانِ اعتکاف زیارت کے لیے آئی ہوئی زوجۂ محترمہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مسجد نبوی کے دروازے پر الوداع کرنے کی غرض سے کھڑے تھے۔ دو انصاری صحابی رضی اللہ عنہما تیزی سے قریب سے گزرے، تو آنحضرت ﷺ نے اُن سے فرمایا:

"عَلٰى رِسْلِكُمَا. إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ- رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا-."[1]

"اپنے معمول کی چال چلو۔ بلاشبہ وہ صفیہ بنت حیی- رضی اللہ عنہا- ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ!"

"سبحان اللہ! اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ!"

"وَ كَبُرَ عَلَيْهِمَا."

[اور ان دونوں پر (یہ بات) بہت گراں گزری۔"][2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَبْلَغَ الدَّمِ. وَ إِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ

---

[1] ایک دوسری روایت میں ہے: "تَعَالَيَا. إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ- رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا-." ["رک جائیے! بے شک وہ صفیہ بنت حیی- رضی اللہ عنہا- ہیں۔"] (صحيح البخاري، كتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه، جزء من رقم الحديث 2038، 282/4).

[2] کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے سامنے اپنی صفائی پیش فرمائیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ- ﷺ-! هَلْ نَظُنُّ بِكَ إِلَّا خَيْرًا؟"

[ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ کے رسول- ﷺ-! کیا ہم آپ کے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی اور گمان کرتے ہیں؟"] (فتح الباري 279/4).

فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.''[1]

[ترجمہ: بے شک شیطان کی ابن آدم سے وہاں تک رسائی ہے، جہاں تک خون پہنچتا ہے اور یقیناً مجھے اندیشہ ہوا، کہ وہ تم دونوں کے دلوں میں کچھ (یعنی میرے متعلق بدظنی) ڈال دے۔'']

بلاشبہ سلامتی، سعادت، خیر وفلاح کی راہ حضرت محمد کریم ﷺ کی راہ ہے۔ مذکورہ بالا دونوں واقعات دلالت کرتے ہیں، کہ امام بخاری اسی راستے کے راہی تھے اور اس پر چلنے کی خاطر علمی اور مالی، ہر دو قسم کے نقصانات کی پروا نہیں کرتے تھے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

حافظ ابن حجر دوسرے واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَ فِيْهِ التَّحَرُّزُ مِنَ التَّعَرُّضِ لِسُوْءِ الظَّنِّ وَ الْاِحْتِفَاظُ مِنْ كَيْدِ الشَّيْطَانِ وَ الْاِعْتِذَارُ.''[2]

[ترجمہ: ''اس (واقعہ) میں بدگمانی کا نشانہ بننے سے بچاؤ، شیطان کے مکر سے بچنے کی کوشش کرنا اور صورتِ حال کی وضاحت (کرنا ثابت ہوتا) ہے۔'']

حافظ ابن دقیق العید رقم طراز ہیں:

''وَ هٰذَا مُتَأَكِّدٌ فِيْ حَقِّ الْعُلَمَآءِ، وَ مَنْ يُّقْتَدٰى بِهٖ، فَلَا يَجُوْزُ لَهُمْ أَنْ يَّفْعَلُوْا فِعْلًا يُوْجِبُ سُوْءَ الظَّنِّ بِهِمْ، وَ إِنْ كَانَ لَهُمْ فِيْهِ مَخْلَصٌ، لِأَنَّ ذٰلِكَ سَبَبٌ إِلٰى إِبْطَالِ الْاِنْتِفَاعِ بِعِلْمِهِمْ.''[3]

[''یہ (بات) علماء اور جن کی پیروی کی جاتی ہے، کے بارے میں اور زیادہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتكاف، باب يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد؟، جزء من رقم الحديث 2035، 278/4.

[2] المرجع السابق 280/4.

[3] منقول از: فتح الباري 280/4.

ضروری ہے۔ اُن کے لیے جائز نہیں، کہ وہ کوئی ایسا کام کریں، جس کی بنا پر اُن کے متعلق بدگمانی پیدا ہو، اگرچہ اُن کے لیے اُسے کرنے میں گنجائش بھی ہو، کیونکہ وہ اُن کے علم سے استفادے کو ختم کردے گا۔'']

(23) کم خوری:

حضرت امام رحمہ اللہ کا کھانا پینا بہت ہی معمولی اور کم تھا۔ اس بارے میں حسبِ ذیل تین اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

i: محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں:

''وَ كَانَ قَلِيْلَ الْأَكْلِ جِدًّا، كَثِيْرَ الْإِحْسَانِ إِلَى الطَّلَبَةِ، مُفْرِطَ الْكَرَمِ.''[1]

[''وہ نہایت کم کھانے والے، طلبہ کے ساتھ بہت زیادہ احسان کرنے والے اور غیر معمولی سخاوت والے تھے۔'']

ii: ان کے کاتب ابن ابی حاتم ہی نے بیان کیا:

''وَ كَانَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ رُبَّمَا يَأْتِي عَلَيْهِ النَّهَارُ، فَلَا يَأْكُلُ فِيْهِ رُقَاقَةً، إِنَّمَا كَانَ يَأْكُلُ أَحْيَانًا لَوْزَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَ كَانَ يَجْتَنِبُ تَوَابِلَ الْقُدُوْرِ مِثْلَ الْحُمَّصِ وَغَيْرِهٖ.''[2]

[''ابوعبداللہ بسا اوقات سارے دن میں کوئی روٹی نہ کھاتے، وہ صرف دو یا تین بادام کھالیتے۔ وہ نمک مرچ اور کھٹائی والے چٹ پٹے جیسے حمص وغیرہ، کھانوں سے گریز کرتے تھے۔'']

iii: ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری نے بیان کیا:

''إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ مَرِضَ، فَعَرَضُوْا مَاءَهٗ عَلَى

---

[1] هدي الساري ص 481.

[2] سير أعلام النبلآء 450/12.

الْأَطِبَّآءِ، فَقَالُوْا:

"إِنَّ هٰذَا الْمَآءَ يُشْبِهُ مَآءَ بَعْضِ أَسَاقِفَةِ النَّصَارٰى، فَإِنَّهُمْ لَا يَأْتَدِمُوْنَ، فَصَدَّقَهُمْ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ، وَقَالَ:

"لَمْ آتَدِمْ مُنْذُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً."

فَسَأَلُوْا عَنْ عِلَاجِهِ، فَقَالُوْا: "عِلَاجُهُ الْأَدَمُ."

فَامْتَنَعَ، حَتّٰى أَلَحَّ عَلَيْهِ الْمَشَايِخُ وَأَهْلُ الْعِلْمِ، فَأَجَابَهُمْ أَنْ يَأْكُلَ مَعَ الْخُبْزِ سُكْرَةً."[1]

["بے شک (امام) محمد بن اسماعیل بیمار ہوئے، تو اُن کا قارورہ طبیبوں کو دکھایا گیا، تو انہوں نے کہا:

"بلاشبہ یہ قارورہ تو نصرانیوں کے اُن درویشوں کے قارورے کی مانند ہے، جو سالن استعمال نہیں کرتے۔"

محمد بن اسماعیل نے اُن کی تصدیق کرتے ہوئے کہا:

"میں نے چالیس سال سے سالن استعمال نہیں کیا۔"

اس کے علاج کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا:

"اس کا علاج سالن ہے۔"

انہوں (یعنی امام بخاری) نے انکار کیا۔ (پھر) شیوخ اور اہلِ علم کے اصرار پر روٹی کے ساتھ شکر کھانا منظور کی۔"]

تینوں اقتباسات کے حوالے سے دو باتیں:

i: امام بخاری کے کھانے پینے میں سادگی، تکلفات سے نہایت دوری اور بہت ہی زیادہ کم

---

[1] هدي الساري ص 481.

خوری میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مبارک سیرتوں کی چلتی پھرتی زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ وہ حسبِ ذیل حدیث شریف پر عمل کی کیسی سچی تصویر تھے:

"مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ. حَسْبُ الْآدَمِيِّ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ.

فَإِنْ غَلَبَتِ الْآدَمِيَّ نَفْسُهُ، فَثُلُثٌ لِلطَّعَامِ، وَ ثُلُثٌ لِلشَّرَابِ، وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ." [1]

["انسان نے پیٹ سے بُرے کسی برتن کو نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے چند چھوٹے چھوٹے نوالے کافی ہیں، جو اُس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔

سو اگر انسان کا نفس اس پر غالب آ جائے، تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک

---

[1] حضراتِ ائمہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اسے حضرت مقدام بن مَعْدِیکَرِب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في كراهية كثرة الأكل، رقم الحديث 2486، 43/7-44؛ و السنن الكبرىٰ للنسائي، أبواب آداب الأكل، ذكر القدر الذي يستحب للإنسان من الأكل، رقم الحديث 6737، 268/6؛ و السنن للإمام ابن ماجه، الأطعمة، باب الاقتصاد في الأكل و كراهَةِ الشِّبَعِ، رقم الحديث 3349، ص 555؛ و الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الأطعمة، باب آداب الأكل، ذكر وصف أكل المسلمين الذي يجب عليهم استعماله رجاء ثواب نوال الخير في الدارين به، رقم الحديث 5236، 41/12-42). الفاظِ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح]، حضراتِ علماء البانی، عصام، ارناؤوط نے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 44/7؛ و صحيح سنن الترمذي 281/2؛ و هامش السنن لابن ماجه ص 555؛ و هامش الإحسان 41/12).

علامہ غزالی نے بیان کیا: "انہوں نے طبیبوں میں سے بعض فلسفی حضرات سے اس حدیث کا ذکر کیا، تو وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا:

"مَا سَمِعْتُ كَلَامًا فِي قِلَّةِ الْأَكْلِ أَعْظَمَ مِنْ هٰذَا. وَ اللّٰهِ! إِنَّهُ لَكَلَامٌ حَكِيمٌ." (منقول از: إنجاز الحاجة 607/9).

["میں نے کم خوری کے متعلق اس سے زیادہ عظیم بات نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً وہ تو سراپا حکمت بات ہے۔"]

تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے۔ (یعنی اس تقسیم سے انسان تجاوز نہ کرے)۔"]

ii: امام بخاری کی کم خوری کے مقابلے میں ہماری اکثریت کی کثرت خوری کس قدر ہے!
ہماری بہت بڑی تعداد کی توجہات کا محور و مرکز کیا ہے؟
کھانا، کھانا اور کھانا!
پھر کم خوری کے باوجود اُن کے کارہائے نمایاں کس قدر بلند و بالا اور عظیم المرتبت اور ہم ایسے کھاؤ اڑاؤ، کہ کھانے کے شیر اور کمانے کی بکری کی مانند ہیں۔
[کیا ہمارے [کارنامے] قابلِ ذکر بھی ہیں؟
اے اللہ کریم! ہم سب کو ہدایت دیجیے اور اپنے سلف صالحین کے طریقوں پر لے آیئے۔ آمِیْن یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ!

(24) شدید حاجت کے باوجود سوال سے گریز:

سفر میں خرچ ختم ہونے پر سوال کی بجائے گھاس پھوس پر گزارا:
امام بخاری نے خود بیان کیا:
"خَرَجْتُ إِلٰی آدَمَ بْنِ أَبِيْ إِیَاسٍ ، فَتَخَلَّفَتْ عَنِّيْ نَفَقَتِيْ ، حَتّٰی جَعَلْتُ أَتَنَاوَلُ الْحَشِیْشَ ، وَلَا أُخْبِرُ بِذٰلِكَ أَحَدًا .
فَلَمَّا كَانَ الْیَوْمُ الثَّالِثُ آتَانِيْ آتٍ ، لَمْ أَعْرِفْهُ ، فَنَاوَلَنِيْ صُرَّةَ دَنَانِیْرَ ، وَقَالَ:
"أَنْفِقْ عَلٰی نَفْسِكَ ." (1)
["میں آدم بن ابی ایاس (2) کی طرف روانہ ہوا، تو مجھ سے میرا خرچ ختم ہو گیا،

---

(1) سیر أعلام النبلاء 448/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 480.
(2) آدم بن ابی ایاس: امام بخاری کے شیوخ میں سے ایک۔ انہوں نے شام میں اُن سے احادیث سنیں۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 395/12).

یہاں تک کہ میں نے (کھانے کی بجائے) گھاس پھوس کھایا، (لیکن) میں نے اس کی کسی کو خبر نہ کی۔

جب تیسرا دن ہوا، تو ایک آنے والا آیا، میں نے اُسے پہچانا نہیں، اُس نے دیناروں کی ایک تھیلی مجھے تھمائی اور کہا:

''اسے خود پر خرچ کر لیجیے۔'']

اللہ اکبر! حسبِ ذیل ارشادِ نبوی ﷺ کس طرح حرف بحرف اُن پر پورا ہوا۔

''وَ مَنْ یَّسْتَعِفَّ یُعِفَّهُ اللّٰهُ.'' ❶

[ترجمہ: ''اور جو شخص سوال سے بچے، اللہ تعالیٰ اُسے مانگنے سے بچا لیتے ہیں۔'']

امام بخاری نے حدیث کے پہلے حصے پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُس کا دوسرا حصہ دکھا دیا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ کَمَا یُحِبُّهٗ وَ یَرْضَاهُ.

(25) مدح وثنا اور ردّ وقدح سے بے نیازی:

اس سلسلے میں ذیل میں دو شواہد ملاحظہ فرمایئے:

i: تعریف اور تنقید کرنے والے دونوں کی ان کے ہاں برابری:

امام بخاری نے فرمایا:

''اَلْمَادِحُ وَ الذَّآمُّ عِنْدِيْ سَوَآءٌ.'' ❷

[''(میری) مدح کرنے والا اور مذمت کرنے والا میرے نزدیک برابر ہیں۔'']

اللہ اکبر! رب ذوالجلال نے امام بخاری کو لوگوں سے کس قدر بے نیاز اور مستغنی فرما رکھا تھا۔ کسی کی تعریف کی خواہش، نہ کسی کی تنقید کا خوف۔ مدح وثنا سے پھولنے والے اور نہ ردّ و قدح سے گھبرانے اور پست ہمت ہونے والے۔ ایسے عظیم لوگ حق بات کہنے سے کیونکر رک سکتے اور ناحق پر احتساب سے کیسے خاموش رہ سکتے ہیں۔

---

❶ امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألة، جزء من رقم الحدیث 1469، 335/3).

❷ ما تمس إلیه حاجة القاريء ص 25.

ii: بخارا سے شہر بدر کیے جانے والے دن کا بیان:

امام بخاری کے اس عظیم فکر کی ترجمانی اُن کا حسبِ ذیل واقعہ بھی کرتا ہے:

ابراہیم بن معقل نسفی نے بیان کیا:

میں نے (امام) محمد بن اسماعیل کو بخارا سے شہر بدر کیے جانے کے دن دیکھا، تو اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"يَـآ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ! كَيْفَ تَرٰى هٰذَا الْيَوْمَ مِنَ الْيَوْمِ الَّذِيْ نُثِرَ عَلَيْكَ مَا نُثِرَ؟"

["اے ابوعبداللہ! آپ اِس دن کو اُس دن کے مقابلے میں کیسے دیکھتے ہیں، جس میں آپ پر بہت کچھ نچھاور کیا گیا؟" [1]]

انہوں نے جواب میں فرمایا:

"لَآ أُبَالِيْ إِذَا سَلِمَ دِيْنِيْ." [2]

["جب میرا دین سلامت ہے، تو مجھے کچھ پروا نہیں۔"]

اُن کی نگاہِ بلند میں اصل چیز اُن کے دین کی سلامتی ہے، عظیم الشان استقبال اور شہر بدر کیا جانا، دین کے صحیح و سالم اور محفوظ رہنے کی صورت میں لائقِ التفات اور قابلِ توجہ ہی نہیں۔

(26) شدید مخالفت کے اندیشے کے باوجود حق کو نہ چھپانا:

اس بارے میں مشورے پر ردِّ عمل:

احمد بن سیار کے کاتب ابراہیم نے بیان کیا:

"جب (امام) بخاری مرو تشریف لائے، تو استقبال کرنے والوں میں احمد بن سیار بھی تھے۔ احمد نے اُن سے کہا:

"يَـآ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ! نَحْنُ لَا نُخَالِفُكَ فِيْمَا تَقُوْلُ، وَ لٰكِنَّ الْعَآمَّةَ لَا تَحْمِلُ ذَا مِنْكَ."

[1] یعنی دینار، درہم اور شیرینیاں پھینکی گئیں۔

[2] سير أعلام النبلآء 463/12.

[''اے ابوعبداللہ! آپ جو کہتے ہیں، ہمیں آپ کی بات سے اختلاف نہیں، لیکن عوام اُسے آپ کی طرف سے سننا گوارا نہیں کرتے۔'']

(امام) بخاری نے فرمایا:

''إِنِّيْ أَخْشَى النَّارَ. أُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ أَعْلَمُهُ حَقًّا، أَنْ أَقُوْلَ غَيْرَهُ.'' ❶

[''درحقیقت میں (دوزخ کی) آگ سے ڈرتا ہوں۔ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے، (جسے) میں حق سمجھتا ہوں، (تو) میں اُس کی بجائے دوسری بات کہوں۔'']

اللہ اکبر! یہ تھی ...... ہمارے گمان کے مطابق ...... وہ خوش نصیب شخصیت، جسے ادراک و یقین تھا، کہ دوزخ کی آگ لوگوں کی عداوت کی آگ سے کہیں زیادہ شدید ہے!

اُن کے رُوبرو ارشادِ ربانی:

﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا﴾ ❷

[کہہ دیجیے! جہنم کی آگ کی گرمی بہت زیادہ گرم ہے۔]

تھا۔

امام بخاری اپنے مذکورہ بالا قصہ میں...... توفیقِ الٰہی سے...... حسبِ ذیل ارشادِ نبوی ﷺ کی چلتی پھرتی زندہ تصویر نظر آتے ہیں:

''أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُوْلَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ.'' ❸

---

❶ سير أعلام النبلاء 462/12.

❷ سورة التوبة / جزء من الآية 81.

❸ اسے حضراتِ ائمہ ابوداود الطیالسی، احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابویعلی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسند الطيالسي، رقم الحديث 2265، 609/3؛ و المسند، رقم الحديث 11017، 61/17؛ و السنن لابن ماجه، أبواب الفتن، باب الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر، رقم الحديث 4007، ص 653؛ و الإحسان في صحيح ابن حبان، كتاب ⇦⇦⇦

[''خبردار! کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت حق کہنے سے بالکل نہ روکے، جب وہ اسے جان لے۔'']

(27) اذیت پر صبر:

لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر اور بددعا سے گریز:

محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

[''ان (امام بخاری) کے بہت سے شاگرد اُن سے کہا کرتے تھے:

"إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ يَقَعُ فِيْكَ."

[''بے شک کچھ لوگ آپ کی عزت پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔'']

تو وہ جواب میں کہتے:

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾ (1)

[ترجمہ: بے شک شیطان کی چال ہمیشہ سے نہایت کمزور ہے]۔

اور وہ (یہ بھی) تلاوت کرتے:

﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ (2)

[ترجمہ: اور بُری تدبیر اپنے کرنے والے ہی کو گھیرتی ہے۔]

عبدالمجید بن ابراہیم نے اُن سے عرض کیا:

"كَيْفَ لَا تَدْعُوْ اللّٰهَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَكَ، وَيَتَنَاوَلُوْنَكَ، وَيَبْهَتُوْنَكَ؟"

⇦⇦⇦البر و الإحسان، باب الصدق و الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر، ذكر الزجر عن السكوت للمرء عن الحق ......، رقم الحديث 278، 1/511-512؛ و مسند أبي يعلى، رقم الحديث 238-(1212)، 2/419. الفاظِ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ شیخ البانی اور دیگر بہت سے محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه 2/368؛ و سلسلة الأحاديث الصحيحة 1/111؛ اور راقم السطور کی کتاب: "الحسبة: تعريفها، و مشروعيتها، و وجوبها" ص 47.

(1) سورة النسآء / جزء من الآية 76.

(2) سورة فاطر / جزء من الآية 43.

[''آپ ان لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حضور بددعا کیوں نہیں کرتے، جو آپ پر ظلم کرتے، آپ کی عزت پر ہاتھ ڈالتے اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں؟'']

انہوں نے جواب دیا:

[''نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اِصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِي عَلَی الْحَوْضِ ❶." ❷

[''تم صبر کرو، یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر مجھ سے ملاقات کرو۔'']

اللہ اکبر! امام بخاری کو...... ہمارے گمان کے مطابق...... اللہ تعالیٰ نے کس قدر بلند بخت والا بنایا!

﴿وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾ ❸

[اور وہ (صفت) انہی کو دی جاتی ہے، جو صبر کریں اور وہ اُسی کو عطا کی جاتی ہے، جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔]

اے رب کریم! ہر قسم کی اذیت سے ہم کمزوروں کو محفوظ رکھنا اور اگر اس میں مبتلا ہو جائیں، تو صبر کرنے والے خوش بخت لوگوں میں اپنی رحمت سے شامل فرمانا۔ آمِیْـــن یَـــا ذَالْجَلَالِ وَ الْإِکْرَامِ.

❀ دو نہایت قابلِ توجہ دروس:

i: امام بخاری کا آزمائش میں قرآن کریم سے راہنمائی اور اطمینان و سکون حاصل کرنا۔

ii: امام بخاری کا کٹھن اور انتہائی ناموافق اور ناسازگار حالات میں سنّتِ نبوی ﷺ پر

---

❶ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار: "اصبروا ...... رقم الحدیث 3792، و رقم الحدیث 3793، 117/7؛ و صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الأمر بالصبر عند ظلم الولاۃ ......، رقم الحدیث 48-(1845)، 1474/3.

❷ سیر أعلام النبلاء 461/12 باختصار.

❸ سورۃ فصلت (حمٓ السجدۃ) / الآیۃ 35.

عمل پیدا ہونا۔

(28) خصوصی صفات:

حسین بن محمد سمرقندی نے بیان کیا:

"كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ مَخْصُوْصًا بِثَلَاثِ خِصَالٍ مَّعَ مَا كَانَ فِيْهِ مِنَ الْخِصَالِ الْمَحْمُوْدَةِ:

- كَانَ قَلِيْلَ الْكَلَامِ،
- وَ كَانَ لَا يَطْمَعُ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ،
- وَ كَانَ لَا يَشْتَغِلُ بِأُمُوْرِ النَّاسِ، كُلُّ شُغْلِهِ كَانَ فِي الْعِلْمِ." [1]

["محمد بن اسماعیل میں، دیگر قابلِ تعریف خصلتوں کے، تین خصلتیں، خصوصی طور پر تھیں:

- وہ نہایت کم گو تھے،
- لوگوں کے پاس موجود چیزوں کا طمع نہیں کرتے تھے
- اور لوگوں کے معاملات میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے، اُن کی ساری دلچسپی علم میں تھی۔"]

اللہ اکبر! حضرت امام رحمہ اللہ درج ذیل احادیث کی عملی تصویر نظر آتے ہیں:

❀ حضرتِ معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

"كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا."

"وَ أَشَارَ إِلٰى لِسَانِهِ." [2]

---

[1] سیر أعلام النبلآء 12/448-449.

[2] یہ قدرے طویل حدیث کا حصہ ہے، جسے حضراتِ ائمہ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اِسے [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث 22016، 36/344-345؛ و جامع الترمذي، أبواب الإيمان، باب ما جآء في حرمة الصلاة، رقم الحديث 2749، 7/303-305؛ و السنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب التفسير، سورة السجدة، ⇦⇦⇦

[''اسے روک کر رکھیے۔'']

[اور آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا]۔

❀ اور ارشادِ نبوی ﷺ:

"وَ ازْهَدْ فِيمَا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ، يُحِبَّكَ النَّاسُ." ①

[''اور جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے بے نیاز ہو جاؤ، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔'']

اور نصیحتِ نبوی ﷺ:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ." ②

[''آدمی کے عمدہ اسلام میں سے غیر متعلقہ بات کو چھوڑنا ہے۔'']

اے ربِّ کریم! مجھے اور تمام اہلِ علم، طلبہ اور ہمارے اہل و عیال کو یہ تینوں خصلتیں عطا فرمادیجیے۔ آمِيْن يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ!

⇦⇦⇦ رقم الحدیث 1/11394، 428/6؛ و "السنن" لابن ماجه، أبواب الفتن، باب کف اللسان في الفتنة، رقم الحدیث 3973، ص 647-648؛ وصحیح الترغیب و الترهیب، کتاب الأدب وغیره، الترغیب في الصمت إلا عن خیر، و الترهیب من کثرة الکلام، رقم الحدیث 2866-(17)، 88/3-89).

① یہ امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث کا حصہ ہے۔ شیخ البانی نے اسے [حسن لغیره] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب و الترهیب، کتاب التوبة و الزهد، الترغیب في الزهد في الدنیا و الاکتفاء بالقلیل منها ......، رقم الحدیث 3213-(1)، 253/3)، عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه.

② حضرات ائمہ مالک، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الموطأ، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء في حسن الخلق، رقم الحدیث 3، 903/2؛ و المسند، رقم الحدیث 1737، 259/3؛ و صحیح الترغیب و الترهیب، کتاب الأدب وغیره، الترغیب في الصمت، رقم الحدیث 2881، (32)، 96/3. شیخ البانی اور شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [حسن لغیره] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 96/3؛ و هامش المسند 259/3).

(29) اولیاء اللہ سے دشمنی کی شدید سزا:

اس بارے میں ذیل میں دو اقتباسات ملاحظہ فرمایئے:

i: اذیت پہنچانے والوں کے انجام کے متعلق اُن کا بیان:

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں:

''میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا:

"لَمْ يَكُنْ يَتَعَرَّضُ لَنَا قَطُّ أَحَدٌ مِنْ أَفْنَآءِ النَّاسِ إِلَّا رُمِيَ بِقَارِعَةٍ، وَلَمْ يَسْلَمْ. وَكُلَّمَا حَدَّثَ الْجُهَّالُ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَّمْكُرُوْا بِنَا، رَأَيْتُ مِنْ لَيْلَتِي فِي الْمَنَامِ نَارًا تُوْقَدُ، ثُمَّ تُطْفَأُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْتَفَعَ بِهَا، فَأَتَأَوَّلُ قَوْلَهُ تَعَالَى:

﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ﴾ [1]

[''جب بھی لوگوں میں سے کوئی ہمارے درپے ہوتا، تو وہ مصیبت کا نشانہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) بنایا جاتا ہے۔ جب بھی جاہل لوگ ہمارے خلاف اپنے دلوں میں سازش کی تدبیر کرنے کا خیال لاتے، تو میں رات کو نیند میں دیکھتا، کہ آگ روشن کی گئی، پھر اس سے نفع حاصل کیے بغیر بجھا دیا گیا۔ میں اس (خواب) کی تعبیر (حسبِ ذیل) ارشادِ تعالیٰ کرتا ہوں:

[ترجمہ: جب کبھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتے ہیں۔]

محمد بن ابی حاتم مزید بیان کرتے ہیں:

"وَكَانَ هَجِيْرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ إِذَا أَتَيْتُهُ فِي آخِرِ مَقْدَمِهِ مِنَ الْعِرَاقِ:

''جب وہ عراق سے آخری مرتبہ تشریف لائے، تو میں اُن کے ہاں حاضری کے موقع پر رات کے آخری حصے میں دیکھتا، کہ اُن کی عادت تھی، کہ رات کو (حسبِ

[1] سورة المائدة / جزء من الآية 64.

ذیل آیت) پڑھتے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ إِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [1] [2]

[ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں، تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیں، تو پھر وہ کون ہے، جو اُن کے بعد تمہاری مدد کرے؟]

ii: اذیت پہنچانے والے حاکمِ شہر اور اُس کے ساتھیوں کا انجام:

امام حاکم نے روایت کیا ہے، کہ ابوبکر بن عمرو نے بیان کیا:

ابوعبداللہ بخاری کے (بخارا) شہر چھوڑنے کا سبب یہ تھا، کہ (بخارا کے گورنر) خالد بن احمد ذُھلی نے اُن سے درخواست کی، کہ وہ اُس کے گھر تشریف لائیں اور اُس کی اولاد کو (اپنی دو کتابیں) [التاریخ] اور (صحیح) [الجامع] پڑھائیں۔ انہوں نے انکار کیا، تو اس نے اہلِ بخارا میں سے حُریث بن ابی الورقاء وغیرہ سے گٹھ جوڑ کیا، جنہوں نے اُن کے عقیدے پر نکتہ چینی کی، تو اُس نے انہیں شہر سے نکال دیا۔

راوی نے بیان کیا:

انہوں نے اُن کے خلاف بددعا کرتے ہوئے کہا:

"اَللّٰهُمَّ أَرِهِمْ مَا قَصَدُوْنِي بِهِ فِي أَنْفُسِهِمْ، وَ أَوْلَادِهِمْ، وَأَهَالِيْهِمْ."

["اے اللہ! انہیں اُن کی جانوں، اُن کی اولادوں اور اُن کے گھر والوں میں وہ دکھائیے، جس کا انہوں نے میرے ساتھ قصد کیا۔"]

راوی نے بیان کیا:

"فَأَمَّا خَالِدٌ فَلَمْ يَأْتِ عَلَيْهِ أَقَلُّ مِنْ شَهْرٍ حَتّٰى وَرَدَ أَمْرُ الظَّاهِرِيَّةِ، بِـ"أَنْ يُنَادٰى عَلَيْهِ."

---

[1] سورۃ آل عمران / جزء من الآیۃ 160.

[2] سیر أعلام النبلاء 12/461-462.

''جہاں تک خالد کا تعلق ہے، تو اُس کے بارے میں ظاہریوں [1] کا ایک ماہ سے کم عرصے میں حکم پہنچا، کہ

[''اُس کے خلاف تشہیر کی جائے۔'']

"فَنُوْدِيَ عَلَيْهِ، وَ هُوَ عَلَى أَتَانٍ، وَ أَشْخِصَ عَلَى إِكَافٍ، ثُمَّ صَارَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى الذُّلِّ وَ الْحَبْسِ."

[سو اُسے گدھی پر سوار کر کے اُس کے خلاف منادی کی گئی۔ اُسے اس کی کاٹھی پر بٹھا کر گھمایا گیا۔ پھر اُس کا انجام کار (یہ ہوا)، کہ ذلیل ہوا اور قید خانے میں بند کیا گیا۔'']

"وَ أَمَّا حُرَيْثُ بْنُ أَبِي الْوَرْقَاءِ فَإِنَّهُ ابْتُلِيَ فِيْ أَهْلِهِ، فَرَأَى فِيْهَا مَا يَجِلُّ عَنِ الْوَصْفِ.

وَ أَمَّا فُلَانٌ فَابْتُلِيَ فِي أَوْلَادِهِ، فَأَرَاهُ اللّٰهُ فِيهِمُ الْبَلَايَا." [2]

[''اور جہاں تک حُریث بن ابی الورقاء کا تعلق ہے، تو یقیناً اُسے اپنے گھر والوں میں وہ مصیبت (وذلت) اٹھانی پڑی، جو ناقابل بیان ہے۔

جہاں تک فلاں شخص کا تعلق ہے، تو وہ اپنی اولاد کے بارے میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اُن میں ناقابل بیان رسوائیاں دکھائیں۔'']

حافظ ابن کثیر نے گورنر بخارا خالد ذُہلی کے متعلق نقل کیا ہے:

"وَ سُجِنَ فِي بُغْدَادَ حَتّٰى مَاتَ." [3]

[''اسے بغداد میں قید خانے میں بند کیا گیا، یہاں تک، کہ وہ (اُسی میں) فوت ہو گیا۔'']

---

[1] اس دور کے حکمران۔

[2] ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 2/33-34؛ و سیر أعلام النبلاء 12/464-465؛ و هدي الساري ص 493.

[3] البداية و النهاية 14/533.

دونوں اقتباسات کے حوالے سے پانچ باتیں:

i: اولیاء اللہ سے عداوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی دشمنی۔

ii: اللہ تعالیٰ کا اپنے اولیاء کو آخرت سے پہلے بھی ثبات وسکون عطا فرمانا۔

iii: اللہ والوں کا ربّ کریم کے قرآن مجید سے مضبوط تعلق اور مصائب وشدائد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پیشِ نظر رکھنا۔

iv: انتہائی سنگین اذیت کے سوا بددعا سے اجتناب۔

v: اللہ تعالیٰ کی جانب سے مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی شدید اور باعثِ عبرت گرفت۔

(30) اہلِ حق کے مخالفین کی ندامت اور اقرارِ حق:

اُن کی وفات کے بعد بعض مخالفین کا اظہارِ ندامت:

محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا:

"وَ ظَهَرَ عِنْدَ مُخَالِفِيْهِ أَمْرُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَ خَرَجَ بَعْضُ مُخَالِفِيْهِ إِلٰى قَبْرِهِ، وَ أَظْهَرُوْا التَّوْبَةَ وَ النَّدَامَةَ مِمَّا كَانُوْا شَرَعُوْا فِيْهِ مِنْ مَذْمُوْمِ الْمَذْهَبِ." [1]

["اُن (امام بخاری) کی وفات کے بعد اُن کے مخالفین کے لیے اُن کا معاملہ (یعنی اس کا حق وسچ) ہونا واضح ہو گیا۔ اُن مخالفین میں سے کچھ لوگ اُن کی قبر پر گئے اور ان کے بارے میں اپنے قابلِ مذمت طریقے پر توبہ وندامت کا اظہار کیا۔"]

اللہ اکبر! اُن مخالف لوگوں کا یہ طرزِ عمل ربّ ذوالجلال کے ارشادِ عالی:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [2]

---

[1] سیر أعلام النبلاء 467/12.

[2] سورة هود - عليه السلام - / جزء من الآية 49. [ترجمہ: پس صبر کیجیے، بے شک اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔] اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کا اعلان: سورة الأعراف / الآية 128؛ و سورة طٰه / الآية 132؛ و سورة القصص / الآية 83 میں بھی فرمایا۔

کا منہ بولتا زندہ ثبوت بنا۔

(31) خدمتِ دین کا توفیقِ الٰہی سے نصیب ہونا:

اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت بہت بڑا اعزاز ہے، جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ یہ کسی خاص خاندان، جنس، جگہ کے لوگوں کے لیے مختص نہیں۔ جو کوئی اخلاص سے اس کے لیے سعی کرے، ربِّ کریم اپنے فضل وکرم سے اُس کے لیے توفیق کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ کہاں مکہ و مدینہ اور کہاں بخارا؟

کہاں علمِ حدیث کی بلندیاں اور کہاں ایک ایسا شخص، کہ جس کے پردادا کے والد (یعنی اُن کے نسب میں چوتھا شخص) آتش پرست تھے، لیکن والدین کی مخلصانہ دعائیں، پاکیزہ کمائی، تاحدِ استطاعت بہترین تربیت اور پھر امام بخاری کی شب و روز کی انتھک جدوجہد کو اللہ تعالیٰ نے بارآور فرمایا اور اپنی توفیق سے انہیں امت میں [أمیر المومنین في الحدیث] کا عظیم اور منفرد لقب دلوایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ [1]

(32) خدمتِ دین کا عظیم دنیوی صلہ:

امام بخاری نے اپنی زندگی حدیث شریف کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں نہایت بلند مقام اور غیر معمولی عزت وتکریم عطا فرمائی۔ اہلِ دین کی نگاہوں میں انتہائی بلند و بالا فرمایا اور اُن کے دلوں میں اُن کے لیے بے پناہ محبت ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ [2]

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو درجوں میں بلند کریں گے، جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا]۔

---

[1] ترجمہ: [وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں۔]

[2] سورۃ المجادلۃ / جزء من الآیۃ 11.

حافظ ابن حجر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

[''یہ عظمت و رفعت دنیا میں معنوی (یعنی دلوں میں جا گزیں) مقام و رتبہ اور عمدہ شہرت اور آخرت میں حسی (یعنی آنکھوں سے دیکھی جانے والی) قدر و منزلت پر مشتمل ہوتی ہے۔''] ❶

حضرت امام رحمہ اللہ کے دنیوی مقام و مرتبہ کی جھلک کا تصور کرنے کی غرض سے درجِ ذیل تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

i: عبداللہ بن حماد آملی نے کہا:

"وَدَدْتُ أَنِّي شَعْرَةٌ فِي صَدْرِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ." ❷

[''میری خواہش ہے، کہ بے شک میں محمد بن اسماعیل کے سینے کا ایک بال ہوتا۔'']

ii: محمد بن حمدون بن رُستُم نے بیان کیا:

''میں نے (امام) مسلم بن حجاج کو کہتے ہوئے سنا اور وہ (امام) بخاری کے پاس آئے ہوئے تھے:

"دَعْنِي أُقَبِّلْ رِجْلَيْكَ يَآ أُسْتَاذَ الْأُسْتَاذِيْنَ! وَ سَيِّدَ الْمُحَدِّثِيْنَ! وَ طَبِيْبَ الْحَدِيْثِ فِيْ عِلَلِهِ!" ❸

[''اے اساتذہ کے استاد!

محدثین کے سردار!

اور علل ❹ الحدیث کے طبیب!

مجھے اپنے دونوں قدموں کو چومنے دیجیے۔'']

---

❶ فتح الباري 141/1.

❷ سیر أعلام النبلآء 437/12. نیز دیکھیے: تاريخ بغداد 28/2؛ و هدي الساري ص 485.

❸ سیر أعلام النبلآء 432/12. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 488.

❹ عِلَلٌ: عِلَّةٌ کی جمع اور [عِلَلُ الْحَدِيْثِ] سے مراد احادیث میں موجود وہ مخفی کمزور باتیں اور پوشیدہ نقائص، جنہیں نہایت باریک بین کبار محدثین ہی سمجھتے ہیں۔

iii: ابوسہل محمود بن نضر فقیہ بیان کرتے ہیں:

"سَمِعْتُ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِيْنَ عَالِمًا مِنْ عُلَمَاءِ مِصْرَ يَقُوْلُوْنَ:

"حَاجَتُنَا فِي الدُّنْيَا النَّظَرُ إِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ." [1]

["میں نے علمائے مصر میں سے تیس سے زیادہ علماء کو کہتے ہوئے سنا:

"ہماری دنیا میں (سب سے بڑی) خواہش محمد بن اسماعیل کو دیکھنا ہے۔"]

iv: ابوعلی صالح بن محمد جَزَرۃ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ يَجْلِسُ بِبُغْدَادَ، وَ كُنْتُ أَسْتَمْلِي لَهٗ، وَ يَجْتَمِعُ فِي مَجْلِسِهٖ أَكْثَرُ مِنْ عِشْرِيْنَ أَلْفًا." [2]

["محمد بن اسماعیل بغداد میں (احادیث بیان کرنے کی خاطر) بیٹھتے اور میں اُن کے لیے (اُن کی بیان کردہ احادیث کو بآواز بلند) لکھواتا اور اُن کی مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ لوگ جمع ہوتے تھے۔"]

v: محمد بن یعقوب اَخْــــرَم بیان کرتے ہیں: "میں نے اپنے احباب کو کہتے ہوئے سنا:

["(امام) بخاری نیساپور آئے، تو چار ہزار گھوڑ سواروں نے اُن کا استقبال کیا۔ خچروں یا گدھوں پر سوار لوگ اور پیدل استقبال کرنے والے، اُن کے علاوہ تھے۔"] [3]

vi: حاتم بن احمد بن محمود نے بیان کیا: "میں نے (امام) مسلم بن حجاج کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"جب محمد بن اسماعیل نیسابور آئے، تو اہلِ نیسابور نے اُن کا اس طرح استقبال کیا، کہ (اس سے پیشتر) انہوں نے ایسا استقبال نہ (کبھی) کسی حاکم کا کیا اور نہ کسی عالم کا۔

---

[1] هدي الساري ص 485/2.

[2] سير أعلام النبلاء 433/12.

[3] المرجع السابق 437/12.

انہوں نے شہر سے باہر دو یا تین مراحل [1] پر اُن کا استقبال کیا۔‘‘ [2]

vii: احمد بن منصور شیرازی نے کہا: ’’میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو بیان کرتے ہوئے سنا:

’’جب ابوعبداللہ بخارا تشریف لائے، تو شہر سے تین میل پہلے ہی، اُن کے لیے شامیانے نصب کیے گئے۔ عام اہلِ شہر نے اُن کا استقبال کیا، یہاں تک کہ کوئی ایسا قابلِ ذکر شخص نہیں تھا، جو اُن کے استقبال کی خاطر نہ پہنچا ہو، اُن پر دینار اور درہم نچھاور کیے گئے اور بہت زیادہ شیرینی تقسیم کی گئی۔‘‘ [3]

❀ اہلِ اسلام کے دلوں میں امام بخاری کی عظمت:

حضرت امام رحمہ اللہ 256ھ میں فوت ہوئے۔ آج 1439ھ چل رہا ہے۔ اُن کے انتقال کو کم وبیش 1183 سال ہورہے ہیں، لیکن آج بھی اہلِ اسلام کے دلوں میں اُن کی کس قدر شان وعظمت اور قدر ومنزلت ہے!

مشرق ومغرب میں کتنی مساجد، تعلیمی اور دیگر اداروں کی نسبت اُن کی جانب کی جاتی ہے؟ مسلمان گھرانوں میں دس بیس سال پہلے فوت ہونے والے آباء واجداد کا تذکرہ اِس قدر نہیں کیا جاتا، جتنا صدیوں پہلے انتقال کرنے والے سنتِ نبوی ﷺ کے اِس پاسبان کا کیا جاتا ہے۔

کیا اہلِ ایمان کی ایک بڑی تعداد ایسی نہیں، کہ امام بخاری کا نام لیتے اور سنتے ہی وہ

---

[1] (مراحل) : [مَرْحَلَةٌ] کی جمع ہے۔ مسافت کے لیے قدیم عربی پیمانہ۔ ایک دن میں مسافر پیدل یا سواری پر درمیانی چال سے جو فاصلہ طے کرتا ہے، اسے [مرحلہ] کہا جاتا ہے۔ حضراتِ احناف اور مالکیہ کے نزدیک یہ 44.520 کیلو میٹر اور حضراتِ حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک 89.04 کیلو میٹر ہوتا ہے۔ (منقول از: ویکیپیڈیا: الموسوعة الحرة، بحواله كتاب: "حقيقة الدينار والدرهم والصاع والمد" لأبي العباس أحمد العزفي السبتي؛ وعلى جمعه: المكاييل والموازين الشرعية.

اس طرح 2 مرحلے قریباً 89 کیلومیٹر یا 178 کیلومیٹر اور 3 مرحلے قریباً 133 کیلومیٹر یا 267 کیلومیٹر بنتے ہیں۔ مقصود یہ ہے، کہ نیسابور کے لوگ امام بخاری کی تشریف آوری پر شہر سے اتنے زیادہ فاصلے پر ان کے استقبال کے لیے چلے گئے۔

[2] هدي الساري ص 490.

[3] سير أعلام النبلاء 463/12.

ناقابلِ بیان لذت وراحت محسوس کرتے ہیں؟

دلوں کے خالق و مالک، حدیث شریف کی خدمت کرنے والوں کی محبت، دلوں میں راسخ کردیتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَ اللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم . [1]

مسجد نبوی ﷺ کے باب ملک فہد سے نکلتے ہوئے چند منٹ کی پیدل مسافت پر شمال مشرقی جانب آج بھی ایک مسجد [جامع مسجد امام بخاری] اہلِ اسلام کی امام بخاری سے محبت، عقیدت اور احترام کا اعلان کررہی ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کا گیٹ نمبر دس [بـاب الإمام البخاری] انہی جذبات کی خوب خوب ترجمانی کررہا ہے۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا! وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيْلًا!

اے ربِّ حی و قیوم! ہم ناکاروں اور ہماری نسلوں کو اس سے محروم نہ رہنے دیجیے۔ آمِيْن يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ.
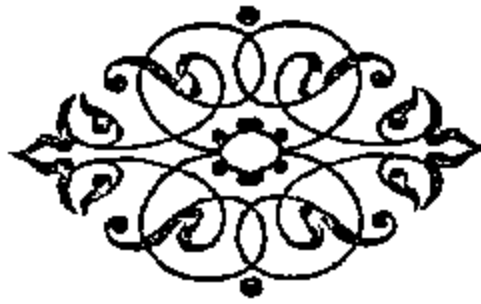
[1] ترجمہ: [وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں۔]

ج: صحيح البخاري

تمہید:

اللہ رب العالمین نے ہر امت میں ڈرانے والا مبعوث فرمایا، ❶ تاکہ امت اُس کی اطاعت کرے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ مَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ ❷

[ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر اس لیے، کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی فرماں برداری کی جائے]۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے لیے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور امت کو اُن کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ مَآ آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ❸

ترجمہ: [اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، تو وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دیں، تو رک جاؤ]۔

مزید برآں ربّ کریم نے رسول کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کو عالم گیر بنایا، جس کا لازمی تقاضا روئے زمین کے تمام جنوں اور انسانوں کا قیامت بپا ہونے تک، آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا مکلّف اور پابند ہونا ہے۔ اس ذمہ داری کا پورا ہونا، تب ہی ممکن ہے، جب نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال محفوظ اور موجود ہوں، وگرنہ اس پابندی کا حکم دینا ارحم الراحمین

---

❶ ارشادِ تعالیٰ ہے: ﴿وَ إِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيْرٌ﴾ (سورة فاطر / جزء من الآية 24). ترجمہ: [اور کوئی امت نہیں، مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔]

❷ سورة النسآء / جزء من الآية 64.

❸ سورة الحشر / جزء من الآية 7.

رب کریم کے شایانِ شان نہ ہوتا۔

ربّ حکیم نے سنّتِ نبوی ﷺ کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا بندوبست عہدِ نبوی ﷺ سے ہی فرما دیا تھا۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حفظ و کتابت سے اسے محفوظ کر کے تابعین کرام تک پہنچایا اور انہوں نے آئندہ نسلوں کو پہنچایا۔

حضراتِ تابعین کے آخری دور میں آثار و اخبار کی تدوین و تبویب کا آغاز ہوا۔ انہیں جمع کرنے کا کام سب سے پہلے الربیع بن صبیح (ت 160ھ) اور سعید بن ابی عروبہ (ت 156ھ) وغیرہ نے کیا۔

پھر امام مالک نے موطا مرتب کیا۔ اہلِ حجاز سے قوی اور مضبوط احادیث کو جمع کیا اور اُن کے ساتھ اقوال صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اتباع تابعین شامل کیے۔ پھر مختلف علاقوں کے محدثین نے روایات کو جمع کیا۔ مکہ مکرمہ میں ابن جُریج، شام میں اوزاعی، کوفہ میں سفیان ثوری اور بصرہ میں حماد بن سلمہ رحمہم اللہ نے۔ پھر اُن کی طرز پر حضراتِ محدثین کی ایک بڑی تعداد نے کام کیا۔

دوسری صدی کے آخر میں بعض محدثین نے صرف احادیث کے جمع کرنے کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ حضراتِ ائمہ عبیداللہ بن موسیٰ العبسیٰ الکوفی، مسدّد بن مُسَرھَد البصری، اسد بن موسیٰ الاموی اور نعیم بن حماد الخزاعی میں سے ہر ایک نے [المسند] تیار کی۔ پھر اُن کے بعد حضراتِ ائمہ جیسے احمد بن حنبل، اسحٰق بن راھَوَیہ اور عثمان بن ابی شیبہ نے مسانید ترتیب دیں۔

بعض محدثین نے مسند اور ابواب دونوں اعتبار سے کتابیں تحریر کرنے کا اہتمام کیا، جیسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ۔ [1]

① صحیح بخاری کی تصنیف کے تین اسباب

ا: امام بخاری نے حضراتِ محدثین کی کتابوں میں صحیح، غیر صحیح؛ ثابت شدہ اور غیر ثابت شدہ روایات کو یکجا پایا، تو اُن کے دل میں صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا شوق اور عزم پیدا ہوا۔

ب: اُن کے اس شوق اور عزم کو اُن کے استاذ امام اسحٰق بن ابراہیم حنظلی (جو کہ ابن

[1] ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 6.

راہویہ کے نام سے مشہور ہوئے) کے حسب ذیل قول نے تقویت پہنچائی:

"لَوْ جَمَعْتُمْ كِتَابًا مُّخْتَصَرًا لِّصَحِيْحِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."

["کاش کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ پر مشتمل کتاب ترتیب دے دیں۔"]

امام بخاری فرماتے ہیں:

"وَقَعَ ذٰلِكَ فِيْ قَلْبِيْ، فَأَخَذْتُ فِيْ جَمْعِ الْجَامِعِ الصَّحِيْحِ."❶

["وہ بات میرے دل میں اتر گئی تو پھر میں نے الجامع الصحیح (کے لیے احادیث) کو جمع کرنا شروع کر دیا۔"]

ج: امام بخاری نے بیان کیا:

"رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ كَأَنَّنِيْ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ بِيَدِيْ مِرْوَحَةٌ، أَذُبُّ بِهَا عَنْهُ.

فَسَأَلْتُ بَعْضَ الْمُعَبِّرِيْنَ، فَقَالَ لِيْ: "أَنْتَ تَذُبُّ عَنْهُ الْكِذْبَ."

فَهُوَ الَّذِيْ حَمَلَنِيْ عَلَى إِخْرَاجِ الْجَامِعِ الصَّحِيْحِ."❷

["میں نے (خواب میں) نبی کریم ﷺ کو دیکھا، جیسے کہ میں اُن کے رُوبرو کھڑا تھا میرے ہاتھ میں ایک پنکھا تھا، جس کے ساتھ میں اُن سے (مچھروں مکھیوں کو) دُور کر رہا تھا۔"

میں نے بعض اہلِ تعبیر سے پوچھا، تو اُنہوں نے کہا: "آپ اُن سے (ان کی جانب منسوب کردہ) جھوٹی روایات کو دُور کریں گے۔"

اِسی بات نے مجھے [الجامع الصحیح] ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔"

ان تینوں اسباب میں کچھ تعارض نہیں۔ یہ تینوں ہی توفیقِ الٰہی سے صحیح بخاری کی تالیف کا سبب بنے۔

---

❶ هدي الساري ص 7؛ نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 8/2.

❷ المرجع السابق ص 7. نیز ملاحظہ ہو: ما تمس إليه حاجة القاري ص 41؛ و إرشاد الساري 29/1؛ والفوائد الدراري ص 147.

علامہ اسماعیل عجلونی لکھتے ہیں:

"يُمْكِنُ الْجَمْعُ بِتَعَدُّدِ الْأَسْبَابِ الْمَذْكُوْرَةِ، فَافْهَمْ." ❶

["(ان اقوال میں) تطبیق ممکن ہے، کہ مذکورہ (بالا تینوں) اسباب (صحیح بخاری کی تالیف کا) باعث بنے۔ سوسمجھ لیجیے۔"]

② کتاب کا نام اور اس کی شرح

امام بخاری نے اس کا نام

"اَلْجَامِعُ الصَّحِيْحُ الْمُسْنَدُ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ سُنَنِهٖ وَأَيَّامِهٖ" ❷

رکھا۔"

✿ نام کی شرح:

۞ [الجامع]: حدیث کی ایسی کتاب جس میں حدیث کی تمام اقسام:

عقائد، احکام، رقاق، ❸ اکل وشرب کے آداب، سفر، قیام وقعود، ❹ تفسیر، تاریخ وسیر، فتن اور مناقب ❺ ومثالب ❻ کے متعلقہ احادیث پائی جاتی ہیں۔ ❼

۞ [اَلْـمُسْنَد]: محدثین کے ہاں اس کے ایک سے زیادہ معانی ہیں، یہاں مقصود یہ ہے، کہ [یہ کتاب اسناد کے ساتھ روایت شدہ مرفوع احادیث] پر مشتمل ہے۔ ❽

---

❶ الفوائد الدراري ص 147.

❷ ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 8. حافظ ابن صلاح اور علامہ نووی نے [اَلْـجَامِعُ الْـمُسْنَدُ الصَّحِيْحُ الْـمُخْتَصَرُ مِنْ أُمُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ سُنَنِهٖ وَ أَيَّامِهٖ]. (ملاحظہ ہو: تهذيب الأسماء و اللغات 73/1؛ و التوضيح لابن المُلَقِّن 29/2.

❸ یعنی دل کو نرم کرنے والی احادیث۔

❹ یعنی اٹھنے بیٹھنے سے متعلق احادیث۔

❺ یعنی اہل خیر کے فضائل۔

❻ یعنی اہلِ شر کی مذمت سے متعلق احادیث۔

❼ ملاحظہ ہو: العجالة النافعة؛ منقول از: مقدمة تحفة الأحوذي 52/1-53.

❽ ملاحظہ ہو: نخبة الفكر (المطبوع مع شرحه للقاريء) ص 190-191؛ و شرحه ص 190-191.

۞ [الصحیح]: محدثین نے [صحیح حدیث] کی حسبِ ذیل پانچ شرائط بیان کی ہیں:

["بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَیْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍ۔"] ❶

[سراپا عدل، مکمل ضبط والے (راوی) کی متصل سند کے ساتھ روایت، نہ اس میں مخفی عیب ہو اور نہ شاذ ہو]۔

امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں حدیث روایت کرنے کی خاطر اس کے [صحیح] ہونے کا التزام کیا ہے۔ اس پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے چار حسبِ ذیل ہیں:

i: انہوں نے [الصحیح] کو اس کتاب کے نام کا حصہ بنایا ہے۔

ii: انہوں نے فرمایا:

"مَا أَدْخَلْتُ فِيْ هٰذَا الْکِتَابِ إِلَّا مَا صَحَّ۔" ❷

["میں نے اس کتاب میں شامل نہیں کیا، مگر صحیح (حدیث) کو۔"]

iii: صحیح بخاری کی احادیث کی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک کا اسی بات پر دلالت کرنا۔

iv: علمائے امت متقدمین اور متاخرین کے بیانات، بلکہ اُن کا [اس کتاب کی احادیث] کے صحیح ہونے پر اجماع۔

امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں احادیث شامل کرنے کے لیے شرائط لگائی ہیں، جن میں سے دو حسبِ ذیل ہیں:

i: راویان کے اعتبار سے:

راویان طبقۂ اولیٰ کے ہوں، البتہ بسا اوقات طبقہ ثانیہ کے راویان سے بھی روایت کر لیتے ہیں۔ امام مسلم پہلے اور دوسرے دونوں طبقات کے راویان سے روایت کرتے ہیں اور بسا اوقات طبقہ ثالثہ کے راویان سے بھی حدیث روایت کر لیتے ہیں۔ امام بخاری طبقہ ثانیہ

---

❶ ملاحظہ ہو: "نخبة الفكر" ص 25.

❷ سير أعلام النبلاء 402/12.

کے بعد والے راویان سے اپنی کتاب میں حدیث روایت نہیں کرتے۔ ①

ii: اتصالِ سند کے اعتبار سے:

امام بخاری [روایت عَـنْـعَنَة] ② کے لینے کی خاطر ایک یہ شرط لگاتے ہیں، کہ راوی اور اس کے شیخ کی ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہو، وگرنہ اس سے روایت نہیں لیتے۔

امام مسلم غیر مدلّس ③ راویان کے لیے صرف [معاصرت] کی شرط لگاتے ہیں، یعنی اگر [راوی] اور [شیخ] ایک زمانے میں ہوں، تو ان دونوں کے درمیان [ملاقات ثابت ہونے کو] ضروری قرار نہیں دیتے۔ ④

❀ [حَدِیْثُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ]: آنحضرت ﷺ کا قول۔

❀ [سُنَنِہٖ]: آنحضرت ﷺ کے افعال۔

---

① محدثین نے راویان کے حسب ذیل پانچ طبقات ذکر کیے ہیں:

طبقة اولیٰ:	كَثِيْرُ الضَّبْطِ وَ الْإِتْقَانُ وَ كَثِيْرُ الْمُلَازَمَةِ لِشُيُوْخِهِمْ.	یعنی ضبط و اتقان میں اعلیٰ حیثیت والے اور اپنے شیوخ کی بہت زیادہ صحبت اختیار کرنے والے۔
طبقة ثانية:	كَثِيْرُ الضَّبْطِ وَ الْاِتْقَانِ وَ قَلِيْلُ الْمُلَازَمَةِ لِشُيُوْخِهِمْ.	یعنی ضبط و اتقان میں درجہ اولیٰ، لیکن اپنے شیوخ کی تھوڑی رفاقت والے۔
طبقة ثالثة:	قَلِيْلُ الضَّبْطِ وَ الْاِتْقَانِ وَ كَثِيْرُ الْمُلَازَمَةِ لِشُيُوْخِهِمْ.	یعنی بہت تھوڑے ضبط و اتقان والے، لیکن اپنے شیوخ کی بہت زیادہ رفاقت اختیار کرنے والے۔
طبقة رابعة:	قَلِيْلُ الضَّبْطِ وَ الْإِتْقَانِ وَ قَلِيْلُ الْمُلَازَمَةِ لِشُيُوْخِهِمْ.	یعنی ضبط و اتقان اور اپنے شیوخ کی صحبت میں دونوں اعتبار سے معمولی حیثیت والے۔
طبقة خامسة:	قَلِيْلُ الضَّبْطِ وَ الْإِتْقَانِ وَ قَلِيْلُ الْمُلَازَمَةِ لِشُيُوْخِهِمْ مَعَ غَوَائِلِ الْجَرْحِ.	یعنی ضبط و اتقان اور اپنے شیوخ کی رفاقت دونوں میں کمزور حیثیت کے ساتھ جرح وقدح کا نشانہ بنے ہوئے۔

(ملاحظہ ہو: شروط الأئمة الخمسة ص 56-60؛ و هدي الساري ص 9-10).

② ایسی روایت جس میں راوی اپنے شیخ سے [عَنْ] کے ساتھ روایت کرے۔

③ (غیر مدلس): [مدلِّس]: وہ شخص، جو کسی ایسے شخص سے روایت کرے، جس سے حدیث خود سنی نہ ہو، لیکن تاثر یہ دے، کہ اُس نے اس شخص سے حدیث کو خود سنا تھا اور [غیر مدلس] جو اس طرح نہ کرے۔

④ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم (المطبوع مع شرح النووي) 1/127-144؛ و هدي الساري ص 12.

۞ [أَيَّامِهِ]: آنحضرت ﷺ کے مغازی (یعنی غزوات)۔

مشہور نام: [صحیح البخاری] ہے۔

③ صحیح البخاری کی تالیف میں غیر معمولی احتیاط

امام بخاری کے ہاں یہ حقیقت متعدد پہلوؤں سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اُن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

i: روایات کی شدید چھان پھٹک:

چھ لاکھ احادیث سے انتخاب:

حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں احادیث کا انتخاب کرتے ہوئے تاحدِ استطاعت جانچ پڑتال کی۔ اس پر دلالت کرنے والی متعدد باتوں میں سے ایک، احادیث کی وہ تعداد ہے، جن سے انہوں نے اس کتاب کی احادیث کا انتخاب فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

"خَرَّجْتُهُ مِنْ سِتِّمِائَةِ أَلْفِ حَدِيْثٍ." ❶

["میں نے اسے کو چھ لاکھ احادیث ❷ سے منتخب کیا۔"]

ii: اساتذہ کے چناؤ میں شدید احتیاط:

اس بارے میں امام بخاری کے ذیل میں اقوال اور ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

ا: "لَمْ أَكْتُبْ إِلَّا مَنْ قَالَ: "اَلْإِيْمَانُ قَوْلٌ وَ عَمَلٌ." ❸

["میں نے (حدیث کو) نہیں لکھا، مگر اس (شیخ) سے، جس نے کہا: "ایمان قول وعمل ہے۔"]

---

❶ ما تمس إليه حاجة القاريء ص 41. ❷ [چھ لاکھ احادیث] سے مراد اتنی تعداد میں مختلف احادیث کے الفاظ نہیں، بلکہ یہ گنتی احادیث کی اسانید کے اعتبار سے ہے۔ بسا اوقات الفاظ کے اعتبار سے ایک حدیث کی بیسیوں اسانید ہوتی ہیں۔ وہ حدیث ایک حدیث شمار نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی گنتی اس کی اسانید کی تعداد کے بقدر کی جاتی ہے۔

❸ هدي الساري ص 479. نیز دیکھیے: سير أعلام النبلآء 395/12. اس میں ہے: كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: "اَلْإِيْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ، يَزِيْدُ وَ يَنْقُصُ." [وہ کہا کرتے تھے: ایمان قول وعمل ہے، بڑھتا اور کم ہوتا ہے۔"]

ب: "كَتَبْتُ عَنْ أَلْفٍ وَ ثَمَانِيْنَ نَفْسًا . لَيْسَ فِيهِمْ إِلَّا صَاحِبُ حَدِيْثٍ ." ❶

[''میں نے ایک ہزار اسی [1080] اشخاص سے (حدیث) لکھی۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہیں، جو حدیث والا (یعنی حدیث کا عالم) نہ ہو۔'']

ج: "وَ قَدْ تَرَكْتُ عَشْرَةَ آلافِ حَدِيْثٍ لِرَجُلٍ فِيْهِ نَظْرٌ ، وَ تَرَكْتُ مِثْلَهَا أَوْ أَكْثَرَ مِنْهَا لِغَيْرِهِ لِيْ فِيْهِ نَظْرٌ ." ❷

[''میں نے ایک شخص کے محلِ نظر ہونے کی بنا پر اس کی دس ہزار احادیث کو چھوڑ دیا۔ میں نے اتنی ہی تعداد یا اس سے بھی زیادہ احادیث کو ایک دوسرے شخص کے اپنے نزدیک محلِ نظر ہونے کی بنا پر ترک کیا۔'']

د: "لَمْ تَكُنْ كِتَابَتِيْ لِلْحَدِيْثِ كَمَا كَتَبَ هٰؤُلَاءِ . كُنْتُ إِذَا كَتَبْتُ عَنْ رَّجُلٍ سَأَلْتُهٗ عَنِ اسْمِهٖ ، وَ كُنْيَتِهٖ ، وَ نِسْبَتِهٖ ، وَ حَمْلِهِ الْحَدِيْثَ ، إِنْ كَانَ الرَّجُلُ فَهْمًا ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ ، سَأَلْتُهٗ أَنْ يُّخْرِجَ إِلَيَّ أَصْلَهٗ وَ نُسْخَتَهٗ ." ❸

[''میرا (کسی سے) حدیث کا لکھنا ویسے نہیں تھا، جیسے انہوں نے لکھا۔ میں جب کسی ایسے شخص سے (حدیث) لکھتا ہوں، جو کہ خوب سمجھ دار ہو، ❹ تو میں اس کا نام، کنیت، نسبت اور حدیث لینے کی کیفیت کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتا، تو پھر میں اس سے اپنی اصل کتاب اور ذاتی نسخہ میرے رُوبرو لانے کا تقاضا کرتا۔'']

ہ: امام بخاری نے اپنے 1080 شیوخ میں سے 289 شیوخ کی احادیث صحیح البخاری میں روایت کی۔ ❺

---

❶ هدي الساري ص 479. و انظر: سير أعلام النبلآء 395/12.

❷ هدي الساري ص 481. ❸ المرجع السابق 406/12.

❹ یعنی مذکورہ باتوں کے بارے میں استفسار اس کے خوب سمجھ دار ہونے کی حالت میں ہے، وگرنہ جانچ پڑتال کا معاملہ بڑھ جاتا ہے۔ ❺ الفوآئد الدراري ص 69.

iii: مدتِ تالیف:

امام بخاری نے بیان کیا:

"صَنَّفْتُ الصَّحِيْحَ فِيْ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً، وَ جَعَلْتُهُ حُجَّةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى." ❶

["میں نے (الجامع) الصحیح کو سولہ سالوں میں لکھا اور میں نے اسے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت (یعنی اُن کے حضور اپنی نجات کا ایک ذریعہ) بنایا ہے۔"]

iv: کیفیتِ تالیف:

اس بارے میں حضرت امام رحمہ اللہ کے بہت زیادہ شوق و ذوق اور غیر معمولی جدوجہد کے حوالے سے ذیل میں پانچ بیانات ملاحظہ فرمایئے:

ا: محمد بن یوسف بخاری نے بیان کیا:

"كُنْتُ مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ بِمَنْزِلِهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَحْصَيْتُ عَلَيْهِ [أَنَّهُ قَامَ وَ أَسْرَجَ يَسْتَذْكِرُ أَشْيَاءَ يُعَلِّقُهَا فِيْ لَيْلَةٍ ثَمَانَ عَشَرَةَ مَرَّةً.] ❷

["میں ایک رات (امام) محمد بن اسماعیل (بخاری) کے ہاں اُن کے گھر تھا۔ میں نے شمار کیا، کہ بلاشبہ وہ ایک رات میں اٹھارہ مرتبہ اُٹھے، چراغ روشن کرتے اور یاد آنے والی باتوں کو تحریر کرتے۔"]

ب: "امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں:

میں جب بھی ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) کے ہمراہ سفر میں ہوتا، تو موسمِ سرما میں چند مرتبہ کے سوا ہم ایک ہی گھر میں ٹھہرتے،

"فَكُنْتُ أَرَاهُ:

يَقُوْمُ فِيْ لَيْلَةٍ وَّاحِدَةٍ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً إِلٰى عِشْرِيْنَ مَرَّةً. فِيْ

---

❶ سیر أعلام النبلآء 405/12. نیز ملاحظہ ہو: ما تمس إليه حاجة القاريء ص 41.

❷ سیر أعلام النبلآء 404/12.

كُلِّ يَـأْخُذُ الْقَـدَّاحَةَ ، فَيُـوْرِيْ نَـارًا ، وَيُسْرِجُ ، ثُمَّ يُخْرِجُ أَحَادِيْثَ ، فَيُعَلِّمُ عَلَيْهَا . "❶

[''تو میں انہیں دیکھتا، کہ ایک رات میں پندرہ سے بیس مرتبہ اٹھتے، ہر دفعہ چقماق❷ پکڑتے، آگ روشن کرتے اور چراغ جلاتے۔ پھر احادیث نکالتے اور اُن پر نشانات لگاتے۔'']

اللہ اکبر! رب حکیم نے امام بخاری کے مبارک سینے میں احادیث کی خدمت کی کس قدر تڑپ اور دل و دماغ میں کتنا زیادہ اہتمام رکھا ہوا تھا، کہ سارے دن کی اسی مقصد کی خاطر ان تھک جدوجہد کے بعد رات اٹھارہ مرتبہ اور پندرہ سے بیس بار احادیث پر تعلیق و تبصرہ کی خاطر بستر سے اٹھتے ہیں۔ جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَآءِ .

ج: امام بخاری نے بیان کیا:

"مَا وَضَعْتُ فِيْ كِتَابِيْ "الصَّحِيْح" حَدِيْثًا إِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ ، وَ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ . "❸

[''میں نے اپنی کتاب [الصحیح] میں کوئی حدیث شامل نہیں کی، مگر میں نے اس سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت (نماز استخارہ) ادا کی۔'']

ر: عبدالقدوس بن ہمام بیان کرتے ہیں: ''میں نے متعدد مشائخ کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"حَوَّلَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ تَرَاجِمَ جَامِعِهِ بَيْنَ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ مِنْبَرِهِ ، وَ كَانَ يُصَلِّيْ لِكُلِّ تَرْجَمَةٍ رَكْعَتَيْنِ . "❹

[''(امام) محمد بن اسماعیل نے اپنی (کتاب) جامع کے عنوانات رسول اللہ ﷺ

---

❶ سیر أعلام النبلآء 404/12. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 13/2 و هدي الساري ص 481.

❷ چقماق: ایک پتھر جس سے آگ نکلتی ہے۔ (فیروز اللغات اردو جدید، مادہ چ ق، ص 283).

❸ سیر أعلام النبلاء 402/12. نیز ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد 9/2 هدي الساري ص 489.

❹ سیر أعلام النبلآء 404/12؛ نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 489.

کی قبر اور منبر کے درمیان تحریر کیے اور وہ ہر عنوان کے لیے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔'']

اللہ اکبر! امام بخاری نے زمینی اسباب تاحدِ استطاعت اختیار کرنے کے بعد آسمانی سبب [رب علیم وحکیم] کی راہنمائی کے حصول میں بھی کوتاہی نہیں کی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

ہ: محمد بن ابی حاتم نے بیان کیا: ''میں نے انہیں (یعنی امام بخاری کو) کہتے ہوئے سنا:

''صَنَّفْتُ جَمِيعَ كُتُبِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.'' (1)

[''میں نے اپنی ہر کتاب کو تین بار تالیف کیا۔'']

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ اعظمی (2) امام بخاری کے اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

''وہ ایک مرتبہ کتاب تالیف کرنے کے بعد اسے منظر عام پر لاتے، بڑے بڑے ائمہ حدیث کے روبرو پیش کرتے۔ کتاب پر کچھ ملاحظات سے باخبر ہوتے، تو نظر ثانی کر کے کتاب دوبارہ تیار کرتے۔ پھر لوگوں کے سامنے لاتے، بڑے بڑے ائمہ حدیث پر پیش کرتے۔ اُن کی آراء سے آگاہ ہوتے، تو اس میں غور وخوض کرتے۔ پھر اسے تیسری مرتبہ تالیف کر کے لوگوں کے لیے نکالتے۔'' (3)

اللہ اکبر! احادیث کی تدوین وتبویب کی خاطر کس قدر اہتمام ہے، کہ اتنی زیادہ جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ بے انتہا علم وفضل کے باوجود ہر کتاب کو دو دو مرتبہ بڑے ائمہ حدیث پر پیش کرنا اور تین تین مرتبہ تصنیف کرنا، تاکہ توفیق الٰہی سے کسی خلل اور کوتاہی کا کوئی گوشہ باقی نہ رہے۔

V: مقامِ تالیف:

اس بارے میں متعدد روایات میں سے تین حسبِ ذیل ہیں:

---

(1) سیر أعلام النبلآء 403/12؛ و هدي الساري ص 487. دونوں میں یہ بھی ہے، کہ میں نے (صحیح) البخاری کو تین دفعہ تالیف کیا۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص 487؛ و سیر أعلام النبلآء 403/12).

(2) ان کا مشہور نام محمد ضیاء الدین اعظمی ہے۔ (3) الجامع الكامل في الحديث الصحيح الشامل 38/1.

ا: امام بخاری بیان کرتے ہیں:

"أَقَمْتُ بِالْبَصْرَةِ خَمْسَ سِنِيْنَ، مَعِي كُتُبِيْ، أُصَنِّفُ وَ أَحِجُّ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ، وَ أَرْجِعُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْبَصْرَةِ."❶

["میں نے بصرہ میں پانچ سال قیام کیا، میری کتابیں میرے پاس تھیں، میں تصنیف کرتا، ہر سال حج کرتا اور مکہ سے بصرہ لوٹ آتا۔"]

ب: ابن بُجَیر بیان کرتے ہیں: "انہوں نے (امام) بخاری کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"صَنَّفْتُهُ فِيْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ."❷

["میں نے اسے مسجدِ حرام میں تصنیف کیا۔"]

ج: ابوالفضل بن طاہر نے بیان کیا:

"صَنَّفَ صَحِيْحَهُ بِبُخَارٰى. وَ قِيْلَ بِمَكَّةَ، وَ قِيْلَ بِبَصْرَةَ. وَ كُلُّ هٰذَا صَحِيْحٌ."❸

["انہوں نے اپنی [صحیح] بخارا میں تصنیف کی اور کہا گیا ہے: "مکہ میں" اور کہا گیا ہے: "بصرہ میں" اور یہ سب (اقوال) درست ہیں۔"]

روایات میں تطبیق:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"اَلْجَمْعُ بَيْنَ هٰذَا كُلِّهٖ مُمْكِنٌ، بَلْ مُتَعَيَّنٌ، فَإِنَّا قَدْ قَدَّمْنَا أَنَّهٗ صَنَّفَهٗ فِيْ سِتِّ عَشْرَةَ سَنَةً، فَكَانَ يُصَنِّفُ مِنْهُ بِمَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ وَ الْبَصْرَةِ وَ بُخَارٰى. وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ."❹

❶ ما تمس إليه حاجة القاري ص 42؛ و الفوائد الدراري ص 148. امام نووی اور حافظ عجلونی نے یہ روایت امام حاکم کی کتاب "تاریخ نیسابور" سے نقل کی ہے۔

❷ الفوائد الدراري ص 148. نیز ملاحظہ ہو: ما تمس إليه حاجة القاريء ص 42؛ و هدي الساري ص 489.

❸ الفوائد الدراري ص 148. نیز دیکھیے: ما تمس إليه حاجة القاريء ص 42. اُس میں کلام [بمكة] تک ہے۔

❹ ما تمس إليه حاجة القاريء ص 42-43.

[''ان سب میں تطبیق ممکن ہے، بلکہ لازمی (بات) ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ انہوں نے اسے سولہ سالوں میں تصنیف کیا۔ سو وہ اُسے مکہ، مدینہ، بصرہ اور بخارا میں تصنیف کرتے رہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. (یعنی اپنے اسفار میں اس کتاب کی تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا)۔]

حافظ ابن حجر نے روایات میں تطبیق کرتے ہوئے ایک اور بات کا اضافہ فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اَلْجَمْعُ بَيْنَ هٰذَا وَ بَيْنَ مَا تَقَدَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَنِّفُهُ فِي الْبِلَادِ: أَنَّـهُ ابْتَـدَأَ تَـصْنِيْفَهُ وَ تَرْتِيْبَهُ، وَ أَبْوَابَهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، ثُمَّ كَانَ يُخْرِجُ الْأَحَادِيْثَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي بَلَدِهِ وَغَيْرِهَا.'' ❶

[''اس (روایت) ❷ میں اور پہلے جو گزر چکا ہے، کہ وہ (مختلف) شہروں میں اس (کتاب) کی تصنیف کرتے ہیں، تطبیق یہ ہے، کہ:

[بلاشبہ انہوں نے اس کی تصنیف، ترتیب اور ابواب کو مسجد حرام میں شروع کیا، پھر اس کے بعد اپنے شہر (بخارا) اور دیگر (شہروں) میں احادیث چُن چُن کر (اس کتاب میں) شامل کرتے رہے]۔'']

سابقہ نقل کردہ روایت، کہ امام بخاری نے عنوانات (تراجم) کو نبی کریم ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان لکھا اور دیگر روایات میں تطبیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اور بات کا اضافہ فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''يُـحْمَلُ أَنَّهُ كَتَبَهُ فِي الْمَسْوَدَّةِ، وَ هُنَا حَوَّلَهُ مِنَ الْمَسْوَدَّةِ إِلَى الْمُبَيَّضَةِ.'' ❸

[''اس (روایت) کو اس بات پر محمول کیا جائے، کہ بلاشبہ انہوں نے پہلے (تو)

---

❶ هدي الساري ص 489.

❷ مراد ابن بُجَیر کی سابقہ ذکر کردہ روایت ہے، کہ انہوں نے صحیح البخاری کو مسجد حرام میں تصنیف کیا۔

❸ هدي الساري ص 489.

مسودّہ کی شکل میں (تراجم) تحریر کیے تھے اور یہاں انہیں آخری شکل (مبیضہ) کی صورت دی۔'']

④ صحیح البخاری کی قدر ومنزلت

قرآن کریم کے بعد روئے زمین کی تمام کتابوں میں سے سب سے زیادہ صحیح کتاب [صحيح البخاري] ہے۔ حضرات محدثین اور علمائے امت نے اس بارے میں تفصیل سے خوب لکھا ہے۔ ذیل میں اسی سلسلے میں چند ایک اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

i: امام نَسائی کا قول:

"مَا فِيْ هٰذِهِ الْكُتُبِ أَجْوَدُ مِنْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ." ❶

[''ان کتابوں میں (امام) بخاری کی کتاب سے عمدہ کوئی کتاب نہیں۔''

ii: امام ابن خُزیمہ کا قول:

"مَا فِيْ هٰذِهِ الْكُتُبِ كُلِّهَآ أَجْوَدُ مِنْ كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ." ❷

[''ان سب کتابوں میں (امام) بخاری کی کتاب سے عمدہ کوئی کتاب نہیں۔'']

iii: علامہ نوَوی کا قول:

"وَاتَّفَقَ الْعُلَمَآءُ عَلٰى أَنَّ أَصَحَّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ صَحِيْحَا الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَاتَّفَقَ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى أَنَّ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ أَصَحُّهُمَا صَحِيْحًا وَّأَكْثَرُهُمَا فَوَآئِدًا." ❸

[''علماء کا اس (بات) پر اتفاق ہے، کہ بلاشبہ تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح: (صحیح) البخاری اور (صحیح) مسلم ہیں اور جمہور کا اس (بات) پر اتفاق ہے، کہ بے شک ان دونوں میں سے صحیح البخاری زیادہ صحیح اور فوائد کے اعتبار سے برتر ہے۔'']

---

❶ ما تمس إليه حاجة القاريء ص 40. نیز ملاحظہ ہو: هدي الساري ص 489.

❷ تدريب الراوي 94/1.

❸ "ما تمس إليه حاجة القاري" ص 39.

iv: حافظ ذہبی کے دو اقوال:

ا: وَ أَمَّا جَامِعُ الْبُخَارِيِّ الصَّحِيحُ فَهُوَ أَجَلُّ كُتُبِ الْإِسْلَامِ وَ أَفْضَلُهَا بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى . فَلَوْ رَحَلَ شَخْصٌ لِسِمَاعِهٖ مِنْ أَلْفِ فَرْسَخٍ لَمَا ضَاعَتْ رِحْلَتُهٗ . ❶

[جہاں تک امام بخاری کی [الجامع الصحیح] کا تعلق ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کے بعد اسلام کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شان و عظمت اور فضیلت والی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ہزار فرسخ ❷ دور کا سفر اس کے سننے کی خاطر طے کرے، تو اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔]

ب: "لَوْ رَحَلَ الرَّجُلُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَنَةٍ لِسِمَاعِهٖ لَمَا فَرَّطَ ." ❸

["اگر کوئی شخص اس (کتاب) کے سننے کی خاطر ایک سال دوری کی مسافت طے کرے، تو اس نے زائد ضرورت (جدوجہد) نہیں کی۔"]

v: علامہ عینی کے تین اقوال:

ا: "اِتَّفَقَ عُلَمَآءُ الشَّرْقِ وَ الْغَرْبِ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَصَحُّ مِنْ صَحِيْحَيِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ . فَرَجَّحَ الْبَعْضُ ، مِنْهُمُ الْمَغَارِبَةُ صَحِيْحَ مُسْلِمٍ عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ ، وَ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى تَرْجِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَلٰى مُسْلِمٍ لِأَنَّهٗ أَكْثَرُ فَوَآئِدَ مِنْهُ ." ❹

["مشرق و مغرب کے علماء نے اس (بات) پر اتفاق کیا ہے، کہ یقیناً اللہ تعالیٰ

---

❶ ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام الذہبي 242/19، منقول از: الفوائد الدراري ص 149.

❷ ایک ہزار فرسخ تین ہزار میل کے برابر اور تین ہزار میل، پانچ ہزار کیلومیٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں حافظ ذہبی نے یہ بات اس وقت فرمائی، جب کہ سفر کے لیے جدید مواصلات نہیں تھے۔

❸ سیر أعلام النبلآء 400/12.

❹ عمدة القاريء 5/1.

کی کتاب کے بعد کوئی کتاب صحیح البخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ صحیح نہیں۔ پھر بعض (علماء) اور انھی میں سے مغربی (علماء) ہیں، نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، (لیکن) جمہور (علماء) نے (صحیح) البخاری کو (صحیح) مسلم پر فوقیت دی ہے، کیونکہ وہ فوائد کے اعتبار سے اُس سے برتر ہے۔'']

ب: ''هُوَ بَحْرٌ يَتَلَاطَمُ أَمْوَاجًا. رَأَيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْهِ أَفْوَاجًا. فَمَنْ خَاضَ فِيْهِ ظَفِرَ بِكَنْزٍ لَّا يَنْفَدُ أَبَدًا، وَ فَازَ بِجَوَاهِرِهِ الَّتِيْ لَا تُحْصٰى عَدَدًا.''[1]

[''وہ (یعنی صحیح البخاری) ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ میں نے لوگوں کو فوج درفوج اس میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، جو شخص اس میں غوطہ زن ہو گیا، تو اس نے ایسا خزانہ پا لیا، جو ختم نہیں ہو گا اور اس نے ایسے جواہرات حاصل کر لیے، جن کا شمار ممکن نہیں۔'']

ج: وَ قَدْ دَوَّنَ فِي السُّنَّةِ كِتَابًا فَاقَ عَلٰى أَمْثَالِهٖ. وَ تَمَيَّزَ عَلٰى أَشْكَالِهٖ. وَ وَشَّحَهٗ بِجَوَاهِرِ الْأَلْفَاظِ مِنْ دُرَرِ الْمَعَانِيْ. وَ رَشَّحَهٗ بِالتَّبْوِيْبَاتِ الْغَرِيْبَةِ الْمَبَانِيْ، بِحَيْثُ قَدْ أَطْبَقَ عَلٰى قُبُوْلِهٖ بِلَا خِلَافٍ عُلَمَآءُ الْأَسْلَافِ وَ الْأَخْلَافِ. فَلِذٰلِكَ أَصْبَحَ الْعُلَمَآءُ الرَّاسِخُوْنَ الَّذِيْنَ تَلَأْلَأُ فِيْ ظُلَمِ اللَّيَالِيْ أَنْوَارُ قَرَآئِحِهِمُ الْوَقَّادَةُ، وَ اسْتَنَارَ عَلٰى صَفْحَاتِ الْأَيَّامِ آثَارُ خَوَاطِرِهِمُ النَّقَّادَةُ قَدْ حَكَمُوْا بِوُجُوْبِ مَعْرِفَتِهٖ.

وَ تَصَدّٰى لِشَرْحِهٖ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْفُضَلَآءِ وَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْأَذْكِيَآءِ مِنَ السَّلَفِ النَّحَارِيْرِ الْمُحَقِّقِيْنَ؛ وَ مِمَّنْ عَاصَرْنَاهُمْ مِّنَ الْمَهَرَةِ الْمُدَقِّقِيْنَ.[2]

---

[1] عمدة القاري 3/1.
[2] المرجع السابق 2/1-3.

[بے شک انہوں نے حدیث کی ایک ایسی کتاب مرتب کی، جو اپنی نوعیت کی کتابوں پر سبقت لے گئی اور اُن میں منفرد و ممیّز ہو گئی۔ انہوں نے معانی کے موتیوں کو الفاظ کے جواہرات سے سجایا اور اسے ایسے انوکھے ابواب سے مزین کیا، کہ اگلے پچھلے تمام علماء اس کے قبول پر بلاخلاف متفق ہو گئے۔ اسی لیے پختہ علم والے علماء نے ...... جن کی منور طبیعتیں راتوں کی تاریکیوں میں چمکتی ہیں اور اُن کے نہایت دقیق افکار زمانے کے صفحات پر روشن ہیں ...... اس (کتاب) کے جاننے پہچاننے اور سمجھنے کے واجب ہونے کا فیصلہ سنایا ہے۔

اس (کتاب) کی شرح سلف میں سے نہایت مہارت والے اہلِ تحقیق اور ہمارے باریک بین ماہر معاصرین میں سے علم و فضل والوں کی ایک جماعت اور نہایت ذہین لوگوں کے ایک گروہ نے کی]۔

vi: حافظ سخاوی کا قول:

حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَ لِلّٰهِ دَرُّهٗ فِيْ "جَامِعِهٖ" اَلَّذِيْ اَبْدَعَ فِيْهِ، وَ جَعَلَهٗ حُجَّةً وَّاعْتِمَادًا لِّلْمُحَدِّثِ وَ الْفَقِيْهِ، وَ مُقْتَدًى لِّلْاِقْتِبَاسِ مِنْ أَنْوَارِ الْكِتَابِ، وَ السُّنَّةِ الْبَهِيَّةِ الصَّحِيْحَةِ الْاِنْتِسَابِ، تَقْرِيْرًا وَّاسْتِنْبَاطًا، وَ كَرَعَ فِيْ مَنَاهِلِهِمَا الْمَرْوِيَّةِ اِنْتِزَاعًا وَّ انْتِشَاطًا." [1]

["اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی (کتاب) [الجامع] (کی تالیف) میں کیا شان عطا فرمائی، جس میں وہ یکسر نئی انوکھی چیزیں لائے ہیں۔ انہوں نے اسے محدث و فقیہ (دونوں کے لیے بیک وقت) حجت اور قابلِ اعتماد بنایا اور قرآن کریم کے انوار اور ثابت شدہ روشن سنت کے الفاظ اور اُن سے اخذ کردہ مسائل سے فیض یابی کے لیے اسے بطورِ نمونہ پیش کیا۔ وہ خود اس کتاب کے دونوں مصادر سے احکام

[1] "عمدة القاري و السامع في ختم الجامع الصحيح" ص 48.

ومسائل استنباط کرتے ہوئے خوب خوب سیراب ہوئے۔“]

vii: شاہ ولی اللہ کا قول:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متعلق لکھتے ہیں:

”كُلُّ مَنْ يُهَوِّنُ أَمْرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ .“ ❶

[”جو شخص اُن دونوں کی توہین کرے، تو وہ بدعتی ہے، اہلِ ایمان کی راہ کے علاوہ کسی اور (راہ) کی پیروی کر رہا ہے۔“]

viii: بریلوی مکتب فکر کے قائد کا قول:

بریلوی مکتبِ فکر کے قائد احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ:

اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے۔“ ❷

❀ صحیح البخاری کے متعلق بعض اشعار:

صحیح البخاری کے متعلق حافظ ذہبی کے منتخب کردہ اشعار میں سے:

صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ لَوْ أَنْصَفُوْهُ
لَمَا خُطَّ إِلَّا بِمَآءِ الذَّهَبْ

[اگر وہ صحیح البخاری کے ساتھ انصاف کرتے، تو سونے کے پانی ہی سے لکھی جاتی۔]

هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْهُدٰى وَالْعَمٰى
هُوَ السَّدُّ بَيْنَ الْفَتٰى وَالْعَطَبْ

[وہی ہدایت اور گمراہی کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ نوجوان اور ہلاکت کے بیچ وہی رکاوٹ ہے۔]

---

❶ حجۃ اللہ البالغۃ 134/1.

❷ احکام شریعت، حصہ اول / 76.

أَسَـــانِيْــدُ مِثْــلُ نُــجُــوْمِ الــسَّــمَــآءِ
أَمَــــامَ مُتُــــوْنٍ كَـــمِثْــلِ الشُّــهُـــبْ

[(اس کی) اسانید آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، (جو کہ) ایسے متون سے پہلے ہیں، جو کہ چمک دار شعلوں کی طرح ہیں۔]

بِـــهٖ قَـــامَ مِيْـــزَانُ دِيْـــنِ الـــرَّسُـــوْلِ
وَ دَانَ بِـــهِ الْـــعَـــجْـــمُ بَـــعْـــدَ الْـــعَـــرَبْ ❶

[اُسی کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے دین کا میزان قائم ہوا اور اُسی کے ساتھ عرب کے بعد عجمی لوگ مطیع ہوئے۔]

❶ سیر أعلام النبلآء 471/12.

.......مبحث دوم.......

صحیح البخاری کے آخری باب کی شرح

تمہید:

صحیح البخاری کے آخری باب کی شرح سے پہلے اس میں موجود کتابوں اور ابواب کے متعلق قدرے تفصیل توفیقِ الٰہی سے ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

ا: صحیح البخاری میں موجود کتابیں:

i: کتابوں کی تعداد:

امام بخاری نے اپنی کتاب [اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ] کو ستانوے کتابوں میں تقسیم کیا ہے۔ آغاز میں [بَدْءُ الْوَحْيِ] اور آخر میں [کِتَابُ التَّوْحِیْدِ] لائے ہیں۔ [1]

ii: [کتاب التوحید] کو آخر میں لانے کی تین حکمتیں:

1: توحید کا اوّل و آخر بچاؤ کی اساس ہونا:

اس بارے میں حافظ ابن حجر اپنے شیخ ابوحفص بلقینی سے نقل کرتے ہیں:

"وَکَانَ أَصْلُ الْعِصْمَةِ أَوَّلاً وَّآخِرًا هُوَ تَوْحِیْدُ اللّٰهِ تَعَالٰی ، فَخَتَمَ

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري المطبوع مع فتح الباري بترقیم الشیخ محمد فؤاد عبدالباقي، و إشراف الشیخ محب الدین الخطیب 344/13، ط: المکتبة السلفیة؛ و مفتاح کنوز السنة تألیف د. اي. فنسنك، ترجمہ: الشیخ محمد فؤاد عبدالباقي صفحات ب، ج، د۔
بعض علماء نے اُن کی تعداد سو سے کچھ زیادہ اور بعض نے اکانوے تحریر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الکواکب الدراري للکرماني المعروف بہ شرح الکرماني 12/1؛ و الفوائد الدراري في ترجمة الإمام البخاري للحافظ العجلوني ص 224؛ و "دلیل القاريء إلی مواضع الحدیث في صحیح البخاري" للشیخ الغُنَیمان ص 7-8.
تنبیہ: ان مختلف اقوال میں کچھ تعارض نہیں، کیونکہ جب زیادہ تعداد والے قول کے مطابق جدا جدا کتابوں میں سے ملتی جلتی، دو دو کتابوں کو آپس میں جمع کر کے ایک شمار کیا جائے، تو کتابوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

بِكِتَابِ التَّوْحِيْدِ .“❶

[”اور (اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے) اول و آخر بچاؤ کی اساس اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہے، تو (اسی لیے) انہوں نے (اپنی کتاب کا) اختتام [کتاب التوحید] سے کیا۔“]

2: توحید پر خاتمہ کی ضمناً التماس:

شاید ......وَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ......اس کی حکمت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ امام ابوداؤد کی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ: [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] دَخَلَ الْجَنَّةَ.“❷

ترجمہ: [”جس شخص کا آخری کلام [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“]

امام بخاری کتاب کے آخر میں [کتاب التوحید] درج کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ضمناً یہ التجا کر رہے ہیں، کہ

مولائے کریم! میں اپنی کتاب کا اختتام [کتاب التوحید] سے کر رہا ہوں، آپ بھی میری کتابِ زندگی کا اختتام کلمۂ توحید [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] سے فرما دینا۔

اے رب کریم! ہم بھی آپ کے حضور اسی بات کی اپنے لیے، بہن بھائیوں، اہل و عیال اور نسلوں کے لیے عاجزانہ التجا کرتے ہیں۔ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ .

3: توحید پر اعمال کے معتبر اور کامیاب ہونے کا انحصار ہونا:

مصنف رحمہ اللہ نے کتاب کا آغاز [ابتدائے وحی] سے کیا اور اسی پر دین کا دارومدار

---

❶ هدي الساري مقدمة فتح الباري ص 473. نیز ملاحظہ ہو: ”عمدة القاري و السامع في ختم الصحيح الجامع“ ص 91؛ و الفوآئد الدراري ص 242.

❷ سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في التلقين، رقم الحديث 3114، 267/8. شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود 602/2).

ہے۔اس کے بعد [کتاب الإیمان] لائے اور اسی پر نجات کا انحصار ہے۔اس کے بعد [کتاب العلم] لائے اور اسی پر ساری عبادات اور شرعی معاملات موقوف ہیں۔اور کتاب کا اختتام [کتاب التوحید] سے کیا، کیونکہ سارے اعمالِ صالحہ کے معتبر ہونے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے کتاب کا آغاز [اشرف] ❶ اور اختتام [اعلیٰ] ❷ سے کیا۔ ❸

ب: صحیح البخاری کے ابواب:

i: ابواب کی تعداد:

حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں موجود ستانوے کتابوں میں سے ہر ایک کتاب

---

❶ یعنی سب سے زیادہ شان والی بات۔

❷ یعنی سب سے بلند مرتبہ چیز۔

❸ ملاحظہ ہو: کتاب التوحید بشرح الشیخ محمد عبدالحق الہاشمی ص 9.

شیخ ہاشمی کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

"إِنَّ مَدَارَ أُمُوْرِ الدِّيْنِ عَلٰی خَمْسَةِ أَشْيَآءَ: اَلْإِعْتِقَادَاتُ، وَالْعِبَادَاتُ، وَ الْمُعَامَلَاتُ، وَ الزَّوَاجِرُ، وَ الْآدَابُ. فَلَمَّا فَرَغَ الْمُؤَلِّفُ مِنْ بَيَانِ الْكُلِّ بَيَّنَ الْاِعْتِقَادَاتِ، فَلِلّٰهِ دَرُّهُ مَا أَحْسَنَ تَرْتِيْبَهُ الْكِتَابَ،

حَيْثُ افْتَتَحَ بِبَدْءِ الْوَحْيِ، وَ عَلَيْهِ مَدَارُ الدِّيْنِ،

وَ ثَنّٰى بِكِتَابَ الْإِيْمَانِ، وَ عَلَيْهِ مَدَارُ النَّجَاةِ،

وَ ثَلَّثَ بِكِتَابِ الْعِلْمِ وَ عَلَيْهِ مَدَارُ الْعِبَادَاتِ وَ الْمُعَامَلَاتِ الشَّرْعِيَّةِ،

وَ خَتَمَ بِالتَّوْحِيْدِ، وَ عَلَى الْخَاتِمَةِ بِهٖ مَدَارُ اعْتِبَارِ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَ فَوْزِ الدَّارَيْنِ.

وَ افْتَتَحَ بِالْأَشْرَفِ وَ اخْتَتَمَ بِالْأَعْلٰى."

❹ "دین کے معاملات کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: اعتقادات، عبادات، معاملات، ڈانٹ ڈپٹ والی باتیں اور آداب۔ مصنف رحمہ اللہ جب سب باتوں کے بیان سے فارغ ہوگئے، تو اعتقادات کا بیان شروع کیا، انہوں نے کتاب کی ترتیب توفیقِ الٰہی سے کیسی شان دار بنائی۔ ⇦⇦⇦

کے ضمن میں ابواب ذکر کیے ہیں۔ مثال کے طور پر [كتاب الإيمان] میں 43، [كتاب العلم] میں 53، [كتاب الوضوء] میں 78، [كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة] میں 28 اور آخری کتاب [كتاب التوحيد] میں 58 ابواب، ذکر کیے ہیں۔

ابواب کی مجموعی تعداد 3882 ہے۔ ❶

دونوں اقوال میں کچھ تعارض نہیں۔ ایک جیسے دو یا دو سے زیادہ ابواب کو جمع کر کے ایک باب شمار کرنے سے تعداد کم اور جدا جدا ذکر کرنے سے گنتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ii: ابواب کے عنوانات کی اہمیت:

حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے ابواب کے عنوانات میں احادیث سے استنباط کردہ ایسے ایسے لطیف نکات اور باریک باتیں بیان کی ہیں، کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کی اُن تک رسائی نہیں ہوئی تھی۔ ❷

❀ علامہ نووی لکھتے ہیں:

وَ أَمَّا دَقَائِقُ الْحَدِيْثِ ، وَ اسْتِنْبَاطِ اللَّطَآئِفِ مِنْهُ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُقَارِبُهُ فِيْهَا .

ثُمَّ لَيْسَ مَقْصُوْدُهُ بِهٰذَا الْكِتَابِ الْاِقْتِصَارَ عَلَى الْحَدِيْثِ وَ

⇦⇦⇦ کتاب کا آغاز ابتدائے وحی سے کیا اور اسی پر دین کا دار و مدار ہے۔ اس کے بعد [كتاب الإيمان] لائے اور اس پر نجات کا انحصار ہے۔ اس کے بعد [كتاب العلم] لائے اور اسی پر ساری عبادات اور شرعی معاملات موقوف ہیں اور کتاب کا اختتام [كتاب التوحيد] سے کیا، کیونکہ سارے اعمال صالحہ کا معتبر ہونا اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا، اسی خاتمہ سے مشروط ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے کتاب کا آغاز [اشرف] اور انتہا [اعلیٰ] سے کی۔"

❶ یہ تعداد اور ہر باب کا عنوان شیخ عبداللہ الغُنَیمان نے اپنی کتاب [دليل القاريء] میں ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے: اسی کتاب کے صفحات 9-77).

❷ ملاحظہ ہو: الفوائد الدراري ص 224.

تَكْثِيْرَ الْمُتُوْنِ، بَلْ مُرَادُهُ الْإِسْتِنْبَاطُ مِنْهَا، وَ الْاِسْتِدْلَالُ لِأَبْوَابٍ أَرَادَهَا مِنَ الْأُصُوْلِ وَ الْفُرُوْعِ، وَ الزُّهْدِ، وَ الْآدَابِ وَ الْأَمْثَالِ، وَ غَيْرِهَا مِنَ الْفُنُوْنِ. ❶

[حدیث کی باریکیوں کے نکالنے اور اس سے لطیف نکات کے استنباط میں کوئی بھی اُن کے قریب بھی نہیں پہنچا۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں اُن کا مطمحِ نظر صرف حدیث کے درج کرنے اور اُن کی گنتی زیادہ کرنے پر اکتفا کرنا نہیں تھا، بلکہ اُن کا ہدف اصول وفروع، زہد وامثال وغیرہ کے ابواب کے لیے استنباط و استدلال کرنا ہے۔]

❀ امام بخاری کے ابواب کے عنوانات کی گہرائی کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

أَعْيَا فُحُوْلَ الْعِلْمِ حَلُّ رُمُوْزِ مَا
أَبْدَاهُ فِي الْأَبْوَابِ مِنْ أَسْرَارِ
مِنْ كُلِّ بَابٍ حِيْنَ يُفْتَحُ بَعْضُهُ
يَنْهَارُ مِنْهُ الْعِلْمُ كَالْأَنْهَارِ ❷

[انہوں نے ابواب میں جن مخفی باتوں کو ظاہر کیا ہے، اُن کے رموز کے حل کرنے نے علم کے شاہ سواروں کو تھکا دیا ہوا تھا۔
جب ہر باب کے کچھ حصے کو کھولا جاتا ہے، تو نہروں کی مانند اس سے علم چھلکتا ہے۔]

❀ اُن کی فقاہت کے متعلق اہلِ علم کا حسب ذیل قول بہت مشہور ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: ما تمس إليه حاجة القاري لصحيح الإمام البخاري، فصل [أسرار التكرار] بتصرف يسير، ص 51.

❷ ملاحظہ ہو: الفوائد الدراري ص 230.

"فِقْهُ الْبُخَارِيِّ فِيْ تَرَاجِمِهٖ." ❶

["(امام) بخاری کی فقاہت اُن (کی کتاب کے ابواب) کے عنوانات میں ہے۔"]

❀ علامہ محمد انور کشمیری بیان کرتے ہیں:

"وَ اعْلَمْ أَنَّ الْمُصَنِّفَ رَحِمَهُ اللهُ سَبَّاقُ غَايَاتٍ وَّ صَاحِبُ آيَاتٍ فِيْ وَضْعِ التَّرَاجُمِ، لَمْ يَسْبِقْ بِهٖ أَحَدٌ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ، وَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّحَاكِيَهُ أَحَدٌ مِّنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ، فَكَانَ هُوَ الْفَاتِحَ لِذٰلِكَ الْبَابِ، وَ صَارَ هُوَ الْخَاتَمَ." ❷

["نوٹ کیجیے، بلاشبہ مصنف رحمہ اللہ تراجم کے رکھنے (یعنی ابواب کے عنوانات تحریر کرنے) میں انتہائی کمال کی جانب خوب سبقت کرنے والے اور نہایت منفرد حیثیت والے تھے۔ متقدمین میں سے کوئی اُن پر سبقت نہیں لے سکا اور متاخرین میں کوئی اُن کے قریب نہیں پہنچ سکا۔ وہ ہی اس دروازے کے کھولنے والے اور وہ ہی اس کے بند کرنے والے قرار پائے۔"]

اسی بارے میں گفتگو کرتے ہوئے علامہ کشمیری بیان کرتے ہیں:

"قِيْلَ إِنَّ فِقْهَ الْبُخَارِيِّ فِيْ تَرَاجِمِهٖ، فَكَانَ فِيْ تَرَاجِمِ الْمُصَنِّفِ عُلُوْمٌ مُّتَفَرِّقَةٌ مِّنَ الْفِقْهِ وَ أُصُوْلِهٖ، وَ الْكَلَامِ، أَوْمَأَ إِلَيْهِ بِغَايَةِ إِيْجَازٍ وَّ اخْتِصَارٍ؛ قَلَّ مَنْ يَّهْتَدِيْ إِلَيْهَا؛ وَ ذٰلِكَ لِمَعَانٍ." ❸

["کہا گیا ہے: بلاشبہ (امام) بخاری کی فقاہت اُن کے تراجم میں ہے۔ مولف...... رحمہ اللہ ...... کے ابواب کے تحریر کردہ عنوانات میں فقہ، اصولِ فقہ اور (علم) کلام کے علوم متفرقہ ہیں۔ انہوں نے نہایت ایجاز و اختصار سے اُن کی

❶ فيض الباري، المقدمة، 40/1.

❷ المرجع السابق 40/1.

❸ المرجع السابق 40/1. نیز ملاحظہ فرمائیے: مقدمة صحيح البخاري للشيخ السهارنفوري، الفصل الثالث في ما يتعلق بالتراجم، ص 5-6.

جانب اشارہ کیا ہے، کم ہی لوگوں کی اُن تک رسائی ہوتی ہے اور اُس میں کتنے ہی معانی ہیں (یعنی اُن کے اس طرزِ عمل میں بہت سی حکمتیں ہیں)۔"]

iii: صحیح بخاری کے ابواب کے متعلق تالیفات:

صحیح بخاری کے ابواب کی اہمیت وحیثیت اس بات سے بھی واضح ہے، کہ بعض حضرات محدثین نے ان کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ایسی ہی چھ کتابیں درجِ ذیل ہیں:

کتاب	مؤلف
① "المُتَوارِي عَلىٰ تَراجُمِ البخاري"	العلامة ابن منَيِّر الأَسْكَنْدَراني ت 683هـ
② "تَرْجُمَانُ التَّرَاجُم"	العلامة ابو عبدالله بن محمد رُشَيْد السِبتى ت 721هـ
③ "فَكُّ أَغْرَاضِ الْبُخَارِيِّ الْمُبْهَمَةِ فِيْ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَدِيْثِ وَ التَّرْجَمَةِ"	العلامة محمد بن منصور المغربي
④ "مُنَاسِبَاتِ تَرَاجُمِ الْبُخَارِيِّ"	العلامة ابن جماعة ت 733هـ
⑤ "كِتَابُ تَرَاجُمِ الْبُخَارِيِّ"	الحافظ ابن الملقِّن ت 808هـ
⑥ "شَرْحُ تَرَاجُمِ أَبْوَابِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ"	الشاه ولي اللّٰه الدهلوي ت 1177هـ[1]

ابواب البخاری کے تراجم کا صحیح مسلم پر برتری کا ایک سبب ہونا:

حافظ ابن حجر صحیح البخاري کی صحیح مسلم پر برتری اور عظمت کے اسباب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَ كَذٰلِكَ الْجِهَةُ الْعُظْمٰى الْمُوْجِبَةُ لِتَقْدِيْمِهِ، وَ هِيَ مَا ضَمِنَهٗ أَبْوَابُهٗ مِنَ التَّرَاجُمِ الَّتِيْ حَيَّرَتِ الْأَفْكَارَ، وَ أَدْهَشَتِ

[1] ملاحظہ ہو: سیرة البخاري ص 237-239؛ و تعلیق سیرة البخاري ص 237-239.

الْعُقُوْلَ وَالْأَبْصَارَ. "❶

["اسی طرح اُن کی برتری کو لازم کرنے والا ایک عظیم پہلو یہ ہے، کہ انہوں نے اپنے ابواب کے ایسے عنوانات تحریر کیے ہیں، جنہوں نے سوچ اور سمجھ کو حیران، فکر و نظر کو ششدر اور عقل و شعور کو دنگ کر دیا ہے۔"]

پھر حافظ رحمہ اللہ ان عنوانات کے بلند مقام پانے کے سبب کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَ إِنَّمَا بَلَغَتْ هٰذِهِ الرُّتْبَةَ وَ فَازَتْ بِهٰذِهِ الْحَظْوَةِ لِسَبَبٍ عَظِيْمٍ أَوْجَبَ عِظَمَهَا:

وَ هُوَ مَا رَوَاهُ أَبُوْ أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ بْنِ هَمَّامٍ قَالَ: "شَهِدْتُ عِدَّةَ مَشَايِخَ يَقُوْلُوْنَ:

"حَوَّلَ الْبُخَارِيُّ تَرَاجُمَ جَامِعِهِ ......يَعْنِي بَيَّضَهَا...... بَيْنَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَ مِنْبَرِهٖ.

وَ كَانَ يُصَلِّيْ لِكُلِّ تَرْجَمَةٍ رَكْعَتَيْنِ. "❷

["بلاشبہ یہ عنوانات، ایک ایسے عظیم سبب کی بنا پر اس بلند مقام کے پانے اور اس سعادت سے بہرہ ور ہونے والے بنے، جس نے اُن کی برتری کو لازم کر دیا:

وہ سبب وہ تھا، جسے ابواحمد بن عدی نے عبدالقدوس بن ہَمّام سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا: "میں نے متعدد مشائخ کو کہتے سنا:

"(امام) بخاری نے اپنی (کتاب) جامع کے عنوانات کو آخری شکل نبی کریم ﷺ کی قبر اور اُن کے منبر کے درمیان (بیٹھ کر) دی۔"❸

اور وہ ہر عنوان (کے تحریر کرنے) کے لیے دو رکعت پڑھتے تھے۔"]

---

❶ هدي الساري ص 13.

❷ المرجع السابق ص 13.

❸ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس مبارک اور مقدس جگہ کو دنیا ہی میں "رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ." قرار دیا ہے۔ رب کریم بار بار تا زندگی ایمان، عافیت اور تونگری کی حالت میں وہاں حاضر ہونے کی سعادت عطا فرمائیں۔ إِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

[كِتَابُ التَّوْحِيدِ] کا آخری باب

بَابُ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ❶

وَ أَنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنُ.

[اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

[ترجمہ: اور ہم روزِ قیامت کے لیے سراپا عدل و انصاف ترازوؤں کو لائیں گے]

اور بے شک انسانوں کے اعمال اور گفتگو کا وزن کیا جائے گا]۔

[کتاب التوحید] میں اٹھاون ابواب ہیں اور یہ آخری باب ہے:

باب کے چار فوائد:

اس باب کے قائم کرنے کے متعدد فوائد میں سے چار درجِ ذیل ہیں:

i: بندوں کے اعمال کا مخلوق ہونا، بندے کی تلاوت اور قرآن کریم کا جُدا جُدا ہونا، تلاوت بندے کا عمل اور مخلوق ہے، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔

امام بخاری نے باب میں روایت کردہ حدیث سے اس حقیقت کو ثابت کیا۔

تسبیح کا میزان میں بھاری اور زبان پر ہلکا ہونا، بندے کا عمل ہے اور وہ مخلوق ہے، کیونکہ کسی کا بھاری اور ہلکا ہونا مخلوق کی صفات سے ہے۔ ❷

---

❶ سورة الأنبياء / جزء من الآية 47.

❷ ملاحظہ ہو: "كتاب التوحيد للإمام البخاري بشرح الشيخ محمد عبدالحق الهاشمي" ص 259. نیز ملاحظہ ہو: شرح كتاب التوحيد للشيخ الغُنَيمان 639/2.

ii: روزِ قیامت میزان کا اثبات

iii: اعمال کا آخرت کے دن تولا جانا۔ ❶

iv: گفتگو کا بھی اعمال میں شامل ہونا اور روزِ قیامت تولا جانا۔ ❷

باب کو آخر میں لانے کی سات حکمتیں:

محدّثین کی ذکر کردہ حکمتوں میں سے آٹھ درج ذیل ہیں:

i: بندوں کے مکلّف ہونے کے آثار میں سے آخری بات اعمال کا تولا جانا ہے۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا جہنم، سوائے اُن گناہ گار اہلِ توحید کے، جنہیں جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے، وہاں سے نکال دیں گے۔

امام بخاری نے اسی مناسبت سے اعمال کے وزن کے عقیدہ کو اپنی کتاب کا آخری باب بنایا ہے۔ وَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ. ❸

ii: حضرت امام رحمہ اللہ نے اس باب کے تحریر کرنے سے اس بات کی طرف توجہ دلوائی ہے، کہ انہوں نے اپنی اس کتاب کو معیار (Standard) اور میزان بنایا ہے، جس سے کھرے کھوٹے اور غلط صحیح میں تمیز ہوتی ہے۔

حافظ سخاوی لکھتے ہیں:

"أَوْ أَشَارَ إِلَى أَنَّهُ وَضَعَ كِتَابَهُ قِسْطَاسًا، وَّ مِيْزَانًا يُّرْجَعُ إِلَيْهِ. وَأَنَّهُ سَهْلٌ عَلَى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ." ❹

["یا انہوں نے (اس باب کے آخر میں لانے سے اس (حقیقت) کی جانب اشارہ کیا ہے، کہ انہوں نے اپنی کتاب کو نہایت عدل و انصاف والے ترازو اور میزان کی حیثیت سے تیار کیا ہے، جس کی طرف (راہنمائی پانے اور حق و باطل

---

❶ ملاحظہ ہو: التوضيح لشرح الجامع لابن الملقن 587/33.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق 587/33.

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري 542/13.

❹ "عمدة القاري و السامع في ختم الصحيح الجامع" ص 92.

میں تمیز کرنے کی خاطر) رجوع کیا جاتا ہے اور یقیناً ایسا کرنا اس شخص کے لیے آسان ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں۔"]

حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ثابت شدہ احادیث کو جمع کیا اور اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے سنت نبوی ﷺ کو کسوٹی اور معیار بنایا ہے۔ امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا، کہ نبی کریم ﷺ کے پاس فرشتے آئے اور آنحضرت ﷺ سو رہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے لیے ایک مثال بیان کی، پھر اس مثال کی تعبیر و تشریح بھی خود ہی کی۔ تعبیر و تشریح کرتے ہوئے ان فرشتوں نے کہا:

"فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَ الدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ. فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَ مَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا ﷺ، فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ تَعَالٰى. وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ."[1]

[ترجمہ: سو گھر جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔ پس جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی، تو اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان حدِ فاصل ہیں۔"]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: [فَرَّقَ] ایک روایت میں الرّاء کی تشدید کے ساتھ صیغۂ ماضی ہے اور [فَرَّقَ] سے مراد یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے درمیان فرق واضح کیا، یعنی جس شخص نے آنحضرت ﷺ کی اتباع کی، وہ مومن قرار پایا اور جس کسی نے نافرمانی کی، وہ محروم اور بدنصیب ٹھہرا۔

دوسری روایت میں [فَرْقٌ] [الرّاء] کے سکون اور [القاف] کی تنوین کے ساتھ ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، جزء من رقم الحديث 7281، 249/13.

اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ لوگوں کے درمیان حدِ فاصل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری کرنے والے اہلِ ایمان اور نافرمانی کرنے والے اہلِ کفر۔ [1]

حافظ ابن کثیر نے اسی حقیقت کو بہت دوٹوک اور خوب صورت انداز سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فَتُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَ الْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهِ ﷺ وَ أَعْمَالِهِ. فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَ مَا خَالَفَهُ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ عَلٰى قَآئِلِهِ وَ فَاعِلِهِ كَآئِنًا مَّنْ كَانَ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَ غَيْرِهِمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ." [2] [3]

["پس تمام اقوال و اعمال کو آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال کے ترازو میں تولا جائے گا۔ جو اُن کے موافق ہوگا، اُسے قبول کیا جائے گا۔ جو اُن کے مخالف ہوگا، اسے اُس کے کہنے اور کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا، وہ جو کوئی بھی ہو، جیسے کہ صحیحین اور اُن کے علاوہ دیگر (کتبِ حدیث) میں ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ."

ترجمہ: جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا، جس کے بارے میں ہمارا حکم نہیں، تو وہ (عمل) مردود ہے۔"]

تنبیہ:

جملہ [وَ مُحَمَّدٌ - ﷺ - فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ]:

جملہ اسمیہ ہے اور اس جملے کے خصائص میں سے ایک:

بیان کردہ بات کے [استمرار اور دوام] پر دلالت کرنا ہے"،

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري 256/13.

[2] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم الحدیث 2697، 301/5؛ و صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و ردّ محدثات الأمور، رقم الحدیث 18- (1718)، 1343/3-1344. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔ صحیح البخاری کے الفاظ مختلف البتہ معنی یہی ہے۔

[3] تفسیر ابن کثیر 338/3.

تو اسی طرح اس جملۂ مبارکہ کا مقصود یہ ہے، کہ بعثتِ رسول کریم ﷺ سے لے کر رہتی دنیا تک یہ دائمی اور ابدی حقیقت، قاعدہ اور ضابطہ ہے، کہ

"محمد کریم ﷺ لوگوں کے درمیان حدِّ فاصل ہیں۔ اُن کی پیروی کرنے والا جنتی ہے اور اُن کا نافرمان بدنصیب ہے۔"

iii: حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا اختتام اللہ تعالیٰ سے یہ امید کرتے ہوئے کیا، کہ روزِ قیامت یہ کتاب ایسی ہو، کہ اُسے اُن کے حق میں تولا جائے۔

ہم امام بخاری کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے ہی کرنے کا گمان رکھتے ہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَّ هُوَ جَوَادٌ كَرِيْمٌ. [1]

ربِّ کریم! ہمارے لیے اس عظیم کتاب کا پڑھنا پڑھانا بھی ایسے ہی فرمادیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

iv: حضرت امام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا اختتام تسبیح وتحمید پر کرنے کا قصد کیا۔ اس کی خاطر انہوں نے یہ باب تحریر کیا، جس کے ضمن میں [كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ ..... الحديث] کا لانا اُن کے لیے ممکن ہوا۔

حافظ ابن مُلَقِّن نے یہ حکمت تحریر کی اور اس کے ساتھ تین احادیثِ شریفہ بھی نقل کیں۔ انہی میں سے ایک حسبِ ذیل ہے:

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے، تو آخر میں کہتے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْكَ." [2]

---

[1] [اور اسے کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں اور وہ نہایت سخی اور انتہائی عزت والے ہیں۔]

[2] [ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنی حمد کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں، کہ کوئی معبود نہیں، مگر آپ۔ میں آپ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔]

ایک شخص نے عرض کیا:

''اے اللہ تعالیٰ کے رسول! یقیناً بے شک آپ ایک بات (اب) کہتے ہیں، جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''كَفَّارَةُ الْمَجْلِسِ.'' ❶

''مجلس کا کفارہ۔'' ❷

v: حافظ ابن مُلَقِّن ہی لکھتے ہیں، کہ حضرت امام رحمہ اللہ نے ابتدا میں حدیث [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ] اور انتہا میں اس حدیث کو روایت کر کے آدابِ مسنونہ کو اختیار کیا۔ قصد و نیت کے اخلاص سے آغاز کیا اور اختتام میں نفس کے خیالات اور تصورات کا محاسبہ کرتے ہوئے اس چیز پر غور و فکر کیا، جسے آنحضرت ﷺ نے سرزد ہونے والی خطا اور غلطی کا کفّارہ قرار دیا۔ ❸

vi: اعمال کا وزن یعنی بھاری اور ہلکا ہونا، حدیث شریف ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' ❹ نیت کے مطابق ہوتا ہے، حضرت امام رحمہ اللہ نے ابتدا میں [اعمال کے نیتوں پر دارومدار] اور انتہا میں [وزنِ اعمال] والی حدیثیں لا کر ابتدا اور انتہا میں خوبصورت مطابقت پیدا کی ہے۔ عمل کا آغاز نیت سے اور انتہا عمل کے وزن سے، پھر اس کے بعد عمل کی جزا و سزا ہے۔ امام رحمہ اللہ نے [نیت] والی اور [وزن] والی، دونوں حدیثوں کو اُن کے مناسب ترین

---

❶ سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في كفّارة المجلس، رقم الحديث 4849، 140/13-141؛ و السنن الكبرى، كتاب عمل اليوم و الليلة، كفارة ما يكون في المجلس، رقم الحديث 10187، 163/9. الفاظِ حدیث سنن ابی داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب و الترهيب 216/2.)

❷ یعنی مجلس میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے والا۔

❸ ملاحظہ ہو: التوضيح لشرح الجامع الصحيح 587/33-589.

❹ ترجمہ: بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

مقامات پر روایت کیا ہے۔ [نیت] والی حدیث کو سب سے پہلے اور [وزن] والی حدیث سب سے آخر میں۔

vii: [التوحید] اور [التسبیح] میں بہت زیادہ لفظی و معنوی یگانگت اور یکتائی ہے۔

دونوں [تَفْعِیْل] کے وزن پر،

[دونوں کے [پانچ پانچ حروف]

[اور دونوں میں [تین حروف التآء، الحآء اور الیآء] ہیں۔

مزید برآں دونوں ہی [اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پانے کا باعث] ہیں۔

علاوہ ازیں [تسبیح] سے مراد: اللہ تعالیٰ سے ہر اس چیز اور بات کی نفی کرنا ہے، جو اُن کے شایانِ نہیں اور ہر قسم کے شرک سے اُن کے بلند و بالا ہونے کا اقرار و اعلان ہے۔ اس طرح [تسبیح] بہترین انداز سے [توحید] تک ہی پہنچاتی ہیں۔

viii: صحیح البخاری کے اختتام میں یہ نیک شگون ہے، کہ اس کتاب کے لیے اہتمام کرنے والے کا خاتمہ...... إن شآء اللہ تعالی...... توحید پر ہوگا۔ [1]

[بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾]

حضرت امام رحمہ اللہ نے کتاب التوحید کے اٹھاون میں سے چھیالیس ابواب میں حدیث یا احادیث روایت کرنے سے پیشتر آیتِ شریفہ یا اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

کتاب التوحید کے ابواب میں آیات لانے کی حکمت:

[احادیث صفات] کے انکار میں کتاب و سنت کا انکار:

بعض لوگ صفاتِ الٰہیہ کے متعلق احادیث کا انکار کرنے کے لیے اس بات کا سہارا لیتے ہیں، کہ یہ احادیث [اخبار آحاد] [2] ہیں اور [اخبار آحاد] سے عقائد ثابت نہیں کیے جا سکتے۔

[1] یہ تینوں حکمتیں 5، 6 اور 7 علامہ ابوالحسن سندی نے صحیح البخاری کے حاشیہ میں تحریر کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: "حاشیة صحیح البخاري، 2/1129-1130. (ط. نور محمد أصح المطابع).

[2] [اخبار آحاد] خبر واحد کی جمع اور اس سے مراد وہ خبر ہے، جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔ (ملاحظہ ہو: شرح نخبة الفکر ص 15، و "معجم اصطلاحات حدیث" ص 49.)

امام بخاری صفاتِ الٰہی کے متعلق ابواب میں احادیث سے پہلے آیات ذکر کر کے اس بات کی جانب توجہ دلا رہے ہیں، کہ اُن احادیث کا انکار کرنے والا قرآن کریم کا بھی انکار کرنے والا ہے، کیونکہ جو بات احادیث سے ثابت ہو رہی ہے، وہی بات آیات شریفہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر کا قول:

"يَظْهَرُ مِنْ تَصَرُّفِ الْبُخَارِيِّ فِيْ كِتَابِ التَّوْحِيْدِ أَنَّهُ يَسُوْقُ الْأَحَادِيثَ الَّتِيْ وَرَدَتْ فِي الصِّفَاتِ الْمُقَدَّسَةِ. فَيُدْخِلُ كُلَّ حَدِيْثٍ مِنْهَا فِيْ بَابٍ، وَيُؤَيِّدُهُ بِآيَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ لِلْإِشَارَةِ إِلٰى خُرُوْجِهَا مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ، عَلٰى طَرِيْقِ التَّنَزُّلِ فِيْ تَرْكِ الْاِحْتِجَاجِ بِهَا فِي الْاِعْتِقَادِيَاتِ، وَأَنَّ مَنْ أَنْكَرَهَا خَالَفَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ جَمِيْعًا." [1]

[''(امام) بخاری کے [کتاب التوحید] میں اسلوب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے، کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی) صفاتِ مقدسہ کے متعلق احادیث لاتے ہیں اور ہر حدیث کو ایک باب میں رکھتے ہیں اور اس کی تائید قرآن (کریم) کی آیت سے کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس طرزِ عمل میں اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں، کہ اگر (بفرضِ محال) یہ مان بھی لیا جائے، کہ اعتقادات میں اخبارِ آحاد کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں، تو پھر بھی اُن کی پیش کردہ احادیث اخبارِ آحاد میں شامل نہیں (کیونکہ قرآن کریم کی آیات اُن کی تائید کرتی ہیں) اور جس شخص نے اُن (صفاتِ مقدسہ) کا انکار کیا، تو اُس نے کتاب و سنت، سب کا، انکار کیا۔'']

---

[1] فتح الباري 359/13.

امام بخاری کے موقف کی حقانیت:

امام بخاری کا مذکورہ بالا موقف کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔اس بارے میں ذیل میں دو نصوص اور دو محدّثین کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

❀ دو نصوص:

i: ارشادِ ربانی ہے:﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ ❶

ترجمہ:[جس شخص نے رسول (کریم ﷺ) کی اطاعت کی،تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔]

ii: امام بخاری کی جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت میں ہے، کہ جب نیند کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس فرشتے آئے،تو انہوں نے کہا:

"فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا۔ ﷺ۔ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ.

وَ مَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا۔ ﷺ۔ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ تَعَالٰى." ❷

["جس شخص نے محمد۔ ﷺ۔ کی اطاعت کی،تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس شخص نے محمد۔ ﷺ۔ کی نافرمانی کی،تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔"]

❀ دو محدّثین کے اقوال:

i: امام حنبل بن اسحاق نے اپنی [کتاب السنۃ] میں بیان کیا، کہ امام احمد بن حنبل نے [روزِ قیامت میزان] کا انکار کرنے والوں کی تردید میں فرمایا (اس کا مفہوم یہ تھا):

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

---

❶ سورۃ النسآء / جزء من الآیۃ 80.

❷ صحیح البخاري، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب الاقتدآء بسنن رسول اللہ ﷺ ......، جزء من رقم الحدیث 7281، 249/13.

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ❶

وَ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِيْزَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

فَمَنْ رَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ . " ❷

[''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اور ہم روزِ قیامت کے لیے سراپا عدل و انصاف ترازوؤں کو لائیں گے۔'']

اور نبی کریم ﷺ نے روزِ قیامت میزان (کے ہونے) کا ذکر فرمایا۔

پس جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی تردید کی، اُس نے اللہ عزّ وجلّ کی تردید کی۔'']

ii: امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب [الرد على الجهمية] میں صحیح سند کے ساتھ امام بخاری کے اساتذہ کے استاذ سَلام بن ابی مُطِیع سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَنَّهُ ذَكَرَ الْمُبْتَدِعَةَ ، فَقَالَ:

[''بلاشبہ انہوں نے بدعتی لوگوں کا تذکرہ کیا، تو فرمایا:

"وَيْلَهُمْ مَاذَا يُنْكِرُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ؟"

ان کا ستیاناس ہو جائے! وہ ان احادیث سے کس چیز کا انکار کرتے ہیں؟'']

"وَ اللّٰهِ! مَا فِي الْحَدِيْثِ شَيْءٌ إِلَّا وَ فِي الْقُرْآنِ مِثْلُهُ ."

[''اللہ تعالیٰ کی قسم! حدیث میں کوئی چیز نہیں، مگر قرآن میں اُس کے مثل موجود ہے۔'']

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ❸

---

❶ سورة الأنبيآء / جزء من الآية 47.

❷ منقول از: فتح الباري 538/13.

❸ سورة المجادلة / جزء من الآية الأولى.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: [بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب دیکھنے والے ہیں]۔

﴿وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ [1]

ترجمہ: [اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے نفس سے ڈراتے ہیں۔]

﴿وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ [2]

ترجمہ: [اور ساری زمین روزِ قیامت اُن کی مٹھی میں ہوگی۔]

﴿وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [3]

ترجمہ: [اور (سارے) آسمان اُن کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔]

﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ [4]

ترجمہ: [تجھے کس چیز نے اس کے لیے سجدہ کرنے سے روکا، جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟]

﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ [5]

ترجمہ: [اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ - علیہ السلام - سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔]

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [6]

ترجمہ: [بے حد رحم والے عرش پر بلند ہوئے۔]

اور اسی طرح دیگر (آیات شریفہ)"]

"فَلَمْ يَزَلْ ......أَيْ سَلَامُ بْنُ أَبِيْ مُطِيْعٍ ...... يَذْكُرُ الْآيَاتِ مِنَ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ." [7]

["وہ ......یعنی (امام) سلام بن ابی مطیع...... عصر سے غروب آفتاب تک

---

[1] سورة آل عمران / جزء من الآية 30.

[2] سورة الزمر / جزء من الآية 67.

[3] سورة الزمر / جزء من الآية 67.

[4] سورة ص / جزء من الآية 75.

[5] سورة النسآء / جزء من الآية 164.

[6] سورة طه / الآية 5.

[7] منقول از فتح الباري 359/13.

(صفاتِ الٰہیہ) پر دلالت کرنے والی آیاتِ (شریفہ) کا ذکر کرتے رہے۔'']

❀ اہلِ حدیث کا ہمیشہ سے موقف:

الحمد للہ اہل حدیث کا ہمیشہ سے موقف یہی ہے، کہ احادیثِ شریفہ سے اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ صفاتِ مقدّسہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہی صفاتِ مقدّسہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہیں۔ رب علیم وحکیم کی توفیق سے یہی موقف صحیح اور درست ہے۔

مولانا لکھنوی کی شہادت:

ہندوستان کے نامور محقق عالم شیخ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ محدثین کے مذہب ومسلک کے متعلق لکھتے ہیں:

''وَ مَنْ نَظَرَ بِنَظْرِ الْإِنْصَافِ، وَ غَاصَ فِيْ بِحَارِ الْفِقْهِ وَ الْأُصُوْلِ مُتَجَنِّبًا الْاِعْتِسَافَ، يَعْلَمُ عِلْمًا يَقِيْنِيًّا:
أَنَّ أَكْثَرَ الْمَسَآئِلِ الْفَرْعِيَّةِ وَ الْأَصْلِيَّةِ الَّتِيْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَآءُ فِيْهَا، فَمَذْهَبُ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْهَا أَقْوٰى مِنْ مَذَاهِبِ غَيْرِهِمْ.
وَ إِنِّيْ كُلَّمَا أَسِيْرُ فِيْ شُعَبِ الْاِخْتِلَافِ أَجِدُ قَوْلَ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْهِ قَرِيْبًا مِّنَ الْإِنْصَافِ.
فَلِلّٰهِ دَرُّهُمْ! وَ عَلَيْهِ شُكْرُهُمْ!
كَيْفَ لَا، وَ هُمْ وَرَثَةُ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا، وَ نُوَّابُ شَرْعِهٖ صِدْقًا.
حَشَرَنَا اللّٰهُ فِيْ زُمْرَتِهِمْ وَ أَمَاتَنَا عَلٰى حُبِّهِمْ وَ سِيْرَتِهِمْ.''[1]

[''جو شخص بنظرِ انصاف غور وفکر کرے گا اور فقہ اور اصولِ فقہ کے سمندروں میں تعصب سے بچتے ہوئے غوطہ زن ہوگا، بلاشبہ اُسے معلوم ہو جائے، کہ علماء کے مابین فروعی اور بنیادی اختلافی مسائل کی اکثریت میں محدّثین کا مذہب دوسرے لوگوں کے مذہب کے مقابلے میں زیادہ قوی ہے۔

---

[1] ''إمام الكلام فيما يتعلق بالقرآءة خلف الإمام'' ص 228.

بے شک میں جب بھی اختلاف کی وادیوں میں گھومتا ہوں، تو اُن میں، محدثین کا مذہب انصاف کے بہت زیادہ قریب پاتا ہوں۔

سبحان اللہ! اُن میں خوبی کس قدر ہے! اور اسی بنا پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔]

ایسے کیوں نہ ہو (یعنی اُن کے موقف کا صائب اور درست ہونا چنداں باعثِ حیرت نہیں، کیونکہ) وہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی وارث اور اُن کی شریعت کے سچے جانشین ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں (روزِ قیامت) اُن کے گروہ میں سے اٹھائیں اور ہماری موت اُن کی محبت اور اُن کے طریقے پر چلتے ہوئے آئے۔''](آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ)]

علامہ محمد انور کشمیری کا بیان:

شیخ رحمہ اللہ حضرت امام رحمہ اللہ کے ابواب میں آیاتِ کریمہ لانے کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

"وَ هٰذِهٖ مِنَّةٌ عَظِيْمَةٌ مِنَ الْمُصَنِّفِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رِقَابِ النَّاسِ وَ عَلَيْنَا، أَنَّهٗ يَسْتَعْمِلُ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ مُّمْكِنٍ." [1]

[''اور یہ مصنف رحمہ اللہ کی جانب سے لوگوں کی گردنوں اور ہم پر عظیم احسان ہے، کہ وہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، ہر جگہ قرآن (کریم کی آیات) لاتے ہیں۔'']

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾:

❀ آیتِ شریفہ کے الفاظ کے متعلق چار باتیں:

i: (نَضَعُ):

مفسرین کے اس کے بیان کردہ معانی میں سے دو:

ا: (نُحْضِرُهَا) یعنی ہم انہیں لائیں گے۔ [2]

---

[1] فيض الباري 7/2.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير الخازن 296/4. نیز دیکھیے: شرح كتاب التوحيد للشيخ الغُنَيمان 638/2.

ب: (نُقِیْمُ) ہم انہیں قائم کریں گے۔ ❶

شیخ ابن عاشور لکھتے ہیں: [اَلْوَضْعُ]: اس کا حقیقی معنٰی [کسی چیز کے رکھنے اور اس کے کسی جگہ میں گاڑنے کا ہے اور یہ [الرَّفْعُ] [اوپر اٹھانا] کا اُلٹ ہے۔

لفظ [اَلْوَضْعُ] [کسی چیز کے بنانے اور اُس کے ساتھ کام کی خاطر اُسے متعیَّن کرنے] کے معنٰی میں مجازی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ❷

ii: (اَلْمَوَازِیْنَ) کے متعلق تین باتیں:

ا: (اَلْمَوَازِیْنَ): [اَلْمِیْزَانُ] کی جمع ہے اور [مِیْزَانٌ] [وزن] سے [اسم آلہ] ہے۔

ب: [مِیْزَانٌ] کی اصل [مِوْزَانٌ] ہے۔ [الواو] سے پہلے زیر ہونے کی بنا پر اسے [یَآء] سے بدل دیا گیا، تو [مِیْزَانٌ] بن گیا۔

ج: [مِیْزَانٌ] [مِفْعَالٌ] کے وزن پر ہے اور اس کی جمع [مَفَاعِیْلُ] کے وزن پر [صیغہ منتہی الجموع] [مَوَازِیْنُ] ہے۔

iii: (اَلْقِسْطَ) کا ضبط اور معنٰی:

اگر یہ لفظ [القاف] کی [زیر] کے ساتھ ہو، تو معنٰی [عدل وانصاف] ہوتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن میں ہے:

﴿وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ﴾ ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود 6/70-71. نیز دیکھیے: تفسیر القاسمي 11/261.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر و التنویر 17/81.

❸ سورۃ الرحمٰن / جزء من الآیۃ 9. نیز ملاحظہ ہو: سورۃ آل عمران / الآیۃ 18؛ و سورۃ آل عمران / الآیۃ 21، و سورۃ النسآء / الآیۃ 127؛ و سورۃ النسآء / الآیۃ 135؛ و سورۃ المآئدۃ / الآیۃ 8؛ و سورۃ المآئدۃ / الآیۃ 42؛ و سورۃ الأنعام / الآیۃ 152؛ و سورۃ الأعراف / الآیۃ 29؛ و سورۃ یونس - علیہ السلام - / الآیۃ 4؛ و سورۃ یونس - علیہ السلام - / الآیۃ 47؛ و سورۃ یونس - علیہ السلام - / الآیۃ 54؛ و سورۃ ھود - علیہ السلام - / الآیۃ 85؛ و سورۃ الأنبیاء / الآیۃ 47؛ و سورۃ الحدید / الآیۃ 25.

ترجمہ: [اور انصاف کے ساتھ وزن درست رکھو اور ترازو میں کمی نہ کرو۔]

اس سے فعل [أَقْسَطَ] ❶ [بابِ إِفْعَال] سے اور اسم فاعل [اَلْمُقْسِطُ] ❷ ہوتا ہے۔

ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ❸

ترجمہ: [اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔]

اگر یہ لفظ [القاف] کی [زبر یا فتحہ] کے ساتھ ہو، تو اس سے مراد [ظلم] ہوتا ہے اور اسی سے [قَسَطَ ❹ يَقْسِطُ قَسْطًا وَ قُسُوْطًا] اور اسم فاعل [اَلْقَاسِطُ] ❺ ہوتا ہے۔

﴿وَ أَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا. وَ أَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ ❻

ترجمہ: [اور بے شک ہم میں سے (کچھ) مسلمان اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں۔ پس جو فرماں بردار ہوگیا، تو وہی ہیں، جنہوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں، وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔]

iv: ﴿لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ] کے [اللّام] [لِـ] کے متعلق تین اقوال:

(i) [لام] [فِي] کے معنی میں ہے۔ ❼ [یعنی قیامت کے دن میں]۔

---

❶ یعنی اُس نے انصاف کیا۔

❷ یعنی عدل و انصاف کرنے والا۔

❸ سورة الحجرات / جزء من الآية 9. نیز دیکھیے: سورة المائدة / الآية 42؛ و سورة الممتحنة / الآية 8.

❹ یعنی اس نے ظلم کیا۔

❺ یعنی ظلم کرنے والا۔

❻ سورة الجن / الآيتين 14-15.

❼ ملاحظہ ہو: معاني القرآن للفرآء 205/2. امام الفرآء نے صرف یہی معنی بیان کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 248/23؛ و اللامع الصبيح 543/17؛ و إرشاد الساري 480/10؛ و فتح الباري 538/13؛ و تفسير البيضاوي 72/2؛ و فتح القدير 588/3.

(ii)[لام][تــعـلـیـل][یعنی[علت]کے معنیٰ میں ہے اوراس کا مضاف محذوف ہے۔مضاف محذوف کے متعلق اقوال میں سے چار حسبِ ذیل ہیں:

1:[لِأَهْلِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ]❶[یعنی روزِ قیامت کے لوگوں کے لیے]۔

2:[لِحِسَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ]❷[یعنی روزِ قیامت کے حساب کے لیے]

3:[لِجَزَآءِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ]❸[یعنی روزِ قیامت کی جزا(وسزا) کی خاطر]

4:[عند]❹[یعنی روزِ قیامت کے موقع پر]کے معنیٰ میں۔

❀ آیتِ شریفہ کے حوالے سے نو باتیں:

i: ترازوئیں لگانے کی حکمت:

علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"وَ فَائِدَتُهُ إِظْهَارُ الْعَدْلِ، وَ الْمُبَالَغَةُ فِي الْإِنْصَافِ، وَ الْإِلْزَامُ قَطْعًا لِأَعْذَارِ الْعِبَادِ."❺

[''عدل کے اظہار، انصاف کے لیے شدید اہتمام، اتمام حجت اور بندوں کی جانب سے عذر پیش کرنے کا دروازہ قطعی طور پر بند کرنے کی خاطر (انہیں لگایا جائے گا)۔'']

ii:(الْمَوَازِيْنَ) کی تعداد کے متعلق دو اقوال:

قرآن وسنت میں ان کا ذکر صیغۂ جمع اور افراد، دونوں طرح ہے۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"وَ جَآءَ ذِكْرُهَا فِي الْقُرْآنِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ وَ فِي السُّنَّةِ

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر الخازن 296/4. نیز دیکھیے: تفسیر البیضاوي 72/2؛ و فتح القدير 588/3.

❷ تفسیر البحر المحيط 294/6؛ و فتح الباري 538/13؛ و إرشاد الساري 480/10.

❸ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي 72/2.

❹ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 480/10؛ و فتح الباري 538/13.

❺ شرح الكرماني 249/23.

بِهٖ، وَبِالْإِفْرَادِ."❶

[''اور قرآن میں اس کا ذکر جمع کے ساتھ اور سنت میں جمع اور مفرد (دونوں صیغوں) کے ساتھ ہے۔'']

پہلا قول: اکثر علماء کی رائے میں ترازو ایک ہوگا۔

دوسرا قول: ترازو زیادہ ہی ہوں گے اور (اَلْمَوَازِيْنَ) [مفاعیل] [صیغہ منتہی الجموع] ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اُن کی تعداد کافی زیادہ ہوگی۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"وَ جَائِزٌ أَنْ نَقُوْلَ [لِلْمِيْزَانِ الْوَاحِدِ] بِأَوْزَانِهٖ [مَوَازِيْنَ]."❷

[''[ایک میزان] کو اس کی تولی جانے والی زیادہ چیزوں کے اعتبار سے [مَوَازِيْنَ] کہنا درست ہے۔'']

علامہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ يُرِيْدُ نَضَعُ مِيْزَانَ الْقِسْطِ."❸

[''اللہ تعالیٰ نے ﴿نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ فرمایا، اُن کی مراد (یہ ہے کہ) ہم انتہائی عدل و انصاف والا ایک ترازو لگائیں گے۔'']

حافظ ابن حجر نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وَ الَّذِيْ يَتَرَجَّحُ أَنَّهٗ مِيْزَانٌ وَّاحِدٌ. وَ لَا يُشْكَلُ بِكَثْرَةِ مَنْ يُّوْزَنُ عَمَلُهٗ، لِأَنَّ أَحْوَالَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا تُكَيَّفُ بِأَحْوَالِ الدُّنْيَا."❹

[''اور راجح یہ ہے، کہ بلاشبہ وہ ایک ہی میزان ہے۔ اعمال تولے جانے والے

---

❶ إرشاد الساري 480/10.

❷ لسان العرب المحيط، مادة "وزن"، 921/3.

❸ المرجع السابق 921/3.

❹ فتح الباري 578/13. حافظ ابن کثیر کا رجحان بھی اسی قول کی جانب ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر 200/3).

لوگوں کی بہت زیادہ تعداد کی بنا پر اشکال پیدا نہ ہو، کیونکہ روزِ قیامت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس نہیں کیا جاتا۔''[1]

iii: [میزان] کے ایک ہونے کے باوجود (الْمَوَازِيْنَ) کہنے کے اسباب:

حافظ ابن حجر نے درجِ ذیل تین وجوہ ذکر کی ہیں:

ا: تولے جانے والے اعمال کی کثرت کی بنا پر۔ ❶

ب: جن اشخاص کے اعمال تولے جائیں گے، اُن کی بہت زیادہ تعداد کی وجہ سے۔ ❷

ج: شاید اس میزان کی ضخامت اور ہیبت کے اظہار کی خاطر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو، جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ ❸

[ترجمہ: قومِ نوح ۔عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ نے رسولوں کو جھٹلایا]۔

میں ﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جب کہ نوح عَلَیْہِ السَّلَامُ کی قوم کی جانب اُن کے علاوہ کوئی اور رسول مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ ❹

iv: (الْقِسْطَ) کا اعراب:

تین اقوال:

ا: [الْقِسْطَ] مصدر اور [اَلْمَوَازِيْنَ] موصوف کی صفت اور [اَلْمَوَازِيْنَ] کی طرح منصوب ہے۔ ❺

موصوف اور وصف میں عدد کے اعتبار سے عدمِ مطابقت کا سبب:

❶ ملاحظہ ہو: تفسير الخازن 296/4.

❷ ملاحظہ ہو: شرح الكرماني /429؛ و اللامع الصبيح 543/17؛ و إرشاد الساري 480/10؛ و شرح كتاب التوحيد 638/2.

❸ سورة الشعرآء / الآية 105.

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري 537/13-538. نیز دیکھیے: إرشاد الساري 480/10.

❺ یعنی اس پر زبر ہے۔

عام طور پر موصوف اور صفت دونوں واحد، تثنیہ اور جمع میں ایک جیسے ہوتے ہیں، البتہ جب صفت مصدر ہو، تو موصوف کی تینوں حالتوں میں مصدر مفرد لانا درست ہوتا ہے۔ اس لیے [مِيْزَانٌ قِسْطٌ]، [مِيْزَانَانِ قِسْطٌ] اور [مَوَازِيْنُ قِسْطٌ] تینوں؛ واحد، تثنیہ، جمع کے لیے [قِسْطٌ] مفرد لانا درست ہے۔ ①

امام فراء لکھتے ہیں:

"[اَلْقِسْطُ] مِنْ صِفَةِ الْمَوَازِيْنِ، وَإِنْ كَانَ مُوَحَّدًا، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِكَ لِلْقَوْمِ:

"أَنْتُمْ رِضًا وَّ عَدْلٌ."

وَ كَذٰلِكَ [اَلْحَقُّ] إِذَا كَانَ مِنْ صِفَةٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، كَانَ وَاحِدًا. ②

["[الْقِسْطُ] اگرچہ مفرد ہے، لیکن وہ [الْمَوَازِيْنَ] کی صفت ہے، وہ آپ کے کسی قوم سے (درجِ ذیل) بات کہنے کی مانند ہے:

[أَنْتُمْ رِضًا وَّ عَدْلٌ]③

اسی طرح [اَلْحَقُّ] مفرد یا تثنیہ یا اس سے زیادہ کی صفت ہونے کی صورت میں (یعنی تینوں میں سے ہر حالت میں) واحد ہوتا ہے۔"]

❀ مصدر [الْقِسْط] کے بطورِ صفت لانے کی حکمت:

---

① ملاحظہ ہو: التوضيح لشرح الجامع الصحيح 589/33؛ و اللامع الصحيح 543/17؛ و فتح الباري 538/13؛ و إرشاد الساري 480/10؛ و منحة الباري 441/10.

② معاني القرآن 205/2. نیز ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 248/23؛ و تفسير البيضاوي 72/2؛ و التوضيح 589/33؛ و اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح 543/17؛ و عمدة القاري 201/25-202؛ و تفسير القاسمي 261/11.

③ [ترجمہ: تم سراپا رضا اور پیکرِ عدل ہو۔] مقصود یہ ہے، کہ اگرچہ [أنتم] مبتدا جمع کے لیے ہے، لیکن اس کی دونوں خبریں [رضا] اور [عدل]، مصدر ہونے کی بنا پر مفرد لائی گئی ہیں۔

تین اقوال:

ا: ترازوؤں کے بہت زیادہ عدل وانصاف والے ہونے کے سبب:

ا: علامہ ابن حیان لکھتے ہیں:

"وَ [الْقِسْطَ] مَصْدَرٌ، وُصِفَتْ بِهِ الْمَوَازِيْنَ مُبَالَغَةً كَأَنَّهَا جُعِلَتْ فِيْ أَنْفُسِهَا الْقِسْطَ."❶

[''[اَلْقِسْط] مصدر کے ساتھ [الْمَوَازِيْنَ] کا وصف لانا، بہت ہی زیادہ عدل وانصاف والے ہونے کو بیان کرنے کی خاطر کیا گیا ہے، گویا کہ وہ ترازو خود ہی عدل وانصاف بن گئے ہیں۔'']

ب: [الْقِسْط] کے مضاف کے حذف کی بنا پر:

علامہ ابن حیان ہی رقم طراز ہیں:

"أَوْ عَلٰى حَذْفِ مُضَافٍ: أَيْ ذَوَاتِ الْقِسْطِ."❷

[''یا اس کا مضاف محذوف ہے: یعنی عدل وانصاف والے۔'']

ج: [القِسْط] کے [مفعول له] ہونے کی وجہ سے:

یعنی [اَلْقِسْطُ] ترازوؤں کو نصب کرنے کی غرض وغایت بیان کرتا ہے۔ علامہ ابن حیان نے ہی قلم بند کیا ہے:

"وَ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ مَفْعُوْلًا لِأَجْلِهِ: أَيْ لِأَجْلِ الْقِسْطِ."❸

[''اور ممکن ہے، کہ یہ [مَفْعُوْلٌ لِأَجْلِهِ] ہو، یعنی عدل وانصاف کی خاطر (انہیں قائم کیا جائے گا)۔'']

V: ترازوؤں کو [سراپا عدل وانصاف والے] کہنے کی حکمت:

اس سلسلے میں علامہ خازن رقم طراز ہیں:

---

❶ تفسیر البحر المحیط 294/6. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي 261/11.

❷ تفسیر البحر المحیط 294. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 543/17؛ و تفسیر القاسمي 261/11.

❸ تفسیر البحر المحیط 294/6. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي 261/11.

"وَصَفَهَا بِذٰلِكَ لِأَنَّ الْمِيْزَانَ قَدْ يَكُوْنُ مُسْتَقِيْمًا، وَ قَدْ يَكُوْنُ بِخِلَافِهٖ فَبَيَّنَ أَنَّ تِلْكَ الْمَوَازِيْنَ تَجْرِيْ عَلٰى حَدِّ الْعَدْلِ." ❶

["ان (یعنی ترازوؤں) کا یہ وصف (یعنی عدل و انصاف والا ہونا) بیان کیا گیا ہے، کیونکہ بلاشبہ میزان کبھی درست ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس، تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا، کہ بے شک وہ ترازو عدل و انصاف ہی سے (یعنی وزن) کرتے ہیں۔"]

vi: روزِ قیامت وجودِ میزان کے متعلق دیگر آیاتِ شریفہ:

قرآن کریم کے دیگر مقامات میں بھی روزِ قیامت ترازوؤں کے وجود اور اعمال کے تولے جانے کا ذکر ہے۔ انہی میں سے ذیل میں تین مقامات ملاحظہ فرمائیے:

ا: ﴿وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾ ❷

ترجمہ: [اور اُس دن وزن حق ہے، پھر جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے، تو وہی وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کر کے، اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔]

ب: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ ❸

ترجمہ: [پس وہ شخص، جس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں اور وہ شخص، جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے، تو وہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی جانوں

---

❶ تفسير الخازن 296/4. ❷ سورة الأعراف / الآيتين 8-9.

❸ سورة المؤمنون / الآيتين 102-103.

کا نقصان کیا، ہمیشہ جہنم ہی میں رہنے والے ہیں۔]

ج: ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ. فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ. وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ. فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ. وَمَآ أَدْرٰكَ مَاهِيَةْ. نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ [1]

ترجمہ: [پس جس شخص کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہ خوشی کی زندگی میں ہو گا اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے، تو اُس کی ماں ھاویۃ ہے اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا، کہ وہ کیا ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔]

vii: روزِ قیامت [وجودِ میزان] اور [وزنِ اعمال] کا عقیدہ:

روزِ قیامت [میزان] کے وجود اور [اعمال کے وزن کیے جانے] پر اہلِ سنت کا اجماع ہے:

ابواسحٰق زجاج کا بیان:

امام زجاج [2] نے بیان کیا:

"أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى الْإِيْمَانِ بِالْمِيْزَانِ، وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." [3]

["اہل سنت کا روزِ قیامت میزان (کے وجود) اور [انسانوں کے اعمال کے وزن کیے جانے] کے ساتھ ایمان پر اجماع ہے۔"]

معتزلہ کی رائے:

معتزلہ نے اس عقیدے کا انکار کیا ہے۔ اُن میں سے بعض کی رائے میں اس کا ہونا عقلی طور پر محال ہے۔

---

[1] سورة القارعة / الآيات 6-11.

[2] ابواسحاق الـزَّجَّـاج: حافظ ذہبی لکھتے ہیں: امام، اپنے زمانے کے نحو کے سب سے بڑے عالم، ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزَّجَّاج البغدادي، کتاب "معاني القرآن" کے مصنف، اُن کی دیگر تصانیف بھی بہت زیادہ ہیں۔ 311ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء 360/14).

[3] فتح الباري 538/13.

اُن میں سے بعض دوسروں کی رائے میں ایسا ہو تو سکتا ہے، لیکن ہونا ثابت نہیں۔

معتزلہ کا شبہ:

معتزلہ اپنے موقف کی درستگی پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ:
[اعمال] [اعراض] ہوتے ہیں، یعنی کوئی ایسی چیز نہیں، جس کا اپنا وجود ہو، وہ تو کسی اور چیز سے وابستہ ہوتے ہیں، جس کے ختم ہونے پر وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کا واپس لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر ان کا اعادہ (یعنی واپس لانا) ممکن بھی ہو، تو اُن کا وزن نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں خفیف (ہلکا) یا ثقیل (بھاری) کہہ سکتے ہیں۔

شبہ کی حقیقت:

معتزلہ کے شبہ کی حقیقت سمجھنے کی خاطر حسبِ ذیل پانچ سوالات اور اُن کے جوابات پر غور و فکر کرنا توفیقِ الٰہی سے شاید مفید ہو:

پانچ سوالات:

ا: روزِ قیامت کے واقعات کو علام الغیوب رب ذوالجلال جانتے ہیں یا معتزلہ اور کوئی دوسرا شخص، اشخاص یا مخلوق؟

ب: کیا رب العالمین نے روز قیامت [میزان کے وجود] اور [اعمال کے وزن کیے جانے] کی خبر دی ہے یا نہیں؟

ج: کیا رب العالمین خبر دینے میں سچے ہیں یا نہیں؟

د: کیا اخروی معاملات کو دنیوی معاملات پر قیاس کرنا عقل مندی ہے؟ یا بالفاظ دیگر کیا خالق جل جلالہ کی قدرت و قوت کو سمجھنے اور ماننے کی خاطر مخلوق کی استعداد و استطاعت کو پیمانہ بنانا ہوش مندی کی علامت ہے؟

ہ: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے، ہر اُس چیز کا کرنا، جس کے کرنے کی وہ خبر دیں، ممکن ہے یا ناممکن؟

پانچ جوابات:

ا: بلاشبہ آخرت کے معاملات کو رب العالمین عالم الغیب و الشہادۃ ہی نہایت جزوی تفصیلات کے ساتھ جانتے ہیں۔ اُن کے علاوہ تو ہر کوئی صرف اتنا ہی علم رکھتا ہے، جتنا وہ خود اُسے بتلا دیں۔ اس کے ماسوا تو کسی کے بھی پاس کچھ علم نہیں۔

ب: رب العالمین نے روزِ قیامت [میزان کے موجود ہونے] اور [بندوں کے اعمال کے وزن کیے] جانے کے متعلق متعدد نصوص میں خبر دی ہے۔ [1]

آنحضرت ﷺ نے بھی اس سلسلے میں متعدد احادیث میں خبر دی ہے۔

ج: رب کریم خبر دینے میں سچے ہی نہیں، بلکہ اُن کا فرمان ہی سچائی کو جاننے کے لیے معیار ہے۔ ہر وہ بات، جو اُن کے ارشاد کے برعکس ہو، وہ جھوٹ، یاوہ گوئی اور لغو ہے۔

انہوں نے خود فرمایا ہوا ہے:

﴿قَوْلُهُ الْحَقُّ﴾ [2]

ترجمہ: [اُن کا فرمان ہی سچ ہے۔]

انہوں نے یہ بھی خود ہی بیان فرما دیا:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ [3]

ترجمہ: [اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟]

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ [4]

ترجمہ: [اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ گفتار میں کون سچا ہے؟]

نبی کریم ﷺ نے بھی روزِ قیامت میزان کے بارے میں، جو خبر دی ہے، وہ بھی

---

[1] اس بارے میں ایک آیتِ شریفہ امام بخاری کی جانب سے اور قرآن کریم کے تین مقامات سے آیاتِ کریمہ راقم السطور کی جانب سے اوپر گزر چکی ہے۔

[2] سورۃ الأنعام / جزء من الآیۃ 73.

[3] سورۃ النسآء / جزء من الآیۃ 122.

[4] سورۃ النسآء / جزء من الآیۃ 87.

اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی سے ہے۔

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ ❶

ترجمہ: [اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ نہیں ہے وہ، مگر وحی اُن پر نازل کی جاتی ہے۔]

د: اخروی معاملات کو دنیوی باتوں پر قیاس کرنا عقل و دانش سے بہت ہی دُور ہے۔ کہاں آخرت اور کہاں دنیا؟

لامحدود، بے انتہا، ابدی اور سرمدی قوت و اختیار والے ربِّ قادر و مقتدر کے اختیارات کو جانچنے پرکھنے کے لیے مخلوق کی استعداد و استطاعت کو معیار و مثال بنانا حماقت کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟

ربِّ ذوالجلال نے اس بارے کس قدر واضح انداز میں حقیقت کو اجاگر فرما دیا! ذیل میں قرآن کریم کے تین مقامات سے آیاتِ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

ا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ❷

ترجمہ: [اُن کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہی خوب سننے والے خوب دیکھنے والے ہیں۔]

ب: ﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ❸

ترجمہ: [اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب سے اونچی مثال ہے اور وہی سب پر غالب کمال حکمت والے ہیں۔]

ج: ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ❹

ترجمہ: [پس اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔]

ہ: اللہ رب العالمین تو ہر چیز کے کرنے کی بے انتہا قدرت اور لامحدود اختیار رکھتے ہیں۔

---

❶ سورۃ النجم / الآیتین 3-4. ❷ سورۃ الشوریٰ / جزء من الآیۃ 11.

❸ سورۃ النحل / جزء من الآیۃ 60. ❹ سورۃ النحل / الآیۃ 74.

انہوں نے خود ہی تو خبر دے رکھی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ❶

ترجمہ: [بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نہایت قدرت رکھتے ہیں۔]

﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ❷

ترجمہ: [یقیناً آپ کے رب تعالیٰ جو چاہتے ہیں، بہت زیادہ کر گزرنے والے ہیں۔]

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ ❸

ترجمہ: [بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔]

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ ❹

ترجمہ: [بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔]

اُن کی جانب سے کسی بھی چیز کے کرنے کی غرض سے [کُـــنْ] فرمانا بہت کافی ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو کتنے واضح انداز میں متعدد مرتبہ بیان فرمادیا ہوا ہے:

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ إِذَا قَضٰٓى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ❺

ترجمہ: [آسمانوں اور زمین کو بغیر سابقہ نمونے کے بنانے والے ہیں اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اُسے بس یہی فرماتے ہیں: "کُـنْ" [ہوجا]، تو وہ ہوجاتا ہے۔]

﴿قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰٓى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ

---

❶ سورة البقرة / جزء من الآية 20. ملاحظہ ہو: و سورة البقرة / جزء من الآية 109؛ و سورة البقرة / جزء من الآية 148؛ و سورة آل عمران / جزء من الآية 165؛ و سورة النور / جزء من الآية 45؛ و سورة العنكبوت / جزء من الآية 20؛ و سورة فاطر / جزء من الآية الأولى.

❷ سورة هود - عليه السلام - / جزء من الآية 107.

❸ سورة الحج / جزء من الآية 14.

❹ سورة الحج / جزء من الآية 18.

❺ سورة البقرة / الآية 117.

كُنْ فَيَكُونُ﴾ ❶

ترجمہ: [(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، پیدا فرماتے ہیں۔ جب کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو اُس سے یہی فرماتے ہیں: ''کُنْ''، تو وہ ہو جاتا ہے۔]

﴿وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ❷

ترجمہ: [اور جس دن وہ فرمائیں گے: ''کُنْ''، تو وہ ہو جائے گا۔]

﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ ❸

ترجمہ: [ہمارا کسی چیز کو، جب ہم اُس کا ارادہ کر لیں، اس کے سوا کچھ کہنا نہیں ہوتا: ''کُنْ''، تو وہ ہو جاتی ہے۔]

﴿مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ سُبْحَٰنَهُۥٓ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ ❹

ترجمہ: [اللہ تعالیٰ کے لیے کبھی لائق نہ تھا، کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائیں۔ وہ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اس کے لیے صرف ''کُنْ'' فرماتے ہیں، تو وہ ہو جاتا ہے۔]

﴿إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ ❺

ترجمہ: [اُن کا حکم: جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کے سوا نہیں ہوتا، کہ وہ اُسے فرماتے ہیں: ''کُنْ''، تو وہ ہو جاتی ہے۔]

﴿هُوَ الَّذِي يُحْيِۦ وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ ❻

---

❶ سورة آل عمران / جزء من الآية 47.

❷ سورة الأنعام / جزء من الآية 73.

❸ سورة النحل / الآية 40.

❹ سورة مريم / الآية 35.

❺ سورة يسٓ / الآية 82.

❻ سورة غافر (المؤمن) / الآية 68.

ترجمہ:[وہی ہیں، جو زندہ کرتے اور فوت کرتے ہیں۔ پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو اُسے صرف فرماتے ہیں: "کُنْ" [ہو جا]، تو وہ ہو جاتا ہے۔]

کیا ایسی قوت و اختیار والی ذاتِ مقدس اور بلند و بالا کے متعلق یہ کہنے:

[اعمال اعراض ہیں، ان کا واپس لانا ممکن نہیں اور اگر انہیں واپس لے بھی آیا جائے، تو اُن کا وزن ممکن نہیں۔]

کی ایمان و عقل اجازت دیتے ہیں؟

پھر ربِّ ذوالجلال نے اپنی ایسی قوت و اختیار کا ذکر ایک دو مرتبہ نہیں، بلکہ متعدد دفعہ اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان:

شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اَلْمِيزَانُ: هُوَ مَا يُوْزَنُ بِهِ الْأَعْمَالُ، وَ هُوَ غَيْرُ الْعَدْلِ؛ كَمَا دَلَّ عَلَى ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَ السُّنَّةُ."

["المیزان: وہ چیز ہے، جس کے ساتھ اعمال کا وزن کیا جائے گا اور وہ عدل سے الگ (ایک مستقل چیز) ہے، جیسے کہ اس بات پر کتاب و سنت نے دلالت کی ہے۔"]

پھر شیخ الاسلام کچھ آیات اور احادیث ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"وَ هٰذَا وَ أَمْثَالُهُ مِمَّا يُبَيِّنُ أَنَّ الْأَعْمَالَ تُوْزَنُ بِمَوَازِيْنَ يَبِيْنُ بِهَا رُجْحَانُ الْحَسَنَاتِ عَلَى السَّيِّئَاتِ وَ بِالْعَكْسِ، وَ هُوَ مِمَّا يَتَبَيَّنُ

[1] سورۃ ق / الآیۃ 37. ترجمہ:[بلاشبہ اس میں یقیناً نصیحت ہے، جس کے لیے (باہوش) دل ہو یا وہ خوب توجہ سے سُنے اور وہ حاضر ہو]۔

بِهِ الْعَدْلُ . "❶

["یہ اور اسی جیسی (دیگر نصوص) اس بات کو خوب واضح کرتی ہیں، کہ بلاشبہ اعمال ایسے ترازوؤں سے تولے جائیں گے، کہ جن کے ساتھ نیکیوں کا برائیوں کے مقابلے میں وزنی ہونا یا (اس کے) برعکس (ہونا) واضح ہو جائے گا۔ سو وہ (یعنی میزان) اُن (چیزوں) میں سے ہے، جن کے ساتھ عدل (وانصاف) نکھر کر سامنے آ جائے گا۔"]

viii: اعمال کیسے تولے جائیں گے؟

اس سوال کا مختصر، جامع اور دوٹوک جواب یہ ہے، کہ جیسے رب قادر و مقتدر چاہیں گے، ویسے ہی اعمال تولے جائیں گے، البتہ اُن کے [وزن کیے جانے کی کیفیت] کے متعلق جو کچھ ثابت شدہ احادیث شریفہ میں بیان کیا گیا ہے، اُن کے ساتھ اعمال کے تولے جانے پر ایمان لانا فرض ہے۔

اس سلسلے میں ذیل میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

چار صورتیں:

ا: اعمال کا اجسام میں تبدیل کر کے تولا جانا:

امام احمد نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیار کی جانے والی قبر کے پڑوس میں بیٹھے موت اور قبر کے احوال کے متعلق حدیث روایت کی ہے۔ اُسی میں ہے، کہ

جب مومن قبر میں آنے والے دو فرشتوں کے ساتھ سوال و جواب سے فارغ ہو جائے گا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَ يَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ:

---

❶ منقول از: الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد ص 390، و ص 391. نیز ملاحظہ ہو: العقيدة الواسطية المطبوعة مع شرحها اللآلي البهية 229/2، و 232.

"أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ، هٰذَا يَوْمُ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ."

["اور اُس کے پاس ایک خوب رُو، حسین کپڑوں اور عمدہ خوشبو والا شخص آئے گا اور کہے گا:

"آپ کو خوش کرنے والی چیز کی بشارت ہو۔ یہ آپ کا وہی دن ہے، جس کا آپ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"]

تو وہ (مومن شخص) اُسے کہے گا:

"مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الَّذِيْ يَجِيْءُ بِالْخَيْرِ."

["آپ کون ہو؟ آپ کا چہرہ اس شخص کا چہرہ ہے، جو خیر لے کر آتا ہے۔"]

تو وہ کہے گا:

"أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ."

["میں آپ کا عمل صالح ہوں۔"]

"پھر آنحضرت ﷺ نے کافر شخص کے دونوں فرشتوں کے ساتھ سوال و جواب اور اُن کے عذاب دیئے جانے کا تذکرہ فرمایا:

پھر ارشاد فرمایا:

"وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ، قَبِيْحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ:

"أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْؤُكَ. هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ."

["پھر اُس کے پاس ایک بدصورت، بُرے کپڑوں والا، بدبودار شخص آئے گا اور کہے گا:

"اس چیز کی بشارت سن، جو کہ تجھے اذیت پہنچائے۔ یہ تیرا وہی دن ہے، جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"]

تو وہ (کافر شخص) کہے گا:

"مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ الَّذِيْ يَجِيْءُ بِالشَّرِّ."

["تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو اُس شخص کا چہرہ ہے، جو شر لے کر آتا ہے۔"]

تو وہ کہے گا:

"أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ." [1]

["میں تیرا خبیث عمل ہوں۔"]

ب: نامۂ اعمال کا وزن کیا جانا:

حضراتِ ائمہ عبد بن حمید، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بغوی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہ وہ بیان کرتے ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ."

["بے شک اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو روزِ قیامت ساری مخلوقات کے سامنے لائیں گے، پھر اس کے خلاف نامۂ اعمال کے بڑے بڑے ننانوے دفاتر کھولے جائیں گے۔ نامۂ اعمال کا ہر دفتر تاحدِّ نظر ہوگا۔

ثُمَّ يَقُولُ:

[پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائیں گے:

"أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟

أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟"

"کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟

کیا میری جانب سے حفاظت کرنے والے کاتبوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟"]

تو وہ عرض کرے گا:

"لَا، يَا رَبِّ!

---

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث 18534، 30/499-503. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] اور اس کے [راویان کو صحیح کے روایت کرنے والے] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند 30/503).

"نہیں، اے میرے رب!"]

[تو (اللہ تعالیٰ) فرمائیں گے:

"بَلٰی، إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، وَ إِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ."

"کیوں نہیں، بے شک تیرے ہی لیے ہمارے ہاں ایک نیکی ہے اور بلاشبہ (بات) یہ ہے، کہ آج تجھ پر کسی قسم کا ظلم نہیں۔"]

"فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ صَغِيرَةٌ، فِيهَا:

"أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا- ﷺ- عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ."

["تو ایک پرچی نکالی جائے گی، اس میں ہوگا:

(ترجمہ) "میں گواہی دیتا ہوں، کہ کوئی معبود نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور یقیناً میں گواہی دیتا ہوں، کہ محمد- ﷺ- اُن کے بندے اور اُن کے رسول ہیں۔"]

[تو فرمائیں گے:

"اُحْضُرْ وَزْنَكَ."

["اپنے وزن (کو دیکھنے) کی خاطر حاضر ہو جاؤ۔"]

[تو وہ عرض کرے گا:

"يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ؟"

["اے میرے رب! اس پرچی کی اِن بڑے بڑے نامۂ اعمال کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟"]

[تو فرمائیں گے:

"فَإِنَّكَ لَا تُظْلَمُ."

["پس یقیناً تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"]

(آنحضرت ﷺ نے) فرمایا:

"فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ، وَ الْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ، فَطَاشَتِ

السِّجِلَّاتُ، وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ. وَ لَا یَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ.'' ❶

[''تو ان بڑے بڑے رجسٹروں کو ایک پلڑے میں اور اُس پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو بڑے بڑے رجسٹروں (والا پلڑا) ہلکا اور پرچی (والا پلڑا) بھاری ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوتی۔'']

اللہ اکبر! اس میں ربِّ قادر کی قدرت کے پیشِ نظر کوئی تعجب والی بات نہیں، جو بوری نشینوں کو تاجِ سلطانی پہنا سکتے اور شاہوں کو گداگر بنا سکتے ہیں، پرندوں سے ہاتھیوں اور ہاتھیوں والوں کا نام ونشان مٹا سکتے ہیں، ❷ معرکۂ کارزار میں قلیل تعداد والوں کو زیادہ تعداد والوں کی نگاہ میں اُن سے چھ گنا سے بھی زیادہ دکھا سکتے ہیں، ❸

---

❶ المنتخب من مسند عبد بن حُمَید، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث 339، 278/1؛ و المسند، رقم الحدیث 6994، 570/11-571؛ و جامع الترمذي، أبواب الإیمان، باب فیمن یموت و ھو یشھد أن لآ إلٰہ إلا اللّٰہ، رقم الحدیث 2776، 330/7-331؛ و سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ما یُرجٰی من رحمة اللہ یوم القیامة، رقم الحدیث 4300، 391/12-392؛ (المطبوع مع إنجاز الحاجة)؛ و الإحسان في تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الإیمان، باب فرض الإیمان، ذکر البیان بأن اللہ جل جلالہ قد یغفر لمن أحب من عبادہ ذنوبہ بشھادتہ لہ و لرسولہ ﷺ، و إن لم یکن لہ فضل حسنات یرجو بھا تکفیر خطایاہ، رقم الحدیث 225، 461/1-462؛ و المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعآء، 529/1؛ و شرح السنة، کتاب الفتن، باب الحساب و القصاص، رقم الحدیث 4321، 133/15-134. الفاظِ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی اور امام بغوی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ امام حاکم اور شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 331/7؛ و شرح السنة 135/15؛ و المستدرک علی الصحیحین 529/1؛ و ھامش الإحسان 462/1؛ و التلخیص 529/1؛ و صحیح سنن الترمذي 334/2؛ و صحیح سنن ابن ماجہ 428/2)۔

❷ سورۃ الفیل میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ. أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ. وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ. تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ (الآیات 1-5)

ترجمہ: [کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہ آپ کے رب (تعالیٰ) نے ہاتھی والوں کے ساتھ کس طرح کیا؟ کیا ⇦⇦⇦

شیخ البانی کا حدیث کے متعلق بیان:

"وَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ أَنَّ مِيْزَانَ الْأَعْمَالِ لَهُ كِفَّتَانِ مُشَاهَدَتَانِ، وَأَنَّ الْأَعْمَالَ، وَإِنْ كَانَتْ أَعْرَاضًا فَإِنَّهَا تُوْزَنُ، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَذٰلِكَ مِنْ عَقَائِدِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالْأَحَادِيْثُ فِيْ ذٰلِكَ مُتَضَافِرَةٌ، إِنْ لَّمْ تَكُنْ مُتَوَاتِرَةً." [1]

[''حدیث میں دلیل ہے، کہ بے شک اعمال کے (تولنے والے) میزان کے دو نظر آنے والے پلڑے ہوں گے اور بلاشبہ اعمال کو اعراض ہونے کے باوجود تولا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتے ہیں اور یہ اہلِ سنت کے عقائد میں سے ہے۔ اس بارے میں احادیث اگر متواتر نہ ہوں، تو بہت زیادہ تو ہیں ہی۔'']

ج: عمل کرنے والے کا وزن کیا جانا:

حضراتِ ائمہ احمد، بخاری، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (ایک) درخت پر چڑھ کر کوئی

⇦⇦⇦ اُنہوں نے اُن کی تدبیر کو بے کار نہیں کیا؟ اور اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے، جو اُن پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ پھر انہیں کھائے ہوئے بھُس کی طرح کر دیا]۔

[3] [فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ربِّ جبار قہار] کی یہ قدرت معرکۂ بدر میں جلوہ گر ہوئی۔ سورۃ آل عمران میں ہے: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ (الآية 13)

ترجمہ: [یقیناً تمہارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک عظیم نشانی تھی، جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں۔ ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی۔ وہ (یعنی کافر) انہیں آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، اپنی مدد کے ساتھ قوت عطا فرماتے ہیں۔ بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے بہت بڑی عبرت ہے]۔

اہلِ ایمان کی تعداد کم و بیش 313 اور کافر قریباً ایک ہزار تھے۔ کافروں کا اہلِ حق کو اپنی تعداد سے دُگنا 2000 دیکھنا، جو کہ ان کی اصل تعداد 313 کے مقابلے میں چھ گنا سے بھی زیادہ بنتا ہے، کیونکہ 313 کا چھ گنا 1878 ہوتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

[1] سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول، حديث نمبر 135 کے تحت۔

چیز لانے کا حکم دیا۔ اُن کے ساتھیوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی جانب دیکھا، تو اُن کی دونوں پنڈلیوں کے دُبلے پَن کی وجہ سے ہنسنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لِرِجْلُ عَبْدِاللّٰهِ أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ." [1]

["عبداللہ - رضی اللہ عنہ - کا قدم (روزِ قیامت) میزان میں (جبلِ) احد سے زیادہ وزنی ہے۔"]

حافظ ابن کثیر کی تینوں اقوال میں تطبیق:

حافظ ابن کثیر نے میزان میں رکھی جانے والی چیز کے متعلق مذکورہ بالا تین اقوال اور ان میں سے ہر قول کی تائید میں احادیث ذکر کی ہیں۔ پھر اپنی رائے درجِ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

"وَ قَدْ يُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ هٰذِهِ الْآثَارِ بِأَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ كُلُّهٗ صَحِيْحًا، فَتَارَةً تُوْزَنُ الْأَعْمَالُ، وَ تَارَةً تُوْزَنُ مَحَالُّهَا، وَ تَارَةً يُوْزَنُ فَاعِلُهَا. وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ." [2]

["ان احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے، کہ وہ ساری (یعنی اُن میں بیان کردہ تینوں صورتیں) صحیح ہیں۔ بسا اوقات اعمال تولے جائیں گے، بسا اوقات اُن کی جگہیں (یعنی وہ دفاتر جن میں وہ تحریر کیے گئے) اور بسا اوقات اُن (اعمال) کے کرنے والے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ."]

---

[1] المسند، رقم الحديث 920، 2/243-244؛ و الأدب المفرد، باب الخروج إلى الضيعة، رقم الحديث 237، ص 94؛ و مسند أبي يعلى الموصلي، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم الحديث 335-595، 1/446-447. الفاظِ حدیث [الأدب المفرد] کے ہیں۔ شیخ البانی اور شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الأدب المفرد ص 79؛ و هامش المسند 2/244).

[2] تفسير ابن كثير 2/226.

د: اعمال کا ہی تولا جانا:

مذکورہ بالا تین صورتوں کے علاوہ بھی [اعمال کے وزن] کی ایک اور کیفیت کا احادیث شریفہ میں ذکر آیا ہے، کہ اعمال کو ہی تولا جائے گا۔ حسب ذیل حدیث اس پر دلالت کرتی ہے:

حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَثْقَلُ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ."[1]

[''میزان میں سب سے زیادہ بھاری اچھے اخلاق ہیں۔'']

امام ابن حِبّان کا حدیث پر تحریر کردہ عنوان:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْخُلُقَ الْحَسَنَ مِنْ أَثْقَلِ مَا يَجِدُ الْمَرْءُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.][2]

[(اس) بیان کا ذکر، کہ بندہ روزِ قیامت اپنے میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیزوں میں سے عمدہ اخلاق کو پائے گا۔]

حافظ ابن حجر کا بیان:

"وَ الصَّحِيحُ أَنَّ الْأَعْمَالَ هِيَ الَّتِي تُوزَنُ. وَ قَدْ أَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه. وَ فِي

[1] المسند، رقم الحديث 27532، 521/45؛ و سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق، رقم الحديث 4789، 107/13-108؛ و جامع الترمذي، أبواب البر و الصلة، باب ما جاء في حسن الخلق، رقم الحديث 2070، 118/6؛ و الإحسان في صحيح ابن حبان، كتاب البر و الصلة، باب حسن الخلق، رقم الحديث 481، 230/2. الفاظِ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح]، شیخ البانی نے [صحیح] اور شیخ الارناؤط نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 119/6؛ و صحيح سنن أبي داود، 911/3؛ و صحيح سنن الترمذي 194/2؛ و سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث 876، 562/2-565؛ وهامش المسند 521/45).

[2] الإحسان في صحيح ابن حبان 230/2.

حَدِيْثِ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ:

"تُوضَعُ الْمِيزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتُوزَنُ الْحَسَنَاتُ وَ السَّيِّئَاتُ. فَمَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاتُهُ عَلٰى سَيِّآتِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ رَجَحَتْ سَيِّئَاتُهُ عَلٰى حَسَنَاتِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ دَخَلَ النَّارَ."

["صحیح بات یہ ہے، کہ بے شک اعمال ہی وہ ہیں، کہ جن کا وزن کیا جائے گا۔
ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا، کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ (1)

اور جابر رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث میں ہے:

"روزِ قیامت میزان رکھا جائے گا، پھر نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔
پس جس شخص کی نیکیاں اُس کی برائیوں سے ایک دانہ کے وزن کے برابر زیادہ ہوں گی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔
اور جس شخص کی برائیاں نیکیوں سے ایک دانہ کے وزن کے برابر زیادہ ہوئیں، وہ (دوزخ کی) آگ میں داخل ہوگا۔"

عرض (2) کیا گیا:

"فَمَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُ وَ سَيِّئَاتُهُ؟"

"پس جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوئیں (یعنی وہ کہاں داخل ہوگا)؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ." (3)

["وہ لوگ اصحاب الاعراف ہوں گے۔"]

---

(1) حافظ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے۔
(2) یعنی حاضرین میں سے کسی نے پوچھا۔
(3) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "اسے (امام) خیثمہ نے اپنے [فوائد] میں روایت کیا۔" (ملاحظہ ہو: فتح الباري 539/13).

حافظ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"وَعَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ فِيْ [الزُّهْدِ] عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه نَحْوَهُ مَوْقُوْفًا." ❶

["(امام) ابن المبارک نے (اپنی کتاب) [الزہد] میں اسی مفہوم کا (حضرت) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا ہے۔"] ❷

ix: میزان نصب کرنے کے متعلق ایک سوال اور جواب:

❀ علامہ قسطلانی کا بیان:

علامہ قسطلانی نے میزان نصب کرنے کے متعلق ایک سوال لکھا ہے اور پھر خود ہی اس کا زوردار جواب دیا ہے۔ ذیل میں سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے:

سوال: میزان نصب کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے عادل اور غیر ظالم ہونے کا اعتقاد پہلے سے رکھتے ہیں، تو میزان لگانے سے کوئی نئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔ اس طرح یہ بات تحصیلِ حاصل کی قسم سے ہوگی اور اگر لوگ پہلے سے اعتقاد نہیں رکھتے، تو میزان لگانے کے باوجود بھی، وہ اُسی پہلے والے اعتقاد پر رہیں گے، تو پھر میزان کا نصب کرنا بے کار ہوگا۔

جواب: علامہ رحمہ اللہ کے جواب کا خلاصہ درج ذیل تین نکات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے عادل ہونے کے اعتقاد کے باوجود میزان کا لگانا، اُن پر اتمامِ حجت اور اللہ تعالیٰ کے رائی کے ذرہ کے برابر بھی ظلم نہ کرنے کے اظہار کی خاطر ہوگا۔ علاوہ ازیں میزان کا لگانا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے اُجاگر کرنے کی غرض سے ہوگا، کہ رائی کے ذرہ برابر چیز کی وجہ سے میزان کا انتہائی بڑا پلڑا بھاری یا ہلکا

---

❶ فتح الباري 539/13.

❷ اگرچہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، لیکن [حکماً مرفوع] [یعنی اس کی حیثیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مانند ہونا] ہے، کیونکہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسی بات اپنی جانب سے بیان نہیں کرتے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور سمجھنے کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

ہو کر اوپر یا نیچے چلا جائے گا۔

ب: قرآن و سنت کی متعدد نصوص بندوں کے أعمال کو نامۂ اعمال میں تحریر کرنے اور روزِ قیامت بندوں کے سامنے لائے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ جس طرح بندوں کے اعمال کے تحریر کیے جانے اور روزِ قیامت پیش کیے جانے میں حکمتیں ہیں، اسی طرح میزان کے نصب کیے جانے اور اعمال کے وزن کیے جانے میں حکمتیں ہیں۔

ج: رب علیم و حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، البتہ بندوں کی سعادت اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ضابطہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں:

﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ [1]

ترجمہ: [جو کچھ وہ کرتے ہیں، اُن سے پوچھا نہیں جاتا اور وہ (یعنی مخلوقات) سوال کیے جاتے ہیں۔] [2]

قاضی ابن ابی العزؒ کا بیان:

"وَ يَا خَيْبَةَ مَنْ يَنْفِي وَضْعَ الْمِيْزَانِ الْقِسْطِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَآ أَخْبَرَ الشَّارِعُ لِخِفَاءِ الْحِكْمَةِ عَلَيْهِ، وَ يَقْدَحُ فِي النُّصُوْصِ بِقَوْلِهِ:

"لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْمِيْزَانِ إِلَّا الْبَقَّالُ وَ الْفَوَّالُ!"

["اس شخص کی ہلاکت و بربادی، جو شارع کی خبر کے مطابق سراپا عدل و انصاف والی ترازوؤں کے نصب کیے جانے کی، خود پر حکمت مخفی ہونے کی وجہ سے، نفی کرتا ہے اور (قرآن و سنت کی) نصوص پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتا ہے:

"میزان کی ضرورت تو صرف سبزی اور دال بیچنے والے کو ہوتی ہے۔"]

"وَ مَآ أَحْرَاهُ بِأَنْ يَكُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يُقِيْمُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ

---

[1] سورة الأنبياء / الآية 23.

[2] ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 10/481. نیز ملاحظہ ہو: التوضیح 33/589-590.

الْقِيَامَةِ وَزْنًا!"

["وہ (خود) اس بات کا کس قدر حق دار ہے، کہ وہ (روزِ قیامت) اُن لوگوں میں سے ہو، کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ وزن ہی نہ کریں (، بلکہ اُن کی سنگین بداعتقادیوں اور گمراہیوں کی بنا پر وزن کیے بغیر ہی انہیں دوزخ کی آگ میں پھینک دیں گے)۔"]

"وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ مِّنَ الْحِكْمَةِ فِيْ وَزْنِ الْأَعْمَالِ إِلَّا ظُهُوْرُ عَدْلِهٖ سُبْحَانَهٗ لِجَمِيْعِ عِبَادِهٖ."

["اگر اعمال کے وزن کرنے میں اس کے سوا کوئی اور حکمت نہ ہوتی، کہ اس کے ذریعہ سے اُن کے تمام بندوں کے لیے اُن کا عدل ظاہر ہو جائے گا (، تو یہی بہت بڑی حکمت ہے)۔"]

"فَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ. مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ.

فَكَيْفَ وَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْحِكَمِ مَا لَا اطِّلَاعَ لَنَا عَلَيْهِ!"[1]

["اتمامِ حجت کرنا، اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں۔ اسی لیے انہوں نے بشارت دینے، ڈرانے والے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

تو (پھر اعمال کے وزن کیے جانے کا انکار) کیونکر (درست ہو سکتا ہے؟ اس کے علاوہ دیگر کتنی حکمتیں ہیں، جن کے بارے میں ہمیں کچھ خبر نہیں۔"]

(وَ أَنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنُ)

ترجمہ: [اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے اعمال اور اُن کی بات تولی جائے گی۔]

اس سے مقصود یہ ہے، کہ بندوں سے دنیا میں جو کچھ صادر ہوا، اُس کا وزن کیا جائے گا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اُن کے احکام بجا لانے کے

[1] شرح العقيدة الطحاوية 613/2.

پابند اور ذمہ دار ہیں۔

دو قسم کے لوگوں کے اعمال کا تولا نہ جانا:

امام بخاری کی عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، کہ تمام انسانوں کے اعمال و اقوال روزِ قیامت تولے جائیں گے، لیکن حقیقت میں ایسے نہیں ہوگا۔ درجِ ذیل دو قسم کے لوگوں کے اعمال و اقوال کو تولا نہیں جائے گا۔

i: بلاحساب جنت میں داخل کیے جانے والے:

ایسے اہلِ ایمان، جو جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ انہی میں سے وہ ستر ہزار اشخاص ہوں گے، جن کے بلاحساب جنت میں داخل ہونے کی حدیث شریف میں بشارت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر امتوں کو پیش کیا گیا..........

اور اسی حدیث میں ہے کہ ''وہاں ایک بہت بڑا انبوہ تھا، تو مجھ سے کہا گیا:

''هٰذِهِ أُمَّتُكَ، وَ مَعَهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ.''[1]

[''یہ آپ کی امت ہے اور اُن کے ساتھ ستر ہزار (اشخاص) ہیں، جو جنت میں بغیر کسی قسم کے حساب اور بغیر کسی طرح کے عذاب کے داخل ہوں گے۔'']

امام نووی نے اس حدیث کے باب کا عنوان حسبِ ذیل تحریر کیا ہے:

[بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى دُخُوْلِ طَوَآئِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ.][2]

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الطب، باب من اکتوی أو کوی غیرہ، و فضل من لم یکتو، جزء من رقم الحدیث 5705، 155/10؛ و صحیح مسلم، کتاب الإیمان، جزء من رقم الحدیث 374-(220)؛ 199/1. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] صحیح مسلم 197/1.

[اس دلیل کے متعلق باب، کہ مسلمانوں کے کچھ گروہ جنت میں بغیر حساب اور بلا عذاب داخل ہوں گے۔]

اُن کے ساتھ وہ لوگ بھی ہوں گے، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُن کا ساتھی بنا دیں گے۔ ❶

ii: کفر کے علاوہ گناہ سے خالی اور نیکی سے محروم لوگ:

ایسے کافر لوگ، جن کا کفر کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں اُن کی کوئی نیکی بھی نہیں ہوگی۔ ایسے لوگ بغیر حساب اور اعمال کے وزن کیے بغیر ہی، دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ ❷

اس پر درجِ ذیل حدیث دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ.

وَ قَالَ: "اقْرَءُوا: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ❸ ❹

[''بے شک یقیناً روزِ قیامت ایک نہایت جسیم اور بہت بھاری بھر کم آدمی آئے گا، (لیکن) اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر (بھی) اس کا وزن نہ ہوگا۔

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري 538/13.

❷ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 482/10؛ و فتح الباري 538/13.

❸ سورة الكهف / جزء من الآية 105.

❹ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب (أولئك الذين كفروا بآيات ربه ......) الآية، رقم الحديث 4729، 426/8؛ و صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، كتاب صفة القيامة و الجنة و النار، رقم الحديث 18-(2785)، 2147/4. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

انہوں نے بیان کیا: ❶ ''اگر چاہو، تو پڑھو: ترجمہ: [ہم اُن کے لیے روزِ قیامت وزن نہیں کریں گے]۔''

شرح حدیث میں علامہ قُرطُبی کا بیان:

"أَيْ "لا قِيمَةَ لَهُ وَلا قَدْرَ، إِذْ لا عَمَلَ لَهُ يُوْزَنُ." ❷

[''یعنی اس کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ اُس کا کوئی بھی وزن کیا جانے والا عمل نہ ہوگا۔'']

[وَ قَوْلُهُمْ يُوْزَنُ]

[ترجمہ: اور اُن کا قول تولا جائے گا۔]

مذکورہ بالا عبارت کے حوالے سے دو باتیں:

i: بعض علماء کا [قَوْلُهُمْ] کی بجائے [أَقْوَالُهُمْ] پڑھنا:

القابس ❸ اور ایک گروہ کے ہاں [قَوْلُهُمْ] کی بجائے [أَقْوَالُهُمْ] [یعنی اُن کے اقوال] جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔

[أَعْمَالُهُمْ] کے ساتھ مناسب یہی ہے، کیونکہ وہ بھی جمع کا صیغہ ہے۔ ❹

ii: عبارت میں عام کے بعد خاص کا ذکر:

[قول] کے [اعمال] میں شامل ہونے کے باوجود، امام بخاری نے [قول] یا [اقوال] کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ یہ [تخصيص بعد التعميم] کی صورت ہے، کہ ایک [خاص] چیز یا بات کا ایسے [عام] کے بعد ذکر کرنا، کہ جس میں وہ [خاص] چیز یا بات پہلے ہی سے

---

❶ یہ بیان کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور اس بات کا بھی احتمال ہے، کہ اس کے فرمانے والے نبی کریم ﷺ ہوں۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. (ملاحظہ ہو: فتح الباري 426/8).

❷ المفهم 359/7. نیز ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 482/10.

❸ صحيح البخاري کے نسخوں میں سے ایک نسخہ۔ (ملاحظہ ہو: مقدمة صحيح البخاري للشيخ السهارنفوري ص 6).

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري 538/13. نیز ملاحظہ ہو: ارشاد الساري 480/10.

شامل ہے۔ قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں ہیں، جن میں سے تین درج ذیل ہیں:

1: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ ❶

2: ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ﴾ ❷

3: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ ❸

اس اسلوب کے اختیار کرنے کی حکمت:

اس اسلوب کے اختیار کرنے کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے، کہ اُس خاص چیز یا بات کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور سامعین کے ہاں اس کی متوقع کم حیثیت کا ازالہ کیا جائے۔

گفتار کی اہمیت اور سنگینی:

بلاشبہ [بات] یا [گفتگو] کے خطرات نہایت سنگین اور بہت زیادہ ہیں، لیکن لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس بارے میں غفلت اور کوتاہی کا بُری طرح شکار ہے۔

اسی حقیقت کو خوب سمجھنے سمجھانے کی غرض سے توفیقِ الٰہی سے ایک حدیث اور سلف صالحین کے چار واقعات ذیل میں درج کیے جارہے ہیں:

حدیث شریف:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ. وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا، فَيَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ." ❹

---

❶ سورة البقرة / جزء من الآية 238. ترجمہ: [(سب) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی]۔

❷ سورة الرحمٰن / الآية 68. ترجمہ: [اُن دونوں میں پھل اور کھجوروں اور انار کے درخت ہیں۔]

❸ سورة القدر / جزء من الآية 4. ترجمہ: [اس میں فرشتے اور (خصوصاً) روح (یعنی جبریل علیہ السلام) اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں]۔

❹ صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ...... رقم الحديث 6478، 308/11.

[''بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والا ایک لفظ (Word) بولتا ہے، اس کی (اہمیت وحیثیت کی) طرف کچھ توجہ بھی نہیں دیتا، (لیکن) اللہ تعالیٰ اُس کی بنا پر اُس (بولنے والے) کے درجات کو بلند فرما دیتے ہیں اور بلاشبہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ایک لفظ بولتا ہے اور وہ اس (کی سنگینی اور تباہی) کے بارے میں کچھ خیال بھی نہیں کرتا، (لیکن) وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گر جاتا ہے۔'']

چار واقعات:

i: صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی زبان کو کھینچنا:

امام مالک نے حضرت اسلم سے روایت کیا، کہ

''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى أَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيقِ رضی اللہ عنہما، وَ هُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهُ.

[''بے شک عمر بن خطاب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ہاں آئے، تو (دیکھا، کہ) وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔'']

''فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: ''مَهْ! غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ.''

[''تو عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے عرض کیا: ''ایسے نہ کیجیے! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائیں۔'']

''فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: ''إِنَّ هٰذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ.'' [1]

[''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک اس نے مجھے (کتنی ہی) ناپسندیدہ جگہوں کی طرف دھکیل دیا۔'']

❀ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا زبان کی سنگینی کے حوالے سے طرزِ عمل:

ii: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام کو لعنت کرتے کرتے رُک جانا:

امام عبدالرزاق نے (ابن شہاب) الزہری سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنْ يَلْعَنَ خَادِمَهُ، فَقَالَ: ''اَللّٰهُمَّ الْعَ!''

---

[1] الموطأ، كتاب الكلام، باب ما جاء فيما يخاف من اللسان، رقم الرواية 12، 988/2.

فَلَمْ يُتِمَّهَا ."

[''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادم پر لعنت کرنے کا ارادہ کیا، تو کہا:

''اے اللہ! الْعَ ."[1]

پس آپ رضی اللہ عنہما نے اس کلمے کو ادھورا چھوڑ دیا۔''

پھر فرمایا:

"إِنَّ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ مَآ أُحِبُّ أَنْ أَقُوْلَهَا ."[2]

[''بے شک یہ لفظ میں نہیں کہنا چاہتا۔'']

اللہ اکبر! زبان کے نکلے ہوئے لفظ کی سنگینی کا کس قدر احساس تھا!

iii: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا لعنت کرنے پر غلام کو آزاد کر دینا:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق ہی اُن کے بیٹے نے بیان کیا، کہ (ان کے علم کے مطابق) انہوں نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ غلام پر لعنت کی۔ پھر خود ہی اس گناہ کو اللہ تعالیٰ سے معاف کروانے کی خاطر اُسے آزاد کر دیا۔

امام عبدالرزاق نے (اُن کے بیٹے) سالم سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"مَا لَعَنَ ابْنُ عُمَرَ - رضی اللہ عنہما - خَادِمًا لَّهُ قَطُّ إِلَّا وَاحِدًا ، فَأَعْتَقَهُ ."[3]

[''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی کسی خادم پر لعنت نہیں کی، مگر ایک پر، تو انہوں نے اُسے آزاد کر دیا۔'']

---

[1] مکمل لفظ [الْعَنْ] ہے، لیکن وہ حرف [عین] پر رُک گئے اور حرف [نون] نہ بولا۔ پورے لفظ کا ترجمہ: یعنی تجھ پر لعنت ہو۔

[2] المصنف، کتاب الجامع، باب اللعن، رقم الروایة 19533، 413/10. اسے امام ابونُعیم نے بھی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الحلیة 307/1. منقول از: ہامش سیر أعلام النبلاء، رقم الهامش 2، 218/3).

[3] المصنف، کتاب الجامع، باب اللعن، رقم الروایة ١٩٥٣٤، ١٠/٤١٣. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش سیر أعلام النبلاء، رقم الهامش 2، 218/3).

iv: مرض الموت میں امام احمد کا کراہنے سے بھی رُک جانا:

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے متعلق نقل کیا ہے:

"وَ ذُكِرَ عَنِ الإِمَامِ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يَئِنُّ فِي مَرَضِهِ، فَبَلَغَهُ عَنْ طَاوُسَ أَنَّهُ قَالَ:

"يَكْتُبُ الْمَلَكُ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْأَنِيْنَ."

["امام احمد کے متعلق ذکر کیا گیا، کہ بے شک وہ اپنی (آخری) بیماری میں کراہ رہے تھے، تو انہیں (امام) طاوس کے حوالے سے یہ خبر پہنچی، کہ بے شک انہوں نے بیان کیا:

"فرشتہ ہر چیز لکھتا ہے، یہاں تک کہ کراہنے کو بھی۔"

"فَلَمْ يَئِنَّ أَحْمَدُ حَتَّى مَاتَ." [1]

["تو (پھر امام) احمد فوت ہونے تک کراہے نہیں۔"]

اللہ اکبر! یہ وہ سعادت مند لوگ تھے، جنہیں منہ سے نکالے ہوئے لفظ کی اہمیت اور سنگینی یاد تھی۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّجَعَلَنَا عَلٰى دَرْبِهِمْ. آمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

[وَ قَالَ مُجَاهِدٌ: "الْقُسْطَاسُ": اَلْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ."]

ترجمہ: [اور مجاہد نے کہا: "[الْقِسْطَاسُ]: "رومی (زبان) میں سراپا عدل وانصاف ہے۔"]

اس قول کے حوالے سے چھ باتیں:

i: مجاہد کا تعارف:

مجاہد کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں: مجاہد بن جبر، امام، شیخ القرآء والمفسرین، ابو الحجاج المکی، (حضرت) سائب بن ابی سائب مخزومی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، انہوں نے قرآن کریم،

[1] تفسیر ابن کثیر 236/4.

تفسیر اور فقہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پڑھی۔ 103ھ یا 104ھ یا 108ھ میں فوت ہوئے۔ ❶

ii: قولِ مجاہد ایک آیت کی تفسیر میں:

امام مجاہد نے مذکورہ بالا بات آیتِ شریفہ: ﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ ❷ کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ امام فریابی نے اپنی تفسیر میں دو اسناد کے ساتھ اسے امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ ❸

iii: [القسطاس] کا ضبط اور اصل:

[الْقِسْطَاس] [قاف] کی [زیر] اور [پیش] دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ ❹

اس کے متعلق تین اقوال:

ا: ایک قول کے مطابق یہ لفظ اصل میں رومی زبان کا لفظ ہے۔ امام مجاہد نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

❀ اس قول کی مزید تفصیل یہ بیان کی گئی ہے، کہ یہ دو رومی لفظوں سے مرکب ہے:

پہلا لفظ [قسط] ہے، جس کا معنٰی [عدل] ہے۔

دوسرا لفظ [طاس] ہے، جس کا معنٰی [میزان کا پلڑا] ہے۔

ب: یہ بھی احتمال ظاہر کیا گیا ہے، کہ [قسط] کا لفظ [قسطاس] کا اختصار ہے۔ اس احتمال کی تائید میں یہ بات ذکر کی گئی ہے، کہ رومی کلمات کی غالب اکثریت کا آخری حرف [سین] ہوتا ہے۔

ج: یہ بھی بیان کیا گیا ہے، کہ رومی زبان میں پہلے یہ حرف [قاف] کی پیش کے ساتھ تھا، لیکن اہلِ عرب نے [قاف] کو [زیر] کے ساتھ پڑھا، کیونکہ اُن کے ہاں یہ مثل

---

❶ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 4/449-456.

❷ سورۃ الإسراء / جزء من الآیۃ 35؛ و سورۃ الشعراء / الآیۃ 182.

❸ منقول از: فتح الباري 13/539.

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق 13/539. نیز دیکھیے: تفسیر التحریر و التنویر 15/98.

ترجمہ: [اور درست ترازو سے تولو۔]

مشہور ہے:

[أَعْجَمِيٌّ فَالْعَبْ بِهٖ كَمَا شِئْتَ]

[غیر عربی (لفظ) ہے، اس کے ساتھ جیسے چاہو، کھیلو۔] ❶ ❷

❀ قاضی ابوعطیہ نے تحریر کیا ہے:

[اَلْقِسْطَاس] کا لفظ [قِسْط] سے مبالغہ کے لیے ہے۔ ❸ یعنی اس میں [قسط] (یعنی عدل و انصاف) کا بہت زیادہ ہونا ہے۔

علامہ ابن حَیّان، قاضی ابوعطیہ کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ [قِسْط] کے لفظ سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ دونوں کا مادہ الگ الگ ہے۔ [قسط] کا مادہ (یعنی اصلی حروف) [ق س ط] اور [قسطاس] کا مادہ [ق س ط س] ہے۔

انہوں نے مزید تحریر کیا:

ہاں اگر [قسطاس] کے آخری حرف [سین] کو حروف اصلیہ میں شامل کرنے کی بجائے زائدہ کہا جائے، تو پھر [قسطاس] کا [قسط] سے ہونا درست ہوسکتا ہے۔ ❹

iv: [القسطاس] کے معنیٰ کے متعلق تین اقوال:

اس حوالے سے درجِ ذیل تین اقوال توفیقِ الٰہی سے محدود مطالعہ سے علم میں آئے ہیں:

ا: عدل۔ ❺

ب: میزان۔ ❻

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر و التنویر 98/15. ❷ اس پر اعراب یعنی زیر، زبر، پیش جیسے چاہو، ڈال لو۔

❸ ملاحظہ ہو: المُحَرّر الوجيز 292/10. ❹ ملاحظہ ہو: تفسیر البحر المُحيط 6/31–32.

❺ امام مجاہد نے یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔ علامہ اصفہانی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المفردات في غريب القرآن، مادة "قسط"، ص 403).

❻ ابن عُزَیر، زجاج، طبری اور ابن دُرَید نے یہی معنیٰ تحریر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي 257/10؛ و زاد المسير 134/5؛ و فتح الباري 539/13). نیز دیکھیے: مختار الصحاح، مادہ "ق س ط س"، ص 393. علامہ اصفہانی نے اس معنیٰ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المفردات، ص 403).

ج: سب سے زیادہ عدل وانصاف والا میزان۔ ❶

v: قولِ مجاہد کے ذکر کا مقصود:

امام بخاری کے اس قول کے ذکر کرنے کا مقصد ......وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ...... یہ ہے، کہ قرآن کریم میں بعض عجمی الفاظ ہیں اور اُنہی میں سے ایک [القسطاس] ہے۔

vi: قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ کے متعلق اقوال:

علامہ ابو منصور جوالیقی نے اس بارے میں حسب ذیل دو اقوال ذکر کیے ہیں:

ا: غیر عربی الفاظ کا نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عربی (زبان) کے علاوہ کسی اور زبان میں کوئی چیز نہیں۔

امام ابو عبیدہ کہتے ہیں:

"مَنْ زَعَمَ أَنَّ فِيْ الْقُرْآنِ لِسَانًا سِوَى الْعَرَبِيَّةِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْقَوْلَ."

["جس شخص نے (یہ) گمان کیا، کہ قرآن (کریم) میں عربی (زبان) کے علاوہ کوئی اور (زبان) بھی ہے، تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا"]

انہوں نے ارشادِ تعالیٰ:

﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ❷ ❸

ترجمہ: [بے شک ہم نے اُسے عربی قرآن بنایا۔] سے استدلال کیا ہے۔

ب: غیر عربی الفاظ کا ہونا:

اس قول کے حوالے سے پانچ باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر علماء کی رائے:

ا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضراتِ ائمہ مجاہد، عکرمہ اور اُن کے علاوہ بعض دیگر علماء کے

---

❶ صاحب المشارق نے یہی معنیٰ تحریر کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: المعجم الوسیط، ص 734.

❷ سورة الزخرف / جزء من الآية 3. ❸ المعرّب من الكلام الأعجمي على حروف المعجم ص 4.

حوالے سے قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کے متعلق روایت کیا گیا ہے، کہ وہ غیر عربی ہیں۔ (1)

ii: علامہ ابو منصور کی دونوں اقوال میں تطبیق:

علامہ رحمہ اللہ کی رائے میں دونوں اقوال درست ہیں۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے، کہ جب اہلِ عرب نے ایسے کلمات استعمال کیے، جو اپنی اصل کے اعتبار سے غیر عربی تھے، تو انہوں نے انہیں عربی کلمات کی شکل میں ڈھال دیا اور وہ کلمات عربی ہو گئے۔

اس طرح ایسے کلمات اپنی موجودہ حالت میں عربی کلمات اور اپنی اصل کے اعتبار سے عجمی الفاظ ہیں۔ (2)

iii: شیخ احمد محمد شاکر کا علامہ منصور کی رائے پر تبصرہ:

شیخ احمد شاکر لکھتے ہیں، کہ اس بارے میں علمائے اصول اور دیگر علماء میں قدیم زمانے سے اختلاف ہے۔ امام جوالیقی نے جو موقف اختیار کیا ہے، اُن سے پہلے اور بعد میں بھی، علمائے اصول اور علمائے لغت کی ایک بڑی تعداد نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے، لیکن بحث و تحقیق اس رائے کی تائید نہیں کرتی۔

امام شافعی، امام ابو عبیدہ، قاضی باقلانی اور متقدمین علماء کی اکثریت کے نزدیک:

"اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عربی زبان کے سوا کوئی چیز نہیں۔" (3)

iv: امام شافعی کا بیان:

حضرت امام رحمہ اللہ نے اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

بعض لوگوں نے بلا علم کہا ہے، کہ قرآن (کریم) میں عربی اور عجمی (دونوں قسم کے الفاظ) ہیں۔

---

(1) ملاحظہ ہو: المعرّب من الكلام الأعجمي ص 5.

(2) ملاحظہ ہو: المعرّب من الكلام الأعجمي على حروف المعجم ص 5. امام ابو منصور کے الفاظ ہیں:
"فَهِيَ عَرَبِيَّةٌ فِي هٰذِهِ الْحَالِ، أَعْجَمِيَّةُ الْأَصْلِ."

(3) ملاحظہ ہو: مقدمة الشيخ احمد شاكر على المعرّب ص 11. شیخ احمد شاکر کے نقل کردہ الفاظ حسب ذیل ہیں:
"لَيْسَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ إِلَّا بِلِسَانِ الْعَرَبِ."

حضرت امام رحمہ اللہ اُن کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وَالْقُرْآنُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ إِلَّا بِلِسَانِ الْعَرَبِ."

["اور قرآن (کریم) دلالت کرتا ہے، کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عربی زبان کے سوا کوئی چیز نہیں۔"]

امام شافعی مزید لکھتے ہیں:

جو لوگ یہ کہتے ہیں، کہ قرآن کریم مئں غیر عربی الفاظ ہیں، شاید وہ خیال کرتے ہوں، کہ قرآن کریم میں کچھ ایسے الفاظ ہیں، جنہیں بعض اہلِ عرب بھی نہیں جانتے۔

لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ عربی زبان تمام زبانوں سے زیادہ وسعت والی اور سب سے زیادہ الفاظ والی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق نبی ...... علیہ الصلوٰۃ والسلام ...... کے علاوہ کوئی انسان بھی اس کے سارے علم کا احاطہ نہیں کرتا، لیکن ایسے نہیں، کہ اس کے کسی بھی لفظ کو عرب میں سے کوئی بھی جانتا نہ ہو۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے، جیسے کہ فقہاء کا احادیث کے بارے میں علم ہے۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے، جس کے پاس تمام احادیث کا علم ہو۔ جب عام فقہاء کے علمِ حدیث کو جمع کیا جائے گا، تو تمام احادیث کا علم حاصل ہو جائے گا اور کوئی حدیث معلوم ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ [1]

V: شیخ احمد شاکر کی رائے:

شیخ رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے:

عرب نہایت ہی قدیم امتوں میں سے ہیں اور اُن کی زبان قدیم ترین زبانوں میں سے ہے۔ وہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے بھی پہلے اور کلدانی، عبرانی، سریانی وغیرہ زبانوں سے قبل موجود تھی۔ زمانہ قبل از تاریخ میں اُن کی مدنیت کے زوال کے ساتھ اُن کی زبان کا بہت زیادہ حصہ ضائع ہو گیا۔ جن الفاظ کے بارے میں عجمی ہونے کا گمان ہے، شاید وہ اُن

[1] ملاحظہ ہو: الرسالۃ ص 41.

الفاظ میں سے ہوں، جن کی اساس اور اصل تو ضائع ہوگئی، مگر صرف حروف باقی رہ گئے۔

پھر متاخرین میں سے قرآن کریم میں عجمی الفاظ موجود ہونے کا دعویٰ کرنے والے علماء کی کثرت ہوگئی۔ جس لفظ میں عجمی ہونے کا شبہ ہوتا، اُسے عجمی قرار دے دیتے۔ اس طرح انہوں نے قرآن کریم میں عجمی الفاظ ...... اپنے خیال میں ...... کا ایک مجموعہ تیار کرلیا۔ [1]

vi: امام طبری اور علامہ کرمانی کی رائے:

ان دونوں ائمہ نے اس بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے، کہ اس قسم کے الفاظ کو قدرتِ الٰہی سے دونوں زبانوں کے لوگوں نے اپنے اپنے ماحول میں ایک ہی جیسے معانی کے لیے ابتدا ہی سے استعمال کیا۔

ذیل میں دونوں ائمۂ کرام کے اقوال ملاحظہ فرمالیجیے۔

ا: امام طبری کا قول:

علماء کے قول:

[''قرآن (کریم) میں ہر زبان (کے الفاظ) سے ہیں۔'']

کی شرح میں امام طبری لکھتے ہیں:

"إِنَّ فِيْهِ مِنْ كُلِّ لِسَانٍ اتَّفَقَ فِيْهِ لَفْظُ الْعَرَبِ وَ لَفْظُ غَيْرِهَا مِنَ الْأُمَمِ الَّتِيْ تَنْطِقُ بِهَا." [2]

[''بے شک اس (یعنی قرآن کریم) میں ہر زبان (کے الفاظ) سے ہیں، جن میں عربی اور ان الفاظ کو استعمال کرنے والی دیگر زبانوں کا اتفاق ہوگیا (یعنی دونوں زبانوں میں ایک ہی معانی کے لیے ایک جیسے الفاظ استعمال شروع ہی سے کیے گئے۔'']

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمہ المعرَّب للشیخ احمد شاکر ص 13-14.

[2] مقدمة تفسير الطبري 1/17.

ب: علامہ کرمانی کا قول:

امام مجاہد کے مذکورہ بالا قول کی شرح کے بعد علامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَإِنْ قُلْتَ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ❶ يَمْنَعُ ذٰلِكَ.

قُلْتُ: "وَضْعُ الْعَرَبِ وَافَقَ لُغَتَهُمْ، أَيْ هُوَ مِنْ بَابِ تَوَافُقِ الْوَضْعَيْنِ." ❷

["اگر تم نے کہا: (ارشادِ ربانی) ترجمہ: [بلاشبہ ہم نے اُسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے] اس (رائے) سے منع کرتا ہے۔

میں نے (جواب میں) کہا: "اہلِ عرب کے (الفاظ) بنانے کی اُن کی زبان سے موافقت ہوگئی، یعنی یہ دونوں زبانوں کی موافقت والی صورت ہے۔" (اہلِ عرب اور دوسری زبان والے لوگوں نے ازخود، دوسرے سے اخذ کیے بغیر، ایک ہی معنٰی میں ابتدا ہی سے ایسے الفاظ کو استعمال کیا)۔"]

[وَ يُقَالُ: اَلْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ، وَ هُوَ الْعَادِلُ]:

["اور کہا جاتا ہے: (لفظ) [اِلقِسْط] (لفظ) [اَلْـمُقْسِط] کا مصدر ہے اور وہ (یعنی اس کا معنٰی) عادل (عدل و انصاف کرنے والا) ہے۔

جہاں تک (لفظ) [اَلْقَاسِطُ] کا تعلق ہے، تو وہ (یعنی اُس سے مراد) ظلم کرنے والا ہے۔

اس عبارت کے حوالے سے چار باتیں:

i: [وَ يُقَالُ] ❸ سے امام بخاری کا مقصود:

امام بخاری [وَ یُقَال] کے ساتھ یہ اشارہ فرما رہے ہیں، کہ [الـقِسْطَاس] کے رومی

---

❶ سورة يوسف - عليه السلام - / جزء من الآية 2.

❷ شرح الكرماني 249/23.

❸ ترجمہ: [اور کہا جاتا ہے۔]

لفظ ہونے پر اتفاق نہیں، بلکہ ایک دوسرا قول یہ ہے، کہ وہ رومی لفظ نہیں، بلکہ عربی الفاظ میں سے ہے۔

ii: اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض:

[اَلْمُقْسِطُ] باب [إِفْعَال] سے ہے [أَقْسَطَ يُقْسِطُ إِقْسَاطًا] اور باب [إِفْعَال] کا مصدر [الإِقْسَاط] ہے، [القِسْط] نہیں۔

جواب:

[الاقْسَاط] میں پہلا اور دوسرا [الف] دونوں حروف زائدہ ہیں۔ حروف اصلیہ [ق س ط] ہیں اور [اَلْقِسْط] کو مصدر قرار دینے کا مقصد لفظ [اَلْاقْسَاطُ] سے حروف زائدہ جدا کرنے کے بعد ہے۔

اسی سلسلے میں علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"فَإِنْ قُلْتَ: "مَصْدَرُهُ [الْاقْسَاطُ] لَا الْقِسْطُ."

قُلْتُ: اَلْمَصْدَرُ الْمَحْذُوْفُ الزَّوَآئِدِ نَظَرًا إِلَى أَصْلِهِ." [1]

["پس اگر تم نے کہا: "اُس (یعنی اَلْمُقْسِط) کا مصدر [الْاقْسَاط] ہے، [قِسْطٌ] نہیں:

"تو میں نے (جواب میں) کہا: "(مراد یہ ہے کہ) اُس کے اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ایسا مصدر، جس کے حروف زائدہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔"]

iii: [اَلْمُقْسِطُ] کا معنٰی [عدل وانصاف کرنے والا] ہونے کے پانچ شواہد:

قرآن وسنت میں اس کے شواہد میں سے پانچ درجِ ذیل ہیں:

ا، ب، ج: ارشادِ ربانی ہے:

[1] شرح الكرماني 249/23.

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: [بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔]

د: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا." الحديث. [2]

["اس ذات کی قسم، جن کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً قریب ہے، کہ تم میں ابن مریم۔علیہ السلام۔ عدل و انصاف کرنے والے حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں۔"] الحدیث.

ہ: امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ، عِنْدَاللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ." الحديث [3]

["بلاشبہ عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔"] الحدیث.

---

[1] آیتِ کریمہ کا یہ ٹکڑا سورة المائدة / الآية 42؛ سورة الحجرات / الآية 9 اور سورة الممتحنة / الآية 8؛ تین مقامات میں ہے۔

[2] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، جزء من رقم الحديث 2222، 414/4؛ و صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى بن مريم۔علیہ السلام۔ حاكمًا بشريعة نبينا محمد ﷺ، جزء من رقم الحديث 242-(155)، 135/1.

[3] صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل، ...... ، جزء من رقم الحديث 18-(1827)، 1458/3.

iv:[اَلْمُقْسِط] میں [ظلم] کا معنیٰ نہ ہونے پر اعتراض اور اس کے دو جوابات:

اعتراض:

[مزید] کا [مزید علیہ] کی جنس سے ہونا چاہیے، یعنی [مزید] میں [مزید علیہ] والا معنیٰ موجود ہونا چاہیے۔ جس طرح [القَسْط] کا معنیٰ [ظلم] ہے اسی طرح [اَلْمُقْسِط] میں بھی [ظلم کا وجود] ہونا چاہیے، لیکن اس کا معنیٰ تو [عدل و انصاف کرنے والا] ہے۔

دو جوابات:

علامہ کرمانی نے یہ سوال اور اس کے دو جواب ذکر کیے۔ وہ لکھتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ: "اَلْمَزِيْدُ لا بُدَّ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ جِنْسِ الْمَزِيْدِ عَلَيْهِ؟"

["اگر تم نے کہا: "[مزید] کے لیے ضروری ہے، کہ وہ [مزید علیہ] کی جنس سے ہو۔"]

قُلْتُ: "إِمَّآ أَنْ يَكُوْنَ الْمُقْسِطُ، بِالْكَسْرِ

وَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْقَسْطِ بِالْفَتْحِ الَّذِيْ هُوَ بِمَعْنَى الْجَوْرِ، وَالْهَمْزَةُ لِلسَّلْبِ وَ الإِزَالَةِ."[1]

["میں نے کہا: [اَلْمُقْسِطُ] یا تو زیر کے ساتھ ہے (یعنی [القِسْط] سے ہے اور اس کا معنیٰ عدل و انصاف ہے، [القَسْط] سے نہیں) اس طرح [مزید] [اَلْمُقْسِط] میں [مزید علیہ] [القِسْط] والا معنیٰ موجود ہے)۔

یا وہ (یعنی اَلْمُقْسِط) [القَسْط] (قاف کی زبر کے ساتھ ہی) سے ہے، جس کا معنیٰ ظلم ہے۔ اس صورت میں ہمزہ سلب اور ختم کرنے کے لیے ہے۔ (یعنی الـمُقْسِط [باب افعال] سے اسم فاعل ہے اور [باب افعال] کے خواص میں سے ایک اپنے اصل کو سلب کرنا ہوتا ہے، تو [قَسْط] کا معنیٰ [ظلم] اور [أَقْسَطَ] کا معنیٰ ظلم کو ختم کرنا ہے اور اسی سے اسم فاعل [اَلْمُقْسِط] کا معنیٰ [ظلم

[1] شرح الكرماني 249/23.

کو ختم کرنے والا] یعنی عدل و انصاف کرنے والا ہے۔) ❶

[وَ أَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَآئِرُ]

ترجمہ: [جہاں تک [الْقَاسِطُ] (کا تعلق) ہے، تو وہ (یعنی اُس کا معنٰی) ظالم ہے۔

[اَلْقَاسِطُ] کا اصل [القَسْط] قاف کے زبر کے ساتھ ہے اور اُس کا معنٰی [اَلْجَوْرُ] یعنی ظلم ہے۔

قرآن کریم سے دو شواہد:

ا: سورۃ جن میں ہے:

﴿وَ أَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقَاسِطُوْنَ﴾ ❷

ترجمہ: [اور بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں۔]

ب: سورۃ جن ہی میں ہے:

﴿وَ أَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ ❸

ترجمہ: [اور جو ظالم ہیں، وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔]

---
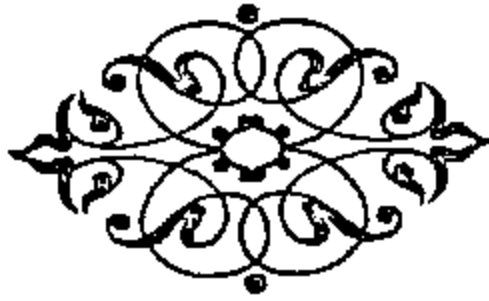
❶ اس قسم کی مثال [أَفْلَسَ] ہے، جو [باب افعال] سے ہے۔ اس کا اصل [فلس] ہے، جس کا معنٰی نقدی یا پیسے ہے اور [أفلس] کا معنٰی [فلس] کا نہ ہونا، یعنی مفلس ہونا یا نقدی اور پیسوں سے خالی ہونا ہے۔

❷ جزء من الآیة 14.

❸ الآیة 15.

آخری حدیث کی شرح

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

❀ [حَدَّثَنِي]

حدیث حاصل کرنے کے آٹھ میں سے دو طریقے:

محدثین کے ہاں حدیث لینے کے آٹھ طریقے ہیں، اُن میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: السِّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ [شیخ سے الفاظِ حدیث سننا]:

اس کی کیفیت یہ ہے، کہ استاد حدیث پڑھے اور طالب علم سنے، استاد خواہ اپنے حافظہ سے سنائے یا کتاب سے پڑھ کر سنائے۔ مزید برآں شاگرد خواہ سننے کے ساتھ ساتھ تحریر کرے یا صرف سننے پر اکتفا کرے۔ اسے [السِّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ] کہتے ہیں۔

اس کیفیت سے حدیث حاصل کرنے والا روایت کرتے وقت کہتا ہے:

[سَمِعْتُ] یا [حَدَّثَنِي] یا [حَدَّثَنَا]

ب: اَلْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ [شیخ کے روبرو الفاظِ حدیث پڑھنا]:

اس کی صورت یہ ہے، کہ طالب علم پڑھے اور شیخ سنے۔

اس طریقہ سے حاصل کردہ حدیث روایت کرتے وقت [أَخْبَرَنِي] کہا جاتا ہے۔[1]

دونوں طریقوں کی حیثیت کے متعلق تین اقوال:

i: امام مالک، امام بخاری اور حجاز و کوفہ کے اکثر علماء کے نزدیک مذکورہ بالا دونوں طریقے قوت وحیثیت میں ایک جیسے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو: تیسیر مصطلح الحدیث ص 157.

ii: جمہور اہلِ مشرق نے دوسرے طریقے کو پہلے طریقے سے ادنیٰ قرار دیا ہے۔

iii: امام ابوحنیفہ اور امام ابن ابی ذئب سے روایت کیا گیا ہے، کہ دوسرا طریقہ پہلے طریقے سے اعلیٰ ہے۔ امام مالک سے بھی ایک روایت اسی موقف کی تائید میں ہے۔ ❶

مذکورہ بالا حدیث امام بخاری نے اپنے [شیخ] سے پہلے طریقے سے حاصل کی، کہ اُن کے [شیخ] نے اُسے پڑھا اور انہوں نے اُسے سنا۔

[حَدَّثَنَا] اور [أَخْبَرَنَا] کے متعلق تین اقوال:

شیخ سہارنپوری نے علامہ نووی سے [حَدَّثَنَا] اور [أَخْبَرَنَا] کے استعمال کے متعلق حسبِ ذیل تین اقوال نقل کیے ہیں:

i: امام مسلم [حَدَّثَنَا] اور [أَخْبَرَنَا] کے استعمال میں فرق کرتے تھے۔ [حَدَّثَنَا] صرف [شیخ سے سننے] کی صورت میں اور [أَخْبَرَنَا] [شیخ پر پڑھے جانے] کے لیے استعمال کیے جانے کے قائل تھے۔ یہی رائے امام شافعی اور اہلِ مشرق کے جمہور اہلِ علم کی ہے۔

ii: بہت سے گروہوں کی رائے میں [شیخ پر پڑھے جانے] کی صورت میں [حَدَّثَنَا] اور [أَخْبَرَنَا] دونوں طرح کہنا درست ہے۔ یہ (حضراتِ ائمہ) زہری، مالک، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر متقدمین کا مذہب ہے۔ یہی رائے (امام) بخاری، محدثین کے ایک گروہ اور عام حجازی اور کوفی علماء کی ہے۔

iii: تیسری رائے یہ ہے، کہ [شیخ پر پڑھے جانے] کی صورت میں [حَدَّثَنَا] اور [أَخْبَرَنَا] بلاقید کہنا جائز نہیں۔ یہ مذہب (حضراتِ ائمہ) ابن مبارک، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حنبل اور مشہور روایت کے مطابق (امام) نسائی کا ہے۔ ❷

❀ [أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ]

---

❶ ملاحظہ ہو: تيسير مصطلح الحديث ص 158-159.

❷ ملاحظہ ہو: مقدمه صحيح البخاري ص 6.

مختصر تعارف:

احمد بن اشکاب حضرمی کوفی، ابوعبداللہ صفّار، مصر میں رہائش پذیر ہوئے۔ ❶

اشکاب [ہمزہ] کی کسرہ (یعنی زیر) اور فتحہ (یعنی زبر)، دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ [شین] ساکن ہے۔ [عجمی نام] ہونے کی وجہ سے [غیر منصرف] ہونے کی بنا پر [ب] پر زبر پڑھی گئی۔

ایک دوسرا قول یہ ہے، کہ یہ [عربی نام] ہے۔ اس قول کے مطابق [ب] پر تنوین ہوگی۔ ❷

انہوں نے محمد بن فُضَیل، ابوبکر بن عَیّاش اور شَرِیک وغیرہ محدثین سے حدیث روایت کی۔ امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہ یحییٰ بن مُعین، ابو حاتم، بکر بن سہل دِمیاطی، ابو اُمَیّہ طَرَطُوسی، یعقوب بن سفیان، یعقوب بن شَیْبہ نے اُن سے احادیث کو روایت کیا۔

حضراتِ ائمہ ابو حاتم، العجلی اور ابن حبان نے انہیں [ثقہ] اور حافظ ابن حجر نے [ثقہ حافظ] قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا: "آخِرُ مَا لَقِيتُهُ بِمِصْرَ سَنَةَ ٢١٧ ."

["میری اُن سے آخری ملاقات مصر میں 217ھ میں ہوئی۔"]

مصر میں 217ھ یا 218ھ میں فوت ہوئے۔ ❸

دو مفید تنبیہات:

ا: امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کی احادیث کو لینے کی خاطر کہاں سے کہاں تک سفر کیا۔ کہاں بخارا اور کہاں مصر! یہ سفر آج بھی اتنا آسان نہیں، تو کم و بیش بارہ صدیاں پیشتر اس کی صعوبت اور دشواری کس قدر ہوگی، جب کہ جدید وسائل مواصلات کا نام و

---

❶ ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب رقم الترجمة 12، 16/1؛ و تقريب التهذيب، رقم الترجمة 10، ص 77.

❷ ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 249/23؛ و فتح الباري 540/13.

❸ ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب 16/1-17؛ و تقريب التهذيب ص 77؛ و فتح الباري 540/13.

نشان بھی نہ تھا؟

صرف یہی نہیں، انہوں نے اس مقصد کی خاطر حیرت انگیز حد تک سفر کیے۔ خود فرماتے ہیں:

"دَخَلْتُ إِلَى الشَّامِ، وَ مِصْرَ، وَ الْجَزِيْرَةِ مَرَّتَيْنِ وَ إِلَى الْبَصْرَةِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، وَ أَقَمْتُ بِالْحِجَازِ سِتَّةَ أَعْوَامٍ. وَلَا أُحْصِي كَمْ دَخَلْتُ إِلَى الْكُوْفَةِ وَ بُغْدَادَ مَعَ الْمُحَدِّثِيْنَ." ❶

["میں شام، مصر، جزیرہ دو مرتبہ اور بصرہ چار دفعہ داخل ہوا۔ حجاز میں چھ سال قیام کیا اور مجھے معلوم ہی نہیں، کہ میں محدّثین کی معیت میں کتنی بار کوفہ اور بغداد میں داخل ہوا۔"]

جن مقامات میں امام بخاری احادیث کی تلاش اور جستجو میں پہنچے، علامہ سبکی نے اُن کے حسبِ ذیل نام لکھے ہیں:

[① بلخ، ② مرو، ③ نیشاپور، ④ ری، ⑤ بغداد، ⑥ بصرہ، ⑦ مکہ، ⑧ مدینہ، ⑨ واسط، ⑩ مصر، ⑪ دمشق، ⑫ قیساریہ، ⑬ عسقلان، ⑭ حمص]

ان جگہوں کے نام تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

[اور دیگر]۔

جَزَى اللّٰهُ تَعَالَى الْاِمَامَ الْبُخَارِيَّ خَيْرَ الْجَزَآءِ. آمِيْنَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ. ❷

② جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے، کہ امام بخاری کی احمد بن اشکاب سے آخری ملاقات مصر میں 217ھ میں ہوئی۔ امام بخاری کی اس وقت عمر 23 سال تھی، کیونکہ وہ 194ھ میں پیدا ہوئے۔

اللہ اکبر! کس قدر خوش نصیب تھا وہ نوجوان!

---

❶ هدي الساري 478. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 407/12.

❷ "طبقات الشافعية الكبرىٰ" 423/1. نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 12/394-395.

جوانی کے عالم میں نبی کریم ﷺ کی احادیث کی جستجو اور تلاش میں کہاں سے کہاں پہنچا؟ جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی خَیْرَ الْجَزَآءِ عَنِ الْاسْلَامِ وَ أُمَّةِ الْاسْلَامِ . آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

اے رب العالمین! ہمیں اور ہمارے نوجوانوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چلا دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ.

❀ [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ]:

محدثین کے ہاں یہ طریقہ ہے، کہ وہ اختصار کے پیش نظر [حَدَّثَنَا] سے پہلے [قَالَ] نہیں لکھتے۔

پڑھتے وقت قاری کو چاہیے، کہ وہ کہے: [قَالَ حَدَّثَنَا] . صرف [حَدَّثَنَا] نہ کہے۔ [1]

مختصر تعارف:

محمد بن فُضَیل بن غَزْوان الضَّبِّي:

یہ قبیلہ الضَّبِي کے آزاد کردہ غلام ہونے کی بنا پر الضَّبِي کہلائے۔ اُن کی کنیت ابو عبدالرحمٰن کوفی تھی۔ انہوں نے حضراتِ ائمہ سفیان ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق بن رَاهَوَيْه، ابن ابی شیبہ کے دو بیٹوں ابوبکر اور عثمان اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔

حضراتِ ائمہ ابن مُعین، ابن سعد، ابنِ حبّان اور دیگر نے انہیں [ثقہ] قرار دیا۔

بعض علماء نے انہیں شیعی کہا، لیکن انہوں نے حلفاً اپنے اہل السنہ میں سے ہونے کا اظہار کیا اور امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا نہ کرنے والے کے لیے بددعا کی۔ بعض محدثین اُن کے اس بیان پر مطمئن ہوئے۔ 94ھ یا 95ھ میں فوت ہوئے۔ [2]

---

[1] ملاحظہ ہو: تیسیر في مصطلح الحدیث ص 167.

[2] ملاحظہ ہو: تهذیب التهذیب، رقم الترجمة 658، 9/405-406؛ و تقریب التهذیب، رقم الترجمة 6227، ص 502.

دو قابلِ توجہ باتیں:

ا: راوی کا [مولیٰ] ہونا:

مولیٰ سے مراد غیر عربی (عجمی) لوگوں میں سے مسلمان ہونے والا شخص ہے۔ ایسے لوگوں میں سے کچھ تو قیدی کی حیثیت سے اسلامی معاشرے میں داخل ہوئے اور پھر مسلمان ہو گئے اور کچھ لوگ قیدی بننے کی بجائے براہِ راست مسلمان ہو کر اسلامی معاشرے کا حصہ بن گئے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں کے لوگوں نے قرآن و سنت اور علومِ اسلامیہ کو خوب توجہ سے سُنا، سیکھا، پڑھا اور مہارت حاصل کی۔ ان کی بڑی تعداد مختلف اسلامی علوم میں امامت کے منصب تک پہنچی۔ شیخ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

''سب (یعنی دونوں قسموں کے لوگوں) کو [اَلْمَوَالِيْ] کہتے ہیں۔ انہی میں سے علماء راہنما اور مرشد ہوئے۔''[1]

شیخ محمد ابو زہرہ نے اس بارے میں [العقد الفرید] کے حوالے سے ایک دلچسپ قصہ بھی نقل کیا ہے۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اسے ذکر نہیں کیا گیا۔ تفصیل جاننے کے لیے خواہش مند قارئین کرام ان کی کتاب میں دیکھ لیں۔

ب: حدیث کا غریب ہونا:

صحیح بخاری کی یہ آخری حدیث [غریب] ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے [غریب] ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لَمْ أَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ إِلَّا مِنْ طَرِيْقِهٖ بِهٰذَا الْاسْنَادِ."[2]

[''میں نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ اُن (یعنی محمد بن فُضَیل) کے علاوہ کسی اور طریقے سے نہیں دیکھا۔'']

---

[1] "الدعوة إلى الإسلام" ص 75.

[2] فتح الباري 540/13.

حافظ رحمہ اللہ ہی مزید لکھتے ہیں:

"وَجْهُ الْغَرَابَةِ فِيهِ تَفَرُّدُ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ، وَ شَيْخِهِ، وَ شَيْخِ شَيْخِهِ، وَ صَحَابِيِّهِ." ❶

[اس کے غریب ہونے کی وجہ محمد بن فُضَیل، اُن کے شیخ، اُن کے شیخ کے شیخ اور اس کے (راوی) صحابی رضی اللہ عنہ کا (اپنے اپنے مرحلہ میں صرف) ایک ہونا ہے (یعنی اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کے اپنے طبقے میں کوئی اور روایت کرنے والا نہیں)۔]

[إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ]: صحیح بخاری کی پہلی حدیث بھی [غریب] ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اُسے صرف علقمہ نے اور پھر علقمہ سے محمد بن ابراہیم کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کیا اور پھر محمد بن ابراہیم سے صرف یحیٰی بن سعید نے روایت کیا۔ ❷

پہلی اور آخری حدیث غریب لانے کی حکمت:

امام بخاری نے ......وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ...... آغاز اور اختتام میں غریب حدیثیں لاکر اسلام کی ابتدا اور انتہا کی غربت والی کیفیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا بیان امام مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا، وَ سَيَعُودُ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ." ❸

["اسلام کا آغاز غربت میں ہوا، عنقریب وہ ویسے ہی غریب ہو جائے گا، جیسے

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري 540/13.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق 11/4. نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري و السامع ص 77.

❸ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الإسلام بدأ غريبا، و سيعود غريبا، ...... ، رقم الحديث 232-(145)، 130/1.

کہ شروع میں ہوا تھا، پس [غرباء] کے لیے [طوبیٰ] ❶ ہے۔'']

اس حدیث شریف میں اور امام بخاری کے طرزِ عمل میں ...... وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ ...... یہ تلقین ہے، کہ اہلِ اسلام دورِ غربت کے آنے سے پیشتر اس کے استقبال کے لیے ذہنی طور پر مستعد ہو جائیں اور ایسی صورتِ حال پیش آنے پر تشویش اور قلق کا شکار نہ ہو جائیں، کہ ربِّ قادر کا پہلے سے فیصلہ یہی ہے۔ اُن کی توجہ کا محور و مرکز دینِ حق کی خدمت اور سربلندی کی خاطر تاحدِّ استطاعت جدوجہد کرنا ہو۔

اسی طرح دورِ غربت کے اہلِ اسلام کہیں یہ نہ سمجھ لیں، کہ اُن کے ہاں وسائل کی کمی اور اُن کی تعداد کی قلّت اُن کے غلط ہونے کی علامت اور دلیل ہے۔

مزید برآں ...... جیسے کہ ڈاکٹر سلوم نے ذکر کیا ہے ...... امام بخاری اپنی کتاب کی اس ترتیب سے یہ اشارہ دے رہے ہیں، کہ جن غرباء کے لیے [طوبیٰ] کی بشارت ہے، وہ ہیں، جو اس کتاب کو اور دینِ اسلام کو اول تا آخر مضبوطی سے تھامتے ہیں۔ ❷

ربِ کریم اپنی رحمت سے ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں، اہل و عیال، اور نسلوں کو ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں شامل فرما دیں۔ إِنَّهُ جَوَادٌ كَرِيمٌ.

❀ [عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ]:

صحیح البخاری میں ہی ایک دوسرے مقام پر [عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ] کی بجائے

---

❶ [طوبیٰ] کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ انہی میں سے چار درج ذیل ہیں:

i: خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک

ii: اُن کے لیے کیا ہی عمدہ ہے!

iii: اُن کی کیفیت قابلِ رشک ہے۔

iv: ان کے لیے [حسنیٰ] ہے۔

(ملاحظہ ہو: هامش صحيح مسلم 1/130-131).

❷ ملاحظہ ہو: هامش. كتاب "تراجم البخاري للعلّامة البُلقيني (ط: مكتبة المعارف الرياض) ص 218.

[حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ] ہے۔ (1)

اس کی حکمت اور سبب جاننے کی خاطر علامہ قسطلانی کا حسبِ ذیل بیان ملاحظہ فرمایئے:

"وَ الْعَنْعَنَةُ، وَ هِيَ فِيْ الْبُخَارِي، مَحْمُوْلَةٌ عَلَى السِّمَاعِ، فَهِيَ مِثْلُ: "أَخْبَرَنَا" إِذْ عَنْعَنَةُ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى السَّمَاعِ." (2)

["(صحیح) البخاری میں [عَـــنْ] والی روایت سماع پر محمول (3) کی جاتی ہے، سو وہ [أَخْبَرَنَا] کی مانند ہے، کیونکہ [غیر مدلّس] کی روایت سماع پر محمول کی جاتی ہے۔" (4)]

مختصر تعارف:

عُمَارَةُ بن الْقَعْقَاعِ: [بن شُبْرُمة الضَّبِّي الكوفي، حضراتِ ائمہ ابن مُعین، نسائی، ابن سعد، یعقوب بن سفیان، ابن حِبّان اور حافظ ابن حجر نے انہیں [ثقہ] کہا ہے۔ (5)

تنبیہ: [روایتِ معنعنہ] کے متعلق امام بخاری کا اعلیٰ موقف:

[رِوَايَةُ مُعَنْعَنَة] سے مراد ایسی روایت ہے، جس میں راوی اپنے شیخ سے [عن] کے ساتھ روایت کرے، جیسے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن فُضیل نے اپنے شیخ عُمارة بن القعقاع اور انہوں نے اپنے شیخ ابوزُرعہ اور انہوں نے اپنے شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے [عن] کے ساتھ حدیث روایت کی ہے۔ امام بخاری ایسی روایت کی صحت کے لیے دیگر شروط کے ساتھ

---

(1) ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الأيمان و النذور، باب إذا قال: "وَ اللّٰهِ لَا أَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ ......"، رقم الحديث 6682، 566/11.

(2) إرشاد الساري 486/10. نیز ملاحظہ ہو: عون الباري لحلّ أدلة صحيح البخاري 612/6-613.

(3) مراد یہ ہے، کہ اُن کی [عَنْ] کے ساتھ روایت کے بارے میں وہی حکم ہوگا، جو کہ [أَخْبَرَنَا] والی روایت کا ہے۔

(4) [عنعنة] روایت کے [أَخْبَرَنَا] کے مانند ہونے کا سبب یہ ہے، کہ امام بخاری [روایتِ معنعنہ] [مدلس] راوی سے لاتے ہی نہیں، یعنی ایسے راوی سے [عَـــنْ] کے ساتھ روایت نہیں کرتے، جو کہ اپنے شیخ سے وہ روایت سننے کا تاثر دیتا ہے، جو اس نے اُس سے سنی ہی نہ ہو۔ وَ اللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

(5) ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب، رقم الترجمة 690، 423/7؛ و تقريب التهذيب، رقم الترجمة 4859، ص 409.

حسب ذیل دو شروط ضروری قرار دیتے ہیں:

i: راوی تدلیس کرنے والا نہ ہو۔ ❶

ii: دونوں میں کم از کم ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہو۔

امام مسلم کی رائے میں دونوں میں [ملاقات کا ممکن ہونا] کافی ہے، یہ ضروری نہیں، کہ دونوں میں ملاقات ثابت ہو۔ ❷

بلاشبہ امام بخاری کی رائے میں احتیاط زیادہ ہے۔ امام مسلم نے امام بخاری کی رائے کی تردید کی ہے۔ اُس تردید پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں:

"وَ هٰذَا الَّذِيْ صَارَ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ قَدْ أَنْكَرَهُ الْمُحَقِّقُوْنَ. وَ قَالُوْا: "هٰذَا الَّذِيْ صَارَ إِلَيْهِ ضَعِيْفٌ. وَ الَّذِيْ رَدَّهُ هُوَ الْمُخْتَارُ الصَّحِيْحُ الَّذِيْ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ هٰذَا الْفَنِّ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَ الْبُخَارِيُّ وَ غَيْرُهُمَا." ❸

["مسلم نے جو موقف اختیار کیا ہے، محقق علماء نے اُسے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اُن کا موقف ضعیف ہے (اور) جس کی انہوں نے تردید کی ہے، وہ ہی پسندیدہ (اور) صحیح ہے اور وہی اس فن کے ائمہ علی بن مدینی، بخاری وغیرہ کا مذہب ہے۔"]

❀ [عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ]

مختصر تعارف:

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر بن عبداللہ البَجَلي الکوفي۔ اُن کے نام کے متعلق پانچ

❶ تدلیس سے مراد یہ ہے، کہ راوی اپنے شیخ سے وہ حدیث یا احادیث بیان کرے، جو اُس نے اُس سے سُنی نہ ہوں، لیکن یہ بھی نہ کہے، کہ "میں نے اُس سے یہ حدیث سنی"، بلکہ ایسے اسلوب سے روایت کرے، کہ جس میں سُننے اور نہ سُننے، دونوں صورتوں کا احتمال ہو۔ (ملاحظہ ہو: تیسیر مصطلح الحدیث 78-79).

❷ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، مقدمة، باب صحة الاحتجاج بالحدیث المعنعن، 1/76-86 (المطبوع مع شرحه إکمال إکمال المعلم و مکمل إکمال الإکمال).

❸ شرح النووي 1/128. حافظ ابن حجر نے بھی امام بخاری کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (ملاحظہ ہو: نزهة النظر في شرح نخبة الفکر ص 30).

اقوال: ھَرِم، عمر، عبداللہ، عبدالرحمٰن، جریر، ذکر کیے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے صحابی دادا جریر بن عبداللہ البَجَلي، ابوہریرہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں۔ اُن کا شمار علمائے تابعین میں سے ہوتا ہے۔ حضراتِ ائمہ ابن مُعین، ابن حِبان اور حافظ ابن حَجر نے انہیں [ثقہ] قرار دیا ہے۔ ❶

دو قابلِ رشک باتیں:

ا: ابوزرعہ کا اپنے دادا سے حدیث روایت کرنا:

سلف صالحین رحمہم اللہ کی نہایت عمدہ باتوں میں سے ایک یہ تھی، کہ حضرات محدثین اپنی نسل کو اپنے علم و فضل سے محروم نہ رہنے دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث انہیں بتلاتے اور انہیں دیگر لوگوں تک پہنچاتے۔

پانچ دیگر مثالیں:

اسی قسم کی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دلوں کو باغ باغ کرنے والی مثالوں میں سے پانچ حسبِ ذیل ہیں:

i: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے تین بیٹوں:

ا: بلال ❷

ب: مُحَرَّر ❸

ج: مُحَرَّز ❹

کے لیے احادیث روایت کرنا۔

---

❶ ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب، رقم الترجمة 452، 12/99-100؛ و تقريب التهذيب، رقم الترجمة 8103، 641.

❷ اسے امام ابن حبان نے ذکر کیا۔ (ملاحظہ ہو: دفاع عن أبي هريرة رضي الله عنه ص 276، رقم الراوي (39).

❸ ملاحظہ ہو: سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، قوله عزوجل: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾، 5/234. نیز ملاحظہ ہو: تقريب التهذيب، رقم الترجمة 6500، ص 521.

❹ ملاحظہ ہو: "السنن" للإمام ابن ماجه، أبواب النكاح، باب العزل، رقم الحديث 1928، ص 327.

ii: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے سلیمان کے لیے احادیث روایت کرنا۔ ❶

iii: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا اپنے پوتے شعیب اور شعیب کا اپنے بیٹے عمرو کے لیے احادیث کا روایت کرنا۔ ❷

iv: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے لیے حدیث روایت کرنا۔ ❸

v: ام مساور رحمہا اللہ تعالیٰ کا اپنے بیٹے مساور حِمْیَری کے لیے حدیث روایت کرنا۔ ❹

بعض حضراتِ علماء نے اس سلسلے میں مستقل کتابیں تالیف کیں۔ اُنہی میں سے تین حسبِ ذیل ہیں:

	کتاب	مؤلف
i:	"رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنْ آبَائِهِمْ"	ابونصر عبیداللہ بن سعید الوائلي
ii:	"جُزْءُ مَنْ رَوٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ"	ابن ابی خیثمۃ
ii:	"كِتَابُ الْوَشْيِ الْمُعَلَّمِ فِيْ مَنْ رَوٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ"	الحافظ العلائي. ❺

ب: ابوزرعہ کا ہم وطن شخص کو حدیث پہنچانا:

ابوزرعہ نے حاصل شدہ حدیث شریف اپنے ہم وطن عُمارۃ بن القعقاع کو پہنچائی۔ اس طرح انہوں نے حسبِ ذیل آیت شریفہ کی عملی شکل پیش کی:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا

❶ ملاحظہ ہو: "السنن" للإمام ابن ماجه، أبواب ما جآء في الصيام، باب في الصآئم إذا أكل عنده، رقم الحديث 1749، ص 298؛ و باب في الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج، رقم الحديث 1756، ص 299؛ و باب من زوّج ابنته و هي كارهة، رقم الحديث 1874، ص 319.

❷ ملاحظہ ہو: المسند، أرقام الحديث 6660-6670، 11/241-252.

❸ ملاحظہ ہو: "السنن" للإمام ابن ماجه، أبواب النكاح، باب المخنّثين، رقم الحديث 1902، ص 324.

❹ "السنن" للإمام ابن ماجه، أبواب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، رقم الحديث 1854، ص 316.

❺ ملاحظہ ہو: تيسير مصطلح الحديث 191-192.

﴿إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [1]

ترجمہ: [اور مناسب نہیں، کہ ایمان والے سب کے سب نکل جائیں۔ سو اُن کے ہر گروہ سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس آئیں، تو انہیں ڈرائیں، تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عذاب سے) بچ جائیں۔]

[عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ]

ذیل میں اُن کے متعلق چودہ باتیں توفیقِ الٰہی سے پیش کی جارہی ہیں:

ا: نام ونسب:

اُن کے اور اُن کے والد کے ناموں کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ سب سے مشہور اور راجح قول یہ ہے، کہ وہ:

عبدالرحمٰن بن صخر تھے اور قبیلہ دوس کی شاخ ازد سے تھے۔ [2]

ب: کنیت:

ان کی کنیت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھی۔

ج: صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غزوہ خیبر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے درمیان مدت چار سال اور کچھ راتیں ہیں۔ [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سال کے لیے بحرین بھیجا۔ [4] اس طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تین سال صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے کا اعزاز اور شرف

[1] سورة التوبة / جزء من الآية 122.

[2] ملاحظہ ہو: البداية و النهاية 362/11؛ و سير أعلام النبلآء 578/2؛ و تهذيب الأسماء و اللغات 270/2؛ و موسوعة فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضی اللہ عنہما ص 5.

[3] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 590/2. نیز ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى 327/4.

[4] ملاحظہ ہو: موسوعة فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضی اللہ عنہما ص 9.

میسر آیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ . ❶

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

"صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَـلَاثَ سِنِيْنَ . مَا كُنْتُ سَنَوَاتٍ قَـطُّ أَعْـقَـلَ مِـنِّـي فِيهِـنَّ ، وَلَا أَحَبَّ أَنْ أَعِيَ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُنَّ . "❷

["میں تین سال رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا۔ میں اُن (سالوں) کے مقابلے میں کبھی کسی سال میں اتنا باہوش نہیں رہا اور نہ ہی کبھی کسی سال میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو خوب اچھی طرح سمجھنے کا اُس جیسا شوق ہوا۔"]

د: حصولِ احادیث کی شدید تڑپ اور بے مثال اہتمام:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال سننے، دیکھنے، سمجھنے کا بے مثال جذبہ اور عدیم النظیر شوق رکھتے تھے۔ ہر قسم کی دلچسپی سے دور اور ہر نوع کی مشغولیت سے بے نیاز اپنے اسی جذبہ اور شوق کی لگن میں نبی کریم ﷺ کی مجلس میں شب و روز رہنے کا تاحدِّ استطاعت اہتمام کرتے۔ ذیل میں اس بارے میں چار شہادتیں ملاحظہ فرمایئے:

i: نبی کریم ﷺ کی گواہی:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک انہوں نے بیان کیا:

"میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟"

["اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! روزِ قیامت لوگوں میں سے آپ کی شفاعت پانے کی سب سے زیادہ سعادت کسے حاصل ہوگی؟"]

❶ ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں۔

❷ المسند، جزء من رقم الحدیث 10150، 135/16. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ہامش المسند، رقم الہامش 1، 135/16).

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

"لَقَدْ ظَنَنْتُ يَآ أَبَاهُرَيْرَةَ! أَنْ لَّا يَسْأَلُنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ."

["اے ابوہریرہ! حدیث کے متعلق تمہارے شدید شوق کے پیشِ نظر، جو کہ میں دیکھتا ہوں، میرا یقینی گمان تھا، کہ تم سے پہلے اس حدیث کے متعلق مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔"]

"أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ:

"لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"

خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهِ."[1]

["روزِ قیامت میری شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت پانے کا والا وہ شخص ہو گا، جس نے اخلاص کے ساتھ (یعنی سچے دل سے) کہا:

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے مخلوق میں سے سب سے بڑی شہادت والے سید الخلق ﷺ کی تنہا ایک شہادت ہی مخلوق کی ہر شہادت سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

ii: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکالمہ:

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ بے شک انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا:

"يَآ أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ الَّتِي تَبْلُغُنَا أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟

هَلْ سَمِعْتَ إِلَّا مَا سَمِعْنَا؟

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار، رقم الحديث 6570، 418/11.

وَ هَلْ رَأَيْتَ إِلَّا مَا رَأَيْنَا؟"

[''اے ابوہریرہ! یہ احادیث کیا ہیں، جن کے متعلق ہمیں اطلاع مل رہی ہے، کہ آپ انہیں نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں؟

کیا آپ نے (آنحضرت ﷺ سے وہی کچھ) نہیں سنا، مگر جو ہم نے سنا؟

کیا آپ نے (آنحضرت ﷺ سے وہی کچھ) نہیں دیکھا، مگر جو ہم نے دیکھا؟''

انہوں نے جواب دیا:

"يَا أُمَّاهُ! إِنَّهُ كَانَ يُشْغِلُكِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمِرْآةُ، وَالْمُكْحُلَةُ وَ التَّصَنُّعُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

وَ إِنِّيْ وَ اللّٰهِ! مَا كَانَ يُشْغِلُنِيْ عَنْهُ شَيْءٌ." [1]

[''اے میری اماں! بے شک آپ کو آئینہ، سرمہ دانی اور رسول اللہ ﷺ کے لیے بناؤ سنگھار کرنا رسول اللہ ﷺ سے مشغول کیا کرتا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً مجھے تو اُن سے کوئی چیز مشغول نہیں کرتی تھی۔'']

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کہا:

"إِيْ وَ اللّٰهِ! مَا كَانَتْ تُشْغِلُنِيْ عَنْهُ الْمِرْآةُ، وَ لَا الْمُكْحُلَةُ، وَ لَا الدُّهْنُ."

[''(جی) ہاں، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے آنحضرت ﷺ سے آئینہ مشغول نہیں کیا کرتا تھا اور نہ ہی سرمہ دانی اور نہ ہی تیل۔'']

---

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة 509/3. امام حاکم نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا اور حافظ ذہبی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 509/3؛ و التلخيص 509/3).

انہوں نے (جواب میں) کہا:

"لَعَلَّهٗ." ❶

["شاید [معاملہ] ایسے ہی تھا"]

iii: طلحہ رضی اللہ عنہ کی گواہی:

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وَ قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ۔ رضی اللہ عنہ۔ أَحَدُ الْمُبَشَّرَةِ:

"وَ لَا شَكَّ أَنَّهٗ سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ نَسْمَعْ." ❷

["طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، (نام لے کر جنت کی) بشارت پانے والے (دس حضرات صحابہ) میں سے ایک، نے فرمایا:

"بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سنا، جو ہم نے نہیں سنا تھا"]

iv: حافظ ابن کثیر کا بیان:

"وَ قَدْ لَزِمَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، فَلَمْ يُفَارِقْهُ فِيْ حَضَرٍ وَّ لَا سَفَرٍ. وَ كَانَ أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلٰى سَمَاعِ الْحَدِيْثِ مِنْهُ، وَ تَفَقَّهَ عَنْهُ. وَ كَانَ يَلْزَمُهٗ عَلٰى شِبَعِ بَطْنِهٖ." ❸

["ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے۔ حضر و سفر میں آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں ہوئے۔ اُن کی سب سے بڑی تمنا آنحضرت ﷺ سے حدیث کا سننا تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے زیر

---

❶ ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء 604/2. شیخ ارناؤوط نے اس واقعہ کے [راویان کو ثقہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش سیر أعلام النبلاء، ہامش 3، 604/2). نیز ملاحظہ ہو: البدایة و النهایة 374/11. [ط: هجر]. حافظ ابن حجر نے اس واقعہ کو امام ابن سعد کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس کی [سند کو جید] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الإصابة، ترجمة 1179، أبو هريرة رضی اللہ عنہ، 205/7).

❷ تهذيب التهذيب، 266/12-267.

❸ البداية و النهاية 365/11. (ط: هجر).

تربیت فقاہت پائی۔ آنحضرت ﷺ سے (احادیث سننے اور دینی تربیت لینے کی خاطر) چمٹے ہوئے، پیٹ بھر کر کھانے کے علاوہ اُن کی کوئی رغبت نہیں تھی۔ (اور انہیں اس قدر کھانا بھی کم ہی میسر آتا تھا)۔''

ہ: سنتِ نبوی ﷺ کا مکمل توجہ اور دھیان سے دیکھنا سننا:

امام بخاری نے سعید مَقْبُری سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"يَقُوْلُ النَّاسُ: أَكْثَرَ أَبُوْهُرَيْرَةَ ."

[''لوگ کہتے ہیں: ابوہریرہ...... رضی اللہ عنہ...... نے بہت زیادہ (احادیث روایت) کیں۔'']

"فَلَقِيْتُ رَجُلًا ، فَقُلْتُ:

"بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْبَارِحَةَ فِيْ الْعَتْمَةِ؟"

[''تو میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی، تو میں نے اُس سے پوچھا:

''گزشتہ شب رسول اللہ ﷺ نے (نمازِ) عشاء میں کیا پڑھا (یعنی کون کون سی سورت تلاوت کی)؟

اُس نے جواب دیا: "لَا أَدْرِيْ ."

[''میں نہیں جانتا۔'']

میں نے اُسے کہا: "لَمْ تَشْهَدْهَا؟"

[''(کیا) تو اس (نماز) میں حاضر نہیں تھا؟'']

اُس نے جواب دیا: "بَلٰى ."

[''کیوں نہیں۔'']

میں نے کہا: "لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ . قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَ كَذَا ."[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العمل في الصلاة، باب تفكر الرجل الشيء في الصلاة، رقم الحديث 1223، 90/3.

[''لیکن میں تو (خوب اچھی طرح) جانتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں سورت پڑھی۔'']

اس واقعہ میں جہاں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کی طرف خوب دھیان دیتے تھے، وہاں یہ حقیقت بھی عیاں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا موقف نہایت زوردار انداز سے ثابت کرنے کا ملکہ بھی عطا فرمایا ہوا تھا۔

و: سنتِ نبوی ﷺ کے سمجھ نہ آنے پر استفسار:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَ بَيْنَ الْقِرَآءَةِ إِسْكَاتَةً ."

......قَالَ: "أَحْسِبُهُ . قَالَ: "هُنَيَّةً ."......

[''رسول اللہ ﷺ (آغازِ نماز کے وقت) [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہنے اور قراءت (شروع کرنے) کے درمیان خاموش رہتے۔'']

......انہوں (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی) نے کہا: ''میرا گمان ہے، کہ انہوں نے کہا: ''تھوڑی دیر کے لیے۔'']......

میں نے عرض کیا:

"بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَ بَيْنَ الْقِرَآءَةِ مَا تَقُوْلُ؟"

[''اے اللہ تعالیٰ کے رسول...... ﷺ ......! میرے والدین آپ پر قربان ہوں!
[''تکبیر اور قراءت کے درمیان اپنی خاموشی (میں) آپ کیا کہتے ہیں؟'']

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں:

"اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ." [1]

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، رقم الحديث 744، 2/227.

ترجمہ: [اے اللہ (تعالیٰ)! میرے درمیان اور میری خطاؤں کے درمیان ایسے دُوری فرما دیجیے جیسے کہ آپ نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری فرمائی ہے۔
اے اللہ (تعالیٰ)! مجھے خطاؤں سے ایسے صاف فرما دیجیے، جیسے کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔
اے اللہ (تعالیٰ)! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو دیجیے۔"]

ز: غیر معمولی حافظہ:

زیادہ سے زیادہ احادیث حاصل کرنے کے شدید ذوق و شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں حیران کن غیر معمولی حافظہ بھی عطا فرمایا ہوا تھا۔
اس بارے میں قدرے تفصیل، ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i: نہ بھولنے والے علم دیئے جانے کی دعا پر آمینِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

امام نسائی نے قیس سے روایت کیا، کہ:
"بے شک ایک شخص زید بن ثابت...... رضی اللہ عنہ...... کے پاس حاضر ہوا اور اُن سے کسی چیز کے متعلق پوچھا، تو زید رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا:
["ابوہریرہ۔ رضی اللہ عنہ۔ سے چمٹ جاؤ، کیونکہ بے شک ایک دن جب میں، وہ اور فلاں شخص مسجد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور اپنے رب تعالیٰ کا ذکر کرنے میں مشغول تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"عُوْدُوْا لِلَّذِيْ كُنْتُمْ فِيْهِ."
"جس (عمل) میں تم تھے، اُسی کی طرف لوٹ جاؤ۔" (یعنی اُسے نہ چھوڑو۔)
"فَدَعَوْتُ أَنَا وَ صَاحِبِيْ قَبْلَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ...... رضي الله عنه ......، وَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُؤَمِّنُ عَلٰى دُعَائِنَا."

[''میں نے اور میرے ساتھی نے ابوہریرہ......رضی اللہ عنہ...... سے پہلے دعا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری دعا پر آمین کہتے رہے۔'']

"ثُمَّ دَعَا أَبُوْهُرَيْرَةَ...... رضی اللہ عنہ ......، فَقَالَ:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِثْلَ مَا سَأَلَكَ صَاحِبَايَ هٰذَانِ، وَ أَسْأَلُكَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى."

[''پھر ابوہریرہ......رضی اللہ عنہ...... نے دعا کرتے ہوئے کہا:

''اے اللہ (تعالیٰ)! بے شک میں آپ سے وہ مانگتا ہوں، جو میرے ان دو ساتھیوں نے مانگا اور میں آپ سے نہ بھولنے والا علم طلب کرتا ہوں۔'']

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "آمِيْنَ."

[''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''آمین۔'']

تو ہم نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ نَحْنُ نَسْأَلُ اللّٰهَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى."

[''اے اللہ تعالیٰ کے رسول۔صلی اللہ علیہ وسلم۔! اور ہم (بھی) اللہ تعالیٰ سے نہ بھولنے والا علم طلب کرتے ہیں۔'']

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَبَقَكُمْ بِهَا الْغُلَامُ الدَّوْسِيُّ."[1]

[''دوسی (یعنی قبیلہ دوس کا) نوجوان اس (سوال کے کرنے) میں تم پر سبقت لے گیا۔'']

اس حدیث میں واضح ہے، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مراد اور دعا [نہ بھولنے والا علم] پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [آمین] کہنے کا منفرد اعزاز پایا۔

[1] السنن الکبریٰ للنسائي، کتاب العلم، مسألة علم لا یُنسٰی، رقم الحدیث 5839، 374/5. حافظ ابن حجر نے اس کی [سند کو عمدہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الإصابة، ترجمة 1179، أبو هريرة رضی اللہ عنہ 199/7).

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ❶

ii: سنی ہوئی احادیث نہ بھولنے کی بشارتِ نبوی ﷺ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"إِنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. وَ اللّٰهُ الْمَوْعِدُ."

[''بے شک تم سمجھتے ہو، کہ بلاشبہ ابو ہریرہ...... رضی اللہ عنہ...... رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی (کے ہاں میری اور تمہاری) وعدہ کی جگہ ❷ ہے۔''

"كُنْتُ رَجُلًا مِّسْكِيْنًا، أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ، وَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يُشْغِلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَ كَانَتِ الْأَنْصَارُ يُشْغِلُهُمُ الْقِيَامُ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ."

''میں ایک مسکین شخص تھا، پیٹ بھر کر کھانا میسر آنے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ ❸ مہاجروں کو بازاروں میں بیع و شراء مصروف رکھتی تھی اور انصاریوں کو اُن کے مال (یعنی باغات اور کھیت) مشغول کرتے تھے۔'']

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"مَنْ يَّبْسُطْ ثَوْبَهُ، فَلَنْ يَّنْسَ شَيْئًا، سَمِعَهُ مِنِّيْ؟"

---

❶ سورة الإنسان / الآية 30. ترجمہ: [اور تم نہیں چاہتے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خوب جاننے والے کمال حکمت والے ہیں۔]

❷ مراد یہ ہے، کہ اگر میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی کی، تو اللہ تعالیٰ میرا محاسبہ کریں گے اور اگر تم نے میرے متعلق بدگمانی کی، تو وہ تم سے حساب لیں گے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح مسلم، رقم الهامش 4، 1939/4).

❸ مقصود یہ ہے، کہ پیٹ بھر کھانے کے علاوہ میرا مطمحِ نظر رسول کریم ﷺ کے ساتھ چمٹے رہنا تھا، تاکہ میں زیادہ سے زیادہ احادیث حاصل کرسکوں۔ دنیاوی مال و متاع کا حاصل کرنا میری ترجیحات میں شامل نہیں تھا۔

[''کون اپنا کپڑا بچھائے ،تو مجھ سے سنی ہوئی کسی چیز کو،کبھی نہیں بھولے گا؟''

''فَبَسَطْتُ ثَوْبِي حَتّٰى قَضٰى حَدِيْثَهُ .

ثُمَّ ضَمَمْتُهُ إِلَيَّ .

فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْهُ .''❶

[''پس میں نے اپنا کپڑا بچھایا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی گفتگو پوری فرمالی (یعنی گفتگو کے اختتام تک کپڑا بچھا رہا)۔''

پھر اُسے اپنے (سینے کے) ساتھ لگالیا۔

پس (یعنی اُس کے بعد) میں آنحضرت ﷺ سے سُنی ہوئی کسی چیز کو بھولا نہیں۔'']

آنے والے وقت نے صادق و مصدوق نبیِّ رحمت ﷺ کی پیش کش اور پیش گوئی کی صداقت کی گواہی دی، بلکہ ذخیرۂ احادیث آج بھی اس بشارتِ مبارکہ کی حقانیت کا منہ بولتا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ .

iii: مروان کا اُن کی یادداشت کا امتحان:

امام حاکم نے مروان بن حکم کے کاتب ابوزُعَیزعہ سے روایت کیا، کہ:

''أَنَّ مَرْوَانَ دَعَا أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، فَأَقْعَدَنِي خَلْفَ السَّرِيْرِ ، وَجَعَلَ يَسْأَلُهُ ، وَ جَعَلْتُ أَكْتُبُ ، حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ رَأْسِ حَوْلٍ دَعَا بِهِ ، فَأَقْعَدَهُ وَرَآءَ الْحِجَابِ .

فَجَعَلَ يَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ .

فَمَا زَادَ وَ لَا نَقَصَ ، وَ لَا قَدَّمَ وَ لَا أَخَّرَ .''❷

❶ صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب الحجة على من قال: أن أحكام النبي ﷺ كانت ظاهرة، ......، رقم الحديث 5374، 321/13؛ و صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة الدوسي رضي الله عنه، رقم الحديث 159-(2492)، 1939/4. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ سير أعلام النبلآء 599/2.

[''بے شک مروان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا اور مجھے چارپائی کے پیچھے بٹھا دیا۔ اُنھوں (یعنی مروان) نے اُس سے سوال کرنے شروع کیے اور میں لکھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب سال گزرا، تو اُنھوں نے اُنہیں (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ) بلوا بھیجا، (وہ تشریف لائے) تو اُنہیں پردے کے پیچھے بٹھا دیا۔ پھر اُن سے وہی سوالات کرنے شروع کیے۔
انہوں نے نہ کوئی اضافہ کیا اور نہ کمی اور نہ (کچھ) آگے کیا اور نہ پیچھے۔'']

اللہ اکبر! رب ذوالجلال نے انہیں کیا عجیب حافظہ عطا فرما رکھا تھا! سال پہلے سنائی ہوئی احادیث میں نہ صرف کمی و بیشی نہیں کی، بلکہ اُن میں ذکر کردہ باتوں کی ترتیب بھی ویسے ہی بیان فرمائی، جیسے ایک سال پہلے ذکر کی تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ!

iv: امام شافعی کا بیان:

''أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَحْفَظُ مَنْ رَوَى الْحَدِيْثَ فِيْ دَهْرِهٖ.'' (1)

[''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں حدیث روایت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ حافظے والے تھے۔'']

v: حافظ ذہبی کا قول:

''وَ كَانَ حِفْظُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ الْخَارِقُ مِنْ مُّعْجِزَاتِ النُّبُوَّةِ.'' (2)

[''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ معجزات (نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ایک غیر معمولی بات تھی۔'']

vi: حافظ ابن حجر کا بیان:

''وَ هُوَ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ أَحْفَظَ مِنْ كُلِّ مَنْ يَرْوِي الْحَدِيْثَ فِيْ عَصْرِهٖ. وَ لَمْ يَأْتِ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ

(1) المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة 510/3. امام حاکم نے اِس کی [سند کو صحیح] قرار دیا اور حافظ ذہبی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 510/3؛ و التلخيص 510/3). (2) سير أعلام النبلاء 594/2.

الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ مَا جَآءَ عَنْهُ .“ ❶

[”وہ (نبی کریم ﷺ کی) نبوت کی نشانیوں (یعنی معجزات) میں سے ہیں، کیونکہ بے شک وہ اپنے زمانے میں احادیث (شریفہ) روایت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ حافظہ والے تھے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی روایت کردہ احادیث اُن سے روایت کردہ احادیث کے برابر نہیں۔“]

ح: احادیث پر عمل کا ذوق وشوق اور اہتمام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صرف زیادہ سے زیادہ احادیث جمع کرنے کا ہی شوق نہیں تھا، بلکہ وہ سنّتِ نبوی ﷺ کی چلتی پھرتی تصویر بننے کی خاطر نہایت زوردار قوی عزم وارادہ بھی رکھتے تھے۔

تین مثالیں:

اس بارے میں متعدد واقعات میں سے تین مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i: حرمت مدینہ کی پاسداری کا عزم:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

”حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ .“

[”رسول اللہ ﷺ نے مدینہ (طیبہ) کی دونوں پتھریلی زمین والی جگہوں کے درمیان جو کچھ ہے، اسے حرام قرار دیا۔“]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”فَلَوْ وَجَدْتُ الظِّبَآءَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا مَا ذَعَرْتُهَا .“ ❷

[”پس اگر میں ہرنیوں کو دو پتھریلی زمین والی جگہوں ❸ کے درمیان پاؤں، تو

---

❶ تهذيب التهذيب، رقم الترجمة 1216، 266/12.

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، بيان فضل المدينة، ......، رقم الحديث 472-(1372)، 1000/2.

❸ اس سے مراد مدینہ طیبہ کی مشرقی جانب [واقم] اور مغربی جانب [وبرہ] دو پتھریلی جگہیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح مسلم، رقم الهامش 4، 995/2-997).

میں انہیں خوف زدہ نہیں کروں گا۔'']

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے کا کس قدر پاکیزہ اور صاف ستھرا عزم ہے!

ہرنیوں کا شکار کرنا، تو دور کی بات ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں ڈرانے کے بھی روادار نہیں تھے۔ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ أَرْضَاهُ.

ii: تین نبوی۔ ﷺ۔ وصیتوں پر عمل کا عزم صمیم:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''أَوْصَانِي خَلِيْلِي بِثَلَاثٍ: لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ:

صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ،

وَ صَلَاةِ الضُّحٰى،

وَ نَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ.''[1]

[''میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، میں مرنے تک انہیں چھوڑنے والا نہیں:

ہر مہینے میں سے تین روزے،

چاشت کی نماز[2]

اور سونے سے پہلے وتر۔''[3]]

iii: سنت کے مطابق تکفین کی وصیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر سنت کی چلتی پھرتی تصویر بنے رہے۔ بڑھاپا، بیماری اور موت کا قرب بھی اُن کے اس جذبے کو کمزور نہ کر سکا۔ موت سے پہلے اپنے گھر والوں کو سنتِ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب صلاة الضحىٰ في الحضر، رقم الحديث 1178، 56/3.

[2] امام احمد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ''كُلَّ يَوْمٍ.'' [ہر روز۔] (ملاحظہ ہو: فتح الباري 57/3).

[3] حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس میں سونے سے پیشتر وتر پڑھنے کا استحباب ہے اور یہ اس شخص کے لیے ہے، جسے اپنے بارے میں تہجد کے لیے بیدار ہونے کا یقین نہ ہو۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 57/3).

نبوی ﷺ کے مطابق کفن پہنانے کی تلقین فرمائی۔ ذیل میں دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابن ابی شیبہ نے نافع سے روایت کیا، کہ (بے شک) انہوں نے بیان کیا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"كَفِّنُوْنِي فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، لُفُّوْنِي فِيهَا لَفًّا." [1]

["تین کپڑوں میں مجھے کفنانا، مجھے اُن میں لپیٹ دینا۔"]

ب: امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا، کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت اپنے گھر والوں سے فرمایا:

"لَا تُعَمِّمُوْنِي، وَلَا تُقَمِّصُوْنِي، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُعَمَّمْ وَلَمْ يُقَمَّصْ." [2]

["مجھے پگڑی نہیں پہنانا اور نہ ہی قمیص پہنانا، کیونکہ بے شک رسول اللہ ﷺ نہ پگڑی پہنائے گئے اور نہ ہی قمیص پہنائے گئے۔"]

اے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلا دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

ط: سنتِ نبوی ﷺ کی مخالفت پر احتساب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نہ صرف خود سنّتِ نبوی ﷺ پر خود عمل پیرا تھے، بلکہ اُن کی آرزو اور تڑپ یہ تھی، کہ سب لوگ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ جہاں کہیں اُن کی مخالفت دیکھتے، تو زوردار طریقے سے احتساب فرماتے۔

تین مثالیں:

[1] المصنف، كتاب الجنائز، ما قالوا في كم يكفّن الميت؟، 259/3. نیز ملاحظہ ہو: موسوعة فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضي الله عنهما، ص 50.

[2] المصنف، كتاب الجنائز، باب الكفن، رقم الرواية 6189، 426/3. نیز ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرىٰ لابن سعد 339/4؛ و المحلّى، كتاب الجنائز، 565: مسألة، 178/5؛ و موسوعة فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضي الله عنهما، ص 50.

اس سلسلے میں حسب ذیل تین واقعات ملاحظہ فرمایئے:

i: مکمل وضو کرنے کا حکم دینا:

امام بخاری نے محمد بن زیاد سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

[''میں نے ابوہریرہ...... رضی اللہ عنہ ...... کو فرماتے ہوئے سنا ...... اور وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ پانی کے برتن سے وضو کر رہے تھے ......:

"أَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ قَالَ:

"وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ."" (1)

''مکمل وضو کرو، پس یقیناً ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[''(دورانِ وضو خشک رہنے والی) ایڑیوں کے لیے (دوزخ کی) آگ سے (جہنم میں) ویل (کی وادی) ہے۔'']

حافظ ابن حجر شرحِ حدیث میں لکھتے ہیں:

"وَ كَأَنَّهُ رَأَى مِنْهُمْ تَقْصِيْرًا، وَ خَشِيَ عَلَيْهِمْ." (2)

[''گویا کہ انہوں نے اُن کے ہاں کوتاہی دیکھی اور (حدیث شریف میں بیان کردہ وعید کے) اُن پر چسپاں ہونے کا خدشہ محسوس کیا۔'']

ii: مروان کے گھر میں تصویروں پر احتساب:

امام بخاری اور امام مسلم نے ابوزرعہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِيْ دَارِ مَرْوَانَ، فَرَأَى فِيْهَا تَصَاوِيْرَ."

[''میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان (3) کے گھر میں داخل ہوا، تو انہوں نے اس

---

(1) صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب غسل الأعقاب، رقم الحديث 165، 267/2.

(2) فتح الباري 267/2.

(3) مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مدینہ طیبہ کے گورنر رہے اور 64ھ میں خلیفہ بھی بنے اور 65ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري 386/10؛ و تقريب التهذيب، رقم الترجمة 6567، ص 525).

میں تصویریں دیکھیں۔''] تو کہا:

''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

''قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ''وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً.'' ❶

[''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

''اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے، جو میری ایسی تخلیق بنانے کا قصد کرے۔ پس اُسے چاہیے، کہ ایک چیونٹی پیدا کرے یا (گندم کا) دانہ بنائے یا جَو کا دانہ بنائے۔'']

اللہ اکبر! سنّتِ نبوی ﷺ کی مخالفت پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا احتساب کس قدر صریح، دو ٹوک اور جرأت مندانہ تھا! غلطی کا شہر کے گورنر کے ہاں ہونا انہیں احتساب سے روک نہ سکا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ أَرْضَاهُ.

iii: [سرکاری راشن کی پرچیوں کی فروخت] پر امیرِ مدینہ کا احتساب:

مدینہ طیبہ کے گورنر مروان کے دور میں لوگوں میں سرکاری راشن لینے کی غرض سے پرچیاں تقسیم کی گئیں۔ بعض لوگوں نے راشن کی وصولی سے پہلے ہی ان پرچیوں کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر امیرِ مدینہ مروان بن حکم کا سخت احتساب کیا۔ ❷

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک انہوں نے مروان سے کہا:

''أَحْلَلْتَ بَيْعَ الرِّبَا.''

---

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب نقض الصور، جزء من رقم الحديث 5953، 385/10؛ و صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، ......، رقم الحديث 101-(2011)، 1671/3. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ ملاحظہ ہو: فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضي الله عنه ص 26-27.

''تو نے سود کی تجارت ❶ کو حلال کر دیا ہے؟''

تو مروان نے پوچھا:

"مَا فَعَلْتُ؟"

''میں نے کیا کیا ہے؟''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"أَحْلَلْتَ بَيْعَ الصِّكَاكِ، وَ قَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ."

[''تم نے (بیت المال سے غلہ ملنے والی) پرچیوں کی خرید و فروخت کو حلال کر دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مکمل قبضہ لینے سے پیشتر غلّے کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔'']

انہوں نے (یعنی راوی) نے بیان کیا:

"فَخَطَبَ مَرْوَانُ النَّاسَ، فَنَهٰى عَنْ بَيْعِهَا."

[''پس مروان نے لوگوں کو خطاب کیا اور اُن (پرچیوں) کی خرید و فروخت سے منع کر دیا۔'']

سلیمان ❷ نے بیان کیا:

"فَنَظَرْتُ إِلٰى حَرَسٍ يَأْخُذُوْنَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ." ❸

[''تو میں نے محافظوں ❹ کو دیکھا، کہ وہ (پرچیوں کو) لوگوں کے ہاتھوں سے (واپس لے رہے تھے۔'']

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا، کہ تم نے خرید و فروخت کی ایک ناجائز اور حرام صورت کو جائز اور حلال قرار دے رکھا ہے۔

❷ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کو روایت کرنے والے، اُن کے شاگرد۔

❸ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، 40-(1528)، 1162/3.

❹ یعنی (Gaurds)۔

دو مفید باتیں:

i: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو [مفتی] نہ ماننے والے شخص کا ردّ:

علامہ قرطبی نے مروان سے قولِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ [أَحْلَلْتَ بَيْعَ الصِّكَاكِ] کی شرح میں لکھا ہے:

"إِنْكَارٌ مِنْهُ عَلَيْهِ، وَ تَغْلِيْظٌ.

وَ هٰذَا نَصٌّ عَلٰى أَنَّهُ يُفْتِي عَلَى الْأُمَرَآءِ وَ غَيْرِهِمْ.

وَ هُوَ رَدٌّ عَلٰى مَنْ جَهِلَ حَالَ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، وَ قَالَ: "إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ مُفْتِيًا."

وَ هُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ بِمَا يُوْجَدُ لَهُ مِنَ الْفَتَاوٰى، وَ بِالْمَعْلُوْمِ مِنْ حَالِهِ.

وَ ذٰلِكَ: أَنَّهُ كَانَ مِنْ أَحْفَظِ النَّاسِ لِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَأَلْزَمِ النَّاسِ لِخِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ حَضَرًا وَّ سَفَرًا وَّ أَغْزَرِهِمْ عِلْمًا." [1]

[ترجمہ: ان کی جانب سے اس (یعنی مروان) پر احتساب اور سختی ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے، کہ بے شک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امراء (یعنی اہلِ اقتدار) اور دیگر لوگوں کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اس میں اس شخص کا ردّ ہے، جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات کے سلسلے میں جاہل ہے اور کہتا ہے:

"بے شک وہ مفتی نہیں تھے۔"

اُن کے موجود فتاویٰ اور ان کے معلوم شدہ حالات کی روشنی میں یہ باطل قول ہے۔

یہ اس لیے، کہ بلاشبہ لوگوں (یعنی حضراتِ صحابہ) میں سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سب سے زیادہ یاد کرنے والے، سفر و حضر میں

[1] المفہم 4/379-380.

نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ چمٹنے والے، سفر و حضر میں اُن کی خدمت میں سب سے زیادہ جُتنے والے اور سب سے زیادہ راسخ علم والے تھے۔'']

ب: مروان کا اپنے خلافِ سنت عمل کا برسرِ منبر منسوخ کرنا:

یہ واقعہ مروان کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ جب اس نے ایک خلافِ سنت کام کی اجازت دی تو خود پر سخت اور درشت احتساب سے خفا نہیں ہوا، بلکہ برسرِ منبر اس حکم کی منسوخی کا اعلان کیا اور اس حکم پر عمل کرنے والوں کو بزورِ قوت روکا۔ [1] رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

ی: وعظ و نصیحت کے لیے اہتمام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وعظ و نصیحت کی شدید تڑپ اور جذبہ رکھتے تھے۔ میسر آنے والے موقع پر اس سلسلے میں سستی، کوتاہی اور غفلت نہ فرماتے۔

ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

i: مروان کے زیرِ تعمیر گھر کے پاس سے گزرتے ہوئے وعظ و نصیحت:

امام حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابومریم سے روایت کیا، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مروان کے پاس سے گزر ہوا اور وہ شہر کے وسط میں گھر بنا رہا تھا۔ میں اُن (یعنی مروان) کے پاس بیٹھ گیا اور مزدور کام کر رہے تھے۔ انہوں (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''اُبْنُوْا شَدِیْدًا، وَ آمِلُوْا بَعِیْدًا، وَ مُوْتُوْا قَرِیْبًا.''

ترجمہ: [''نہایت مضبوط بناؤ، لمبی امید رکھو اور بہت جلد مر جاؤ۔'']

پس (آواز سن کر) مروان نے کہا:

''إِنَّ أَبَاهُرَیْرَةَ یُحَدِّثُ الْعُمَّالَ، فَمَاذَا تَقُوْلُ لَهُمْ یَآ أَبَاهُرَیْرَةَ؟''

[ترجمہ: ''بے شک ابوہریرہ عمّال سے گفتگو (یعنی انہیں وعظ و نصیحت) کر رہے

---

[1] عام لوگوں کو بزورِ قوت روکنا صرف اہلِ اقتدار کے لیے ہے۔ دیگر لوگوں کے لیے اس کی اجازت نہیں، کیونکہ اُن کی جانب سے ایسا کرنے سے امت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے کا قوی احتمال ہوتا ہے، واللّٰہ اعلم. (تفصیل کے لیے کتبِ حسبہ ملاحظہ فرمائیے)۔

ہیں۔ اے ابو ہریرہ......رضی اللہ عنہ......! آپ انہیں کیا کہہ رہے ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''میں نے کہا ہے:

"اُبْنُوْا شَدِيْدًا، وَ آمِلُوْا بَعِيْدًا، وَ مُوْتُوْا قَرِيْبًا."

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! (ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)

أُذْكُرُوْا كَيْفَ كُنْتُمْ أَمْسِ وَ كَيْفَ أَصْبَحْتُمُ الْيَوْمَ!

تَخَدَّمُوْنَ أَرِقَّاءَ كُمْ فَارِسَ وَ الرُّوْمِ.

كُلُوْا خُبْزَ السَّمِيْذِ وَ اللَّحْمَ السَّمِيْنَ.

لَا يَأْكُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا.

وَ لَا تَكَادَمُوْا تَكَادُمَ الْبَرَاذِيْنَ.

كُوْنُوْا الْيَوْمَ صِغَارًا تَكُوْنُوْا غَدًا كِبَارًا.

وَ اللّٰهِ! لَا يَرْتَفِعُ مِنْكُمْ رَجُلٌ دَرَجَةً إِلَّا وَضَعَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." [1]

[''نہایت مضبوط (عمارت) بناؤ، لمبی امید رکھو اور بہت جلد مر جاؤ!

''اے گروہِ قریش! (تین مرتبہ) (انہوں نے یہی الفاظ دہرائے) تم یاد کرو، کہ کل تم کیا تھے اور آج تم کیا ہو چکے ہو!

فارس اور روم کے لوگوں کو اپنا غلام بنا کر اُن سے خدمت لیتے ہو۔

میدے کی روٹی اور فربہ گوشت کھاؤ۔

تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ کھائے۔

قوی ہیکل عظیم الجثہ غیر عربی گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹ نہ کھاؤ۔

آج چھوٹے بنو (یعنی عاجزی اختیار کرو) کل بڑے ہو جاؤ گے (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں بلند و بالا فرما دیں گے)۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! آج تم میں سے کوئی تھوڑا سا اونچا نہیں ہو گا (یعنی تکبر کرے

---

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب الفتن و الملاحم، 463/4.

گا)، تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیں گے۔"]

مزدوروں سے گفتگو کا موقع میسر آنے پر اُن کے ساتھ ان کے حالات کے مطابق کس قدر زوردار مختصر اور جامع وعظ و نصیحت فرمائی۔

امیرِ مدینہ مروان سے بات چیت کا موقع ملا، تو کس قدر جرأت، بے باکی اور اس کے حالات سے مناسبت والا، بلیغ وعظ فرمایا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ.

ii: سفر میں وعظ و نصیحت:

امام احمد نے عبداللہ بن رباح سے روایت کیا، کہ:

"معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں وفود آئے۔ میں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (بھی) اُن میں شامل تھے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے کھانا تیار کرتے تھے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں زیادہ دفعہ دعوت دیتے تھے۔

انہوں نے بیان کیا: "میں نے (اپنے دل میں) کہا:

"کیا میں کھانا تیار کر کے انہیں اپنے خیمے میں دعوت نہ دوں؟"

انہوں نے بیان کیا:

"میں نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (نمازِ) عشاء کے وقت ملاقات ہوئی، تو میں نے عرض کیا:

"اے ابوہریرہ...... رضی اللہ عنہ ......! آج شب کھانا میرے ہاں ہے۔"

انہوں نے فرمایا: "تم مجھ پر سبقت لے گئے۔"

میں نے عرض کیا: "(جی) ہاں۔"

میں نے (مزید) کہا: "میں نے انہیں (یعنی احباب کو) بلا لیا ہوا ہے، وہ میرے ہاں موجود ہیں۔"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (تشریف لائے اور انہوں) نے فرمایا:

"أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيْثٍ مِّنْ حَدِيْثِكُمْ يَا مَعَاشَرَ الْأَنْصَارِ؟"

[''اے انصار کے گروہو! کیا میں تمہیں تمہاری (یعنی تمہارے متعلق) حدیثوں میں سے ایک حدیث نہ سناؤں؟''

انہوں نے بیان کیا:

''فَذَكَرَ فَتْحَ مَكَّةَ.'' ❶

تو (پھر) انہوں نے [فتح مکہ] کا قصہ بیان کیا۔'']

iii: معرکۂ یرموک سے پہلے وعظ و نصیحت:

جنگ یرموک سے پہلے میدانِ معرکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''سَارِعُوْا إِلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَ جِوَارِ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ!

مَآ أَنْتُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فِيْ مَوْطِنٍ بِأَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْكُمْ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ. أَلَا وَ إِنَّ لِلصَّابِرِيْنَ فَضْلَهُمْ.'' ❷

[''نعمتوں والی جنتوں میں موٹی آنکھوں والی حوروں اور اپنے رب عزوجل کی ہمسائیگی کی جانب دوڑ لگا دو!

اس جگہ میں تم جس قدر اپنے رب کے ہاں محبوب ہو، اتنے کسی بھی اور مقام پر نہیں۔

خبردار! یقیناً صبر کرنے والوں ہی کے لیے اُن کی فضیلت ہے۔'']

سرزمینِ معرکہ میں بھی کس قدر سوز و گداز سے دل کی گہرائیوں سے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ فَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ أَرْضَاهُ.

ک: احادیث روایت کرتے ہوئے متوقع اثرات کو پیشِ نظر رکھنا:

قرآن و سنت سے یہ بات ثابت ہے، کہ تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے بیان کرتے

---

❶ المسند، جزء من رقم الحديث 10948، 553/16. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند 553/16).

❷ البداية و النهاية 9/7. (ط: دار المعارف).

وقت متوقع نتائج و اثرات کو پیشِ نظر رکھا جائے اور شرعی اصول و ضوابط ہی کی پابندی کرتے ہوئے [بیان کرنے یا نہ کرنے] کی پالیسی اختیار کی جائے۔ ❶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث روایت کرتے ہوئے اس بات کا اہتمام کیا۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا، (کہ بے شک) انہوں نے بیان کیا:

"حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَآءَيْنِ:

فَـأَمَّـآ أَحَـدُهُـمَـا فَبَثَثْـتُـهُ، وَ أَمَّـا الْآخَـرُ فَـلَوْ بَثَثْتُـهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمِ." ❷❸

["میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو برتنوں ❹ (کے برابر علم) کو یاد کیا:

اُن میں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا۔ دوسرے کو اگر میں پھیلاتا، تو کھانے کی یہ رگ کاٹ دی جاتی۔"]

تنبیہ:

علماء نے واضح فرمایا، کہ [بیان نہ کی ہوئی احادیث] سے مراد وہ احادیث ہیں، جن میں آئندہ آنے والے بُرے حکام کے نام، حالات اور زمانوں کا ذکر تھا۔

وہ احادیث احکامِ شرعیہ پر مشتمل نہیں تھیں، کیونکہ انہیں تو چھپانے کی اجازت ہی نہیں۔ ❺ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

---

❶ اس سلسلے میں قدرے تفصیلی معلومات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: راقم السطور کی کتاب: "مِن صِفَاتِ الدَّاعِيَةِ: مُرَاعَاةُ أَحوالِ الْمُخَاطَبِيْنَ".

❷ صحيح البخاري، كتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم الحديث 120، 216/1.

❸ (اَلْبُلْعُوْمُ): [مَجْرَى الطَّعَام] یعنی کھانا حلق سے نیچے اتارنے والی نالی یا رگ اور امام اسماعیلی کی روایت میں ہے: "لَقُطِعَ هٰذَا" يَعْنِي رَأْسَهُ. یقیناً اسے یعنی اُن کے سر کو قطع کر دیا جاتا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري 216/1).

❹ مراد یہ ہے، اگر اس محفوظ علم کو تحریر کیا جاتا، تو تحریر شدہ صحیفوں سے دو برتن بھر جاتے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري 216/1).

❺ ملاحظہ ہو: فتح الباري 216/1-217.

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''اس میں اس بات کی دلیل ہے، کہ جو احادیث اصول یا فروع یا مدح و ذم میں فتنہ کو بھڑکائیں،[1] ان کا چھپانا جائز ہے۔ جہاں تک حلال و حرام کے بارے میں احادیث کا تعلق ہے، انہیں کسی بھی صورت میں چھپانا جائز نہیں، کیونکہ بے شک وہ واضح دلائل اور سراپا ہدایت ہیں۔''[2]

ل: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عائلی زندگی:

حدیث شریف کے اس عظیم منفرد طالب علم اور بے مثال استاذ کی سیرت سے توفیق الٰہی سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کرنے کے ارادے سے اُن کی گھریلو زندگی کو حسبِ ذیل تین پہلوؤں کے ساتھ دیکھتے ہیں:

i: والدہ کے ساتھ

ii: بیوی اور خادم کے ساتھ

iii: اولاد کے ساتھ

i: والدہ کے ساتھ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنی والدہ سے شدید تعلق اور لگاؤ تھا۔ رغبتِ اسلام، طلبِ حدیث، شدتِ فاقہ، شوقِ عبادت اور روایتِ حدیث کا بے پناہ جذبہ، غرضیکہ کوئی بات دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے، اُن کے والدہ سے تعلق کو کمزور نہ کرسکی۔ ذیل میں اس حوالے سے چھ باتیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: سفرِ ہجرت میں والدہ کے کفر کے باوجود انہیں اپنے ہمراہ لائے۔[3]

---

[1] یعنی اس وقت کے حالات اور اشخاص کے غلط مفہوم لینے کی وجہ سے فتنے کے بھڑکانے کا سبب بنیں۔

[2] سیر أعلام النبلاء 2/597. نیز ملاحظہ ہو: ھامش سیر أعلام النبلاء للشیخ الأرناؤوط 2/596-597.

[3] موسوعة فقه زید بن ثابت و أبي هريرة رضي الله عنهما ص 19.

ب: والدہ کو دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ اُن کے انکار پر نبی کریم ﷺ سے ان کے اسلام کے لیے دعا کروائی۔ اُن کے مسلمان ہونے پر خوشی سے روتے ہوئے، آنحضرت ﷺ کو بشارت دینے کی خاطر آئے۔ ❶

ج: آنحضرت ﷺ سے دعا کروانا، کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی والدہ کو اہلِ ایمان کا محبوب اور اہلِ ایمان کو ان دونوں کا محبوب بنا دیں۔ دعا کے دونوں پہلوؤں میں والدہ کو اپنے ساتھ شریک رکھا۔ ❷

د: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنی والدہ کے لیے مغفرت طلب کرنے کی بہت خوبصورت انداز میں ترغیب دیتے۔ دو روایتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

1: عصمہ بن راشد نے اپنے باپ سے روایت کیا، کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا:

"رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا اِسْتَغْفَرَ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ أُمِّهِ...... رضي الله عنهما ......"

"اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائیں، جو ابوہریرہ اور ان کی والدہ ...... رضی اللہ عنہما ...... کے لیے استغفار کرے۔"

میں نے عرض کیا: "وَ لِأَبِيْهِ."

["اور (اس کے لیے بھی، جو) اُن کے والد کے لیے (استغفار کرے)۔"]

انہوں نے کہا:

"لَا، إِنَّ أَبِيْ مَاتَ، وَ هُوَ مُشْرِكٌ." ❸

["نہیں، بے شک میرے باپ حالت شرک میں فوت ہوئے۔"]

اللہ اکبر! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو باپ سے قرابت داری حکم ربانی کی مخالفت پر آمادہ

---

❶ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة رضي الله عنه الدوسي، جزء من رقم الحديث 158-(2491)، 1939/4.

❷ المرجع السابق 1939/4. ❸ تفسير الطبري 33/11. (ط: دارالمعرفة).

نہ کرسکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ شرک میں مرنے والے کے لیے استغفار سے منع فرمایا ہے۔ (1)

2: امام حاکم نے علی بن رباح سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''میں حج کے لیے روانہ ہوا، تو اہلِ مصر کے قاضی سلیمان بن عنز نے کہا:

"أَبْلِغْ أَبَاهُرَيْرَةَ مِنِّي السَّلَامَ، وَ أَعْلِمْهُ أَنِّي قَدِ اسْتَغْفَرْتُ الْغَدَاةَ لَهُ وَ لِأُمِّهِ."

[''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو میرا سلام پہنچانا اور انہیں بتلانا، کہ بے شک میں نے کل اُن کے لیے اور اُن کی والدہ کے لیے استغفار کیا۔'']

"فَلَقِيتُهُ، فَأَبْلَغْتُهُ."

[''پھر میری اُن سے ملاقات ہوئی، تو میں نے انہیں (قاضی صاحب کا پیغام) پہنچا دیا۔'']

انہوں نے (جواب میں) کہا:

"وَ أَنَا قَدِ اسْتَغْفَرْتُ لَهُ." (2)

[''میں نے یقیناً اس کے لیے استغفار کیا ہے۔'']

ہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شدت کی تنگ دستی کے زمانے میں کھانے کے لیے میسر آنے

---

(1) ارشادِ تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ (سورة التوبة/الآية 113)

ترجمہ: [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کبھی جائز نہیں، کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ اُن کے قرابت دار ہوں، اس کے بعد، کہ اُن کے لیے صاف ظاہر ہوگیا، کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں]۔

(2) المستدرك على الصحيحين، كتاب الفتن و الملاحم، 510/4. امام حاکم نے اسے [شیخین کی شرط پر صحیح] قرار دیا اور حافظ ذہبی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع 511/4؛ و التلخيص 511/4).

تنبیہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا، کہ جو کوئی اُن کے لیے اور اُن کی والدہ کے لیے مغفرت طلب کرتا، وہ اس کے لیے دعا کرتے تھے۔ لوگ اُن کی دعا پانے کی خاطر اُن کے اور اُن کی والدہ کے لیے دعا کرتے تھے۔

والی چیز میں اپنی والدہ کو شریک کرنے کا اہتمام کرتے۔ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ایک دن میں اپنے گھر سے مسجد کی جانب نکلا۔ مجھے صرف بھوک ہی نے (گھر سے) نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی، تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا:

"يَا أَبَاهُرَيْرَةَ! مَآ أَخْرَجَكَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟"

''اے ابو ہریرہ! آپ کو اس وقت کس چیز نے (گھر سے) نکالا ہے؟''

میں نے جواب دیا:

"مَآ أَخْرَجَنِيْ إِلَّا الْجُوْعُ."

''مجھے صرف بھوک باہر نکال لائی ہے۔''

انہوں نے کہا:

"نَحْنُ، وَ اللّٰهِ! مَآ أَخْرَجَنَا إِلَّا الْجُوْعُ."

[''ہم، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمیں (بھی) بھوک ہی نے نکالا ہے۔'']

ہم اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

"مَا جَآءَ بِكُمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟"

[''اس وقت تمہیں کون سی چیز لے آئی ہے؟'']

ہم نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ...... ! جَآءَ بِنَا الْجُوْعُ."

''ہمیں بھوک لے آئی ہے۔''

انہوں نے بیان کیا:

"فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِطَبَقٍ، فِيْهِ تَمْرٌ، فَأَعْطٰى كُلَّ رَجُلٍ

مِنَّا تَمْرَتَيْنِ."

[''رسول اللہ ﷺ نے ایک تھال منگوایا، جس میں کھجوریں تھیں۔ پھر ہم میں سے ہر آدمی کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا:

"كُلُوْا هَاتَيْنِ التَّمْرَتَيْنِ، وَ اشْرَبُوْا عَلَيْهِمَا الْمَآءَ، فَإِنَّهُمَا سَتَجْزِيَانِكُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا."

[''یہ دو دو کھجوریں کھاؤ اور ان کے بعد پانی پی لو، تو یقیناً وہ آج کے دن کے لیے تمہارے لیے کافی ہوں گی۔'']

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"فَأَكَلْتُ تَمْرَةً، فَجَعَلْتُ تَمْرَةً فِي حُجْرَتِي." [1]

[''تو میں نے ایک کھجور کھالی اور ایک کھجور اپنی گود میں رکھ لی۔'']

نبی کریم ﷺ نے پوچھا:

"يَآ أَبَا هُرَيْرَةَ! لِمَ رَفَعْتَ هٰذِهِ التَّمْرَةَ؟"

''اے ابو ہریرہ...... رضی اللہ عنہ......! تم نے یہ کھجور کیوں اٹھائی؟''

میں نے عرض کیا:

"رَفَعْتُهَا لِأُمِّي."

[''میں نے اسے اپنی والدہ کے لیے اٹھا دیا۔'']

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"كُلْهَا، فَإِنَّ سَنُعْطِيكَ لَهَا تَمْرَتَيْنِ."

[''تم اسے کھالو، پس یقیناً ہم تمہیں اُن کے لیے دو کھجوریں دیں گے۔'']

---

[1] سیر أعلام النبلآء میں ہے: "وَ خَبَأْتُ الْأُخْرٰى" (592/2). [اور دوسری کو چھپالیا]۔ اگر [حُجْزَتِي] کا لفظ ہو، تو مراد ہوگا: انسان کے درمیان میں ازار بند باندھنے کی جگہ۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

فَأَكَلْتُهَا ، فَأَعْطَانِي لَهَا تَمْرَتَيْنِ . "❶

["تو میں نے اسے کھالیا، تو آنحضرت ﷺ نے مجھے اُن کے لیے دو کھجوریں عطا فرمائیں۔"]

و: امام بغوی نے ابوحازم سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"أَقَامَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَلَى أُمِّهَا ، لَمْ يَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ . "

["ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہے، ان کے فوت ہونے تک حج نہ کیا۔"]

ابوحازم کے شاگرد حماد بن سلمہ راوی کہتے ہیں:

"يَعْنِي: فِيْمَا نَرَى التَّطَوُّعَ . "❷

"یعنی ہمارے گمان میں نفلی حج (نہیں کیا)۔"

ii: بیوی اور خادم کے ساتھ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ اور خادم کے تزکیہ و تربیت کے لیے اپنے گھر میں ایک نہایت عجیب اور قابلِ رشک پروگرام تشکیل دے رکھا تھا۔

امام احمد نے ابوعثمان نہدی سے روایت کیا، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

"تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا ، فَكَانَ هُوَ ، وَ امْرَأَتُهُ ، وَ خَادِمُهُ يَعْتَقِبُوْنَ اللَّيْلَ أَثْلَاثًا: يُصَلِّيْ هٰذَا ، ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا .

---

❶ الطبقات الکبریٰ 329/4. نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلآء 592/2-593؛ و ھامش سیر أعلام النبلآء، رقم 1، 593/2. شیخ ارناؤوط لکھتے ہیں: محمد بن ہلال کے والد کے سوا [راویان] ثقہ ہیں۔ انہیں (بھی) (امام) ابن حبان نے [ثقہ] کہا ہے۔ ان کے بیٹے محمد اور خالد بن سعید بن ابی مریم نے ان سے روایت کیا ہے، لیکن (حافظ) ذہبی نے پھر بھی انہیں [غیر معروف] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 593/2).

❷ شرح السنة، کتاب السیر و الجهاد، باب لا یجاهد إلا بإذن الأبوین، 379/10. امام ابن سعد نے بھی ابن شہاب کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ 329/4).

وَ يُصَلِّيْ هٰذَا ، ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا . "[1]

[''میں ابوہریرہ......رضی اللہ عنہ...... کے ہاں سات دن بطور مہمان رہا، تو (دیکھا، کہ) انہوں نے، اُن کی بیوی اور خادم نے (اپنے درمیان) رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا: یہ (یعنی اُن میں سے ایک) نمازِ (تہجد) پڑھتے، پھر اُسے (یعنی دوسرے کو تہجد کے لیے) بیدار کر دیتے۔ یہ (یعنی بیدار ہونے والے) نمازِ (تہجد) پڑھتے پھر اُسے (یعنی تیسرے شخص کو) بیدار کرتے۔'']

iii: اولاد کے ساتھ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے: محرّر، محرّز، عبدالرحمٰن اور بلال تھے۔ ایک بیٹی تھی۔ وہ ان کی تعلیم و تربیت کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے دو باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: اُن کے تین بیٹوں محرّر، محرّز اور بلال نے ان سے احادیث روایت کیں۔[2]

ب: اپنی بیٹی کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ دو مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

i: امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے روایت کیا:

"أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ يَقُوْلُ لِابْنَتِهٖ:

"لَا تَلْبَسِيْ الذَّهَبَ ، فَإِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكِ حَرَّ اللَّهَبِ . "[3]

[بے شک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سے کہا کرتے تھے:

---

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث 8633، 280/14. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے [اس کی سند کو صحیحین کی شرط پر صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند 281/14). حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''اسے (امام) احمد نے [صحیح سند] کے ساتھ (اپنی کتاب) [الزھد] میں روایت کیا ہے۔'' (الاصابۃ 206/7)

[2] اس سلسلے میں قدرے تفصیل اس کتاب کے ص 237 میں ملاحظہ فرمایئے۔

[3] المصنّف، کتاب الجامع، باب الحریر و الدیباج، و آنیۃ الذھب و الفضۃ، رقم الروایۃ 19938، 70/11. نیز ملاحظہ ہو: شرح السنۃ، کتاب اللباس، باب موقع الخاتم، 71/12. شیخ شاویش اور شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش شرح السنۃ، ہامش رقم (1)، 71/12). ⇦⇦⇦

''سونا نہ پہنو، کیونکہ بے شک مجھے تمہارے بارے میں (جہنم کے) شعلوں کی گرمی کا اندیشہ ہے۔'']

ii: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

"وَ لَا تَلْبَسِي الْحَرِيْرَ، إِنِّيْ أَخْشَى عَلَيْكَ الْحَرِيْقَ." ❶

''اور حریر (یعنی ریشم) مت پہنو، بے شک مجھے تمہارے بارے میں (جہنم کی آگ میں) جلنے کا خدشہ ہے۔''

ی: اہلِ ایمان کے محبوب:

امام احمد نے ابوکثیر کے حوالے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے کہا:

"وَ اللّٰهِ! مَا خَلَقَ اللّٰهُ مُؤْمِنًا يَسْمَعُ بِيْ وَ لَا يَرَانِيْ إِلَّا أَحَبَّنِيْ."

[''اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی ایمان دار میرے بارے سنتا نہیں اور دیکھتا نہیں، مگر وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔'']

میں نے عرض کیا:

"وَ مَا عِلْمُكَ بِذٰلِكَ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ...... رضی اللہ عنہ......؟" ❷

[''اے ابوہریرہ...... رضی اللہ عنہ......! آپ کو اس بارے میں کیسے علم ہے؟'']

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے متعلق واقعہ بتلایا، جس میں اُن کے شرک اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اُن کے اسلام لانے کا تذکرہ تھا۔

⇦⇦⇦ تنبیہ: شیخ ارناؤوط لکھتے ہیں: اُن کا سونا پہننے سے روکنا تقویٰ و پرہیزگاری کے پیشِ نظر یا غرور و تکبر وغیرہ سے بچانے کی خاطر تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواتین کے لیے سونا پہننے کی اجازت ثابت ہے۔ (ملاحظہ ہو: حاشیہ سیر أعلام النبلآء رقم 3، 622/2).

❶ "كتاب الزهد" للإمام أحمد ص 153؛ و حلية الأولياء 380/1؛ بسند صحيح؛ و تذكرة الحفاظ 34/1. منقول از: "دفاع عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ" ص 64.

تنبیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لیے ریشم کے پہننے کی اجازت دی ہے۔ شاید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو یہ تلقین تقویٰ اور پرہیزگاری یا غرور و تکبر وغیرہ سے محفوظ رکھنے کی خاطر کی۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

❷ المسند، جزء من رقم الحديث 8259، 10/14.

اسی واقعہ میں ہے، کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے والدہ...... رضی اللہ عنہا...... کے اسلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی سے روتے ہوئے خبر دینے کے بعد عرض کیا:

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اُدْعُ اللّٰہَ أَنْ یُّحَبِّبَنِيْ أَنَا وَ أُمِّيْ إِلٰی عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ. وَ یُحَبِّبَھُمْ إِلَیْنَا."

["اے اللہ تعالیٰ کے رسول...... صلی اللہ علیہ وسلم......! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو اپنے ایمان دار بندوں کے لیے محبوب بنا دیں اور انہیں ہمارے لیے محبوب بنا دیں۔"]

انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

"اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَكَ ھٰذَا ......یَعْنِيْ أَبَا ھُرَیْرَۃَ...... وَ أُمَّہٗ إِلٰی عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَ حَبِّبْ إِلَیْھِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ."

["اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندے ......یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ...... اور اس کی والدہ کو اپنے ایمان داروں بندوں کا محبوب بنا دیجیے اور اہلِ ایمان کو اُن کا محبوب بنا دیجیے۔"]

"فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ یَسْمَعُ بِيْ، وَ لَا یَرَانِيْ إِلَّا أَحَبَّنِيْ." [1]

["پس میرے بارے میں سننے اور دیکھنے والا کوئی مومن پیدا نہیں کیا گیا، مگر وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔"]

م: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر دو اعتراضات اور اُن کی حقیقت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سننے، سمجھنے، یاد کرنے اور اُسے امت تک کمی و بیشی

---

[1] ملاحظہ ہو: المسند، 10/14-11؛ و صحیح مسلم، کتاب فضآئل الصحابۃ، باب من فضائل أبي ھریرۃ رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث 158-(2491)، 1938/4-1939.

تنبیہ: ابتدائی دو جملے [وَمَا عِلْمُكَ بِذٰلِكَ یَا أَبَاھُرَیْرَۃَ...... رضی اللہ عنہ-؟] تک صرف المسند میں ہیں، بقیہ روایت المسند اور صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ بقیہ روایت کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

کے بغیر پہنچانے میں توفیقِ الٰہی سے منفرد مقام پایا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عِلْمًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ، لَمْ يُلْحَقْ فِيْ كَثْرَتِهِ." ❶

[''انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ، نہایت پاکیزہ، بابرکت علم حاصل کیا۔ اس (علم) کی فراوانی میں کوئی اُن تک پہنچ نہیں سکا۔'']

حافظ ذہبی ہی تحریر کرتے ہیں:

"وَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِيْ حِفْظِ مَا سَمِعَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَدَائِهِ بِحُرُوْفِهِ." ❷

[''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے جو کچھ سنا، اُسے یاد رکھنے اور حرفاً حرفاً ادا کرنے میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔'']

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اہلِ علم کی ایک بڑی تعداد نے احادیث کو روایت کیا۔ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں:

"حَدَّثَ عَنْهُ خَلْقٌ كَثِيْرٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ." ❸

[''صحابہ...... رضی اللہ عنہم...... اور تابعین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اُن سے احادیث کو روایت کیا۔'']

امام بخاری اُن سے روایت کرنے والوں کی تعداد کے متعلق لکھتے ہیں:

"رَوٰى عَنْهُ ثَمَانُ مِائَةٍ أَوْ أَكْثَرُ." ❹

[''اُن سے آٹھ سو (اشخاص) یا اس سے زیادہ (لوگوں) نے (حدیث) روایت کی۔'']

---

❶ سیر أعلام النبلاء 579/2. ❷ المرجع السابق 619/2. ❸ المرجع السابق 579/2.

❹ المرجع السابق 586/2. نیز ملاحظہ ہو: البدایة و النهایة 363/11. (ط: هجر)

حافظ ذہبی اُن کی روایت کردہ احادیث کی تعداد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"مُسْنَدُهُ خَمْسَةُ آلَافٍ وَّ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّ أَرْبَعَةٌ وَّسَبْعُوْنَ حَدِيْثًا." [1]

["اُن کی مرویات پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔"]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سنّتِ نبوی کے انتہائی بیش قیمت اور عالی قدر خزانے کے سننے، سمجھنے، خوب اچھی طرح یاد کرنے اور محفوظ رکھنے اور پھر امت تک بلا کم و کاست پہنچانے کے عظیم الشان کارنامے کے سرانجام دینے پر اُن سے محبت رکھنے اور اُن کی نہایت تکریم کرنے کی بجائے، کچھ لوگ ......معاذ اللہ...... انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

دو اعتراضات:

اس سلسلے میں کی گئی گفتگو میں سے دو اعتراضات حسبِ ذیل ہیں:

① صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت بعد میں آنے کے باوجود کثرتِ روایات

② اُن ۔رضی اللہ عنہ۔ کا غیر فقیہ ہونا

❀ پہلا اعتراض:

صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد میں حاضری کے باوجود کثرتِ روایات:

اُن لوگوں کا کہنا ہے، کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر 7ھ کے موقع پر صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات 11ھ میں ہوئی۔ اس طرح اُن کا صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے کا دورانیہ چار سال رہا۔ [2]

مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ کم و بیش ایک سال کے لیے بحرین بھیجا۔ [3] اس طرح انہیں صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے کا موقع صرف تین سال کے لیے میسر آیا۔

---

[1] سیر أعلام النبلآء 632/2.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق 2/590-591.

[3] ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص 274.

یہ کیسے ممکن ہے، کہ تین سال صحبتِ نبوی ﷺ میں رہنے والے صحابی کی روایات اُن سے کہیں زیادہ ہوں، جو اُن سے زیادہ مدت تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے، بلکہ مکی اور مدنی دونوں ادوار میں ساتھ رہے؟ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ)

حقیقتِ اعتراض پرکھنے کے لیے چھ باتیں:

ربِّ ذوالجلال جس شخص سے جو کام لینا چاہیں، تو اس کام کی توفیق اُسے عطا فرمانا، اُن کے لیے کچھ دشوار نہیں۔ سنّتِ نبوی ﷺ حاصل کرنے اور اسے ادا کرنے کی سعادت سے نوازتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے حالات، مواقع اور اسباب مہیا فرمائے، جو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو میسر نہ آئے۔

اسی حوالے سے ذیل میں پانچ نکات کے ضمن میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

i: صحبتِ نبوی ﷺ کے لیے وقف ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحبتِ نبوی ﷺ میں حاضری سے لے کر وفاتِ نبوی ﷺ تک، سوائے سفرِ بحرین کے دورانیہ کے، اپنے آپ کو سنّتِ نبوی ﷺ سننے، دیکھنے، سمجھنے اور یاد کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ پیٹ بھر کر کھانے کے علاوہ احادیثِ شریفہ کے سوا اُن کی کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ علاوہ ازیں پیٹ بھر کر کھانا بھی کم ہی میسر آتا۔ یہ بات دیگر حضراتِ مہاجرین و انصار، حتیٰ کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں بھی نہیں تھی۔ [1]

ii: سمجھنے کی خاطر سوال کی جرأت اور حسنِ سلیقہ میں انفرادیت:

ابوہریرہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں سوال کرنے میں زیادہ حریص، جری اور بے باک تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سوال کرنے کا عمدہ سلیقہ بھی خوب عطا کر رکھا تھا۔ [2]

iii: عدیم النظیر اور بے مثال حافظہ:

احادیث کے یاد رکھنے میں حضرت ابوہریرہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں کہیں زیادہ

---

[1] حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیے: اسی کتاب کے صفحات 239-245.

[2] حوالے کے لیے اس کتاب کے صفحات 245-246.

اور مضبوط یادداشت والے تھے۔ اس یادداشت میں اُن کے لیے ممد و معاون باتوں میں سے اُن کی اس مقصد کے لیے یک سوئی، شدید توجہ، انتہائی دھیان اور سب سے بڑھ کر اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی اُن کے لیے دعا اور بشارت تھی۔ ❶

❀ طلحہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے بیانات:

اس سب کچھ کی تاکید کی خاطر ذیل میں دو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام حاکم نے ابو انس مالک بن ابو عامر سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، تو اُن کے ہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا:

"يَـآ أَبَا مُحَمَّدٍ! مَا نَدْرِيْ هٰذَا الْيَمَانِيُّ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَمْ أَنْتُمْ؟ تَقَوَّلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ يَعْنِيْ أَبَا هُرَيْرَةَ - رضي الله عنه -."

[''اے ابو محمد! ہم نہیں جانتے، کہ یہ یمنی رسول اللہ ﷺ کو زیادہ جانتا ہے یا آپ؟

اُس نے رسول اللہ ﷺ کی جانب وہ کچھ منسوب کر کے بیان کیا ہے، جو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں تھا۔'']

طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"وَ الـلّٰهِ! مَا يُشَكُّ أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ نَسْمَعْ، وَ عَلِمَ مَا لَمْ نَعْلَمْ.

إِنَّا كُنَّا قَوْمًا أَغْنِيَآءَ، لَنَا بُيُوْتٌ، وَ أَهْلُوْنَ. كُنَّا نَأْتِيْ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ، ثُمَّ نَرْجِعُ.

وَ كَـانَ أَبُوْهُرَيْرَةَ مِسْكِيْنًا، ❷ لَا مَـالَ لَهُ وَ لَآ أَهْلَ، وَ لَا وَلَدَ.

---

❶ حوالے کے لیے دیکھیے: اس کتاب کے صفحات 246-251۔

❷ المستدرك کے مطبوعہ نسخہ میں "وَ كَانَ أَبَاهُرَيْرَةَ ......" ہے، البتہ "تلخیص" میں "وَ كَانَ أَبُوْهُرَيْرَةَ ......" ہے۔ تلخیص کی عبارت ہی درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ [أَبُـوْهُرَيْرَةَ] اس عبارت میں اسم [كَانَ] ہے اور وہ مرفوع ہوتا ہے اور حالتِ رفع میں [أَبُوْهُرَيْرَةَ] پڑھا جاتا ہے، نہ کہ [أَبَاهُرَيْرَةَ]، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

إِنَّمَا كَانَتْ يَدُهُ مَعَ يَدِ النَّبِيِّ ﷺ. وَكَانَ يَدُوْرُ مَعَهُ حَيْثُ مَا دَارَ. وَلَا نَشُكُّ أَنَّهُ قَدْ عَلِمَ مَا لَمْ نَعْلَمْ، وَسَمِعَ مَا لَمْ نَسْمَعْ. وَلَمْ يَتَّهِمْهُ أَحَدٌ مِّنَّا أَنَّهُ تَقَوَّلَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ.[1]"

[''اللہ تعالیٰ کی قسم! اس میں شک نہیں، کہ بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سنا ہے، جو ہم نے نہیں سنا تھا اور انہیں وہ کچھ معلوم ہوا، جس کا ہمیں علم نہیں تھا۔

بے شک ہم مال دار (لوگ) تھے۔ ہمارے گھر اور کنبے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے حضور دن کے دونوں کناروں میں حاضر ہوتے، پھر واپس چلے جاتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسکین شخص تھے۔ نہ اُن کا مال تھا، نہ کنبہ اور نہ اولاد۔ اُن کا ہاتھ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ (مبارک) کے ساتھ تھا۔ جہاں کہیں آنحضرت ﷺ تشریف لے جاتے، وہ بھی ساتھ ہی جاتے۔

ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں، کہ یقیناً انہوں نے وہ کچھ جانا، جس کا ہمیں علم نہیں ہوا تھا اور انہوں نے وہ کچھ سنا، جو ہم نے نہیں سنا تھا۔

ہم میں سے کسی ایک نے بھی اُن پر یہ تہمت نہیں باندھی، کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی طرف وہ کچھ منسوب کیا، جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں تھا۔'']

ب: امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کر رہے تھے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[''جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اُس پر نماز پڑھی، تو اُس کے لیے ایک قیراط (کے برابر اجر و ثواب) ہے۔ اگر وہ اُس کے دفن میں (بھی) حاضر ہوا، تو اُس

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، 3/511-512. امام حاکم نے [صحیحین کی شرط پر صحیح] اور حافظ ذہبی نے [مسلم] کی شرط پر قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 3/512؛ و التلخيص 3/512).

کے لیے دو قیراط ہیں اور (ایک) قیراط احد (پہاڑ) سے زیادہ بڑا ہے۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ابو ہر [1]! دیکھو رسول اللہ ﷺ سے کیا بیان کر رہے ہو!!''

ابو ہریرہ انہیں ہمراہ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے۔ اُن سے عرض کیا:

''اے ام المومنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اُس پر نماز پڑھی، تو اُس کے لیے ایک قیراط ہے۔ اگر اُس کی تدفین کے موقع پر حاضر ہوا، تو اُس کے لیے دو قیراط ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا:

[''اللہ کی قسم! ہاں (یعنی میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا)۔'']

تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَشْغَلُنِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَرْسُ الْوَدِيِّ، وَلَا صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ. إِنِّيْ إِنَّمَا كُنْتُ أَطْلُبُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَةً يُعَلِّمُنِيْهَا أَوْ أَكْلَةً يُطْعِمُنِيْهَا.''

[''بے شک بات یہ ہے، کہ کھجور کے پودوں کی کاشت اور بازاروں کا شور مجھے رسول اللہ ﷺ سے مشغول نہیں کرتا تھا۔ بلاشبہ میں تو رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی طلب میں رہتا تھا، کہ وہ مجھے کوئی بات (یعنی حدیث) سکھلا دیں یا کھانا کھلا دیں۔'']

ابن عمر نے اُن رضی اللہ عنہم سے کہا:

''يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! كُنْتَ أَلْزَمَنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَعْلَمَنَا بِحَدِيْثِهِ.'' [2]

---

[1] ایک نسخہ میں [ابو ہریرہ] بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند، رقم الهامش 3، 20/8).

[2] المسند، رقم الحديث 4453، 8/20-21. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند 21/8). حدیث کے صرف آخری حصے: ''يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! كُنْتَ أَلْزَمَنَا ......'' کے لیے (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب المناقب، مناقب أبي هريرة رضي الله عنه، رقم الحديث 4089، 226/10؛ و صحیح سنن الترمذي 235/3).

[''اے ابوہریرہ! آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم سے زیادہ چمٹنے والے اور اُن کی حدیث ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔'']

iv: احادیث کی دہرائی کے لیے ایک تہائی رات کا مخصوص کرنا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

"إِنِّي لَأُجَزِّيءُ اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ:

فَثُلُثٌ أَنَامُ، وَ ثُلُثٌ أَقُومُ، وَ ثُلُثٌ أَتَذَكَّرُ أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."[1]

[''بے شک میں رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں:

سو ایک تہائی میں سوتا ہوں، ایک تہائی قیام کرتا ہوں اور ایک تہائی رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دہراتا ہوں۔'']

v: احادیث پہنچانے کے مواقع میسر آنے میں انفرادیت:

رب کریم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے احادیث پہنچانے، سکھلانے اور بیان کرنے کے لیے ایسے مواقع اور حالات مہیا فرمائے، جو احادیث کا علم رکھنے والے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کم ہی میسر آئے۔ انھی باتوں میں سے تین حسبِ ذیل ہیں:

ا: انتظامی ذمہ داریوں سے غالباً آزادی:

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلامی ریاست کی ہر قسم کی چھوٹی بڑی انتظامی ذمہ داریوں سے غالباً آزاد رہے۔ اس لیے انھیں یاد کی ہوئی احادیث بیان کرنے کا خوب موقع میسر آیا۔

ب: وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد عموماً مدینہ طیبہ میں قیام:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد انھیں عموماً مدینہ طیبہ ٹھہرنے اور سکونت اختیار

---

[1] سنن الدارمي، باب العمل بالعلم وحسن النية فيه، رقم الرواية 270، 71/1. نیز ملاحظہ ہو: "موسوعة فقه زيد بن ثابت و أبي هريرة رضي الله عنهما" ص 11.

کرنے کا موقع میسر آیا اور مدینہ طیبہ ان مقامات میں سرفہرست تھا، جہاں کا احادیث کے طلبہ اس وقت رخ کیا کرتے تھے۔

امام بخاری نے بیان کیا:

"رَوٰی عَنْهُ نَحْوٌ مِّنْ ثَمَانِمِائَةِ رَجُلٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ وَ غَيْرِهِمْ." [1]

["اہلِ علم صحابہ وتابعین اور اُن کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے قریباً آٹھ سو یا اس سے زیادہ افراد نے اُن سے (حدیث) روایت کی۔"]

ج: وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد طویل عمر:

وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد لمبی عمر پائی۔ انہیں وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد 46 یا 47 یا 48 سال تک احادیث بیان کرنے کی سعادت رب کریم کی عنایت سے حاصل ہوئی۔

vi: اعداد وشمار اور حقائق:

اس شبہ کی اعداد وشمار اور حقائق کی روشنی میں تردید کی غرض سے درجِ ذیل پانچ باتوں پر غور فرمانے کی التماس ہے:

ا: احادیث کو صحبتِ نبوی ﷺ کے ایام پر تقسیم سے تعجب کا خاتمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد 5374 [2] ہے۔ انہوں نے یہ احادیث توفیقِ الٰہی کے ساتھ شب وروز کی صحبت، شدید توجہ، مکمل دھیان، کامل یکسوئی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ غیر معمولی قوتِ یادداشت سے حاصل کیں۔ وہ صحبتِ نبوی ﷺ میں تین سال رہے۔ عربی تین سالوں کے دن [3] 1065 بنتے ہیں۔ اگر ان کی احادیث کو اُن کے صحبتِ نبوی ﷺ کے ایام پر تقسیم کیا جائے، تو ہر دن کے حصے میں 5.046 حدیثیں آتی ہیں۔ کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے حالات والے شخص کا روزانہ پانچ یا سوا پانچ احادیث یاد کرنا ناممکن ہے؟

[1] تهذيب التهذيب 265/12.

[2] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلآء 632/2.

[3] 3 قمری سالوں کے دن 355 x 3=1065.

ب: صحبتِ نبوی ﷺ کے زمانے میں بھرپور قوت اور جوانی:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحبتِ نبوی ﷺ میں حاضری کے وقت عمر 26 یا 27 یا 28 سال تھی۔ [1]

قابلِ غور سوال یہ ہے، کہ کیا 26 یا 27 یا 28 سالہ نوجوان کے لیے، جو ہر قسم کی مشغولیتوں سے دُور اور بے نیاز احادیث سننے، سمجھنے اور یاد کرنے میں مگن ہو، ہر روز 5 احادیث حاصل کرکے یاد کرنا اور پھر من وعن روایت کرنا کوئی غیر ممکن بات ہے؟

نو، دس سالہ غیر عربی بچے تین تین، بلکہ دو دو سالوں میں، مکمل قرآن کریم یاد کرکے رمضان المبارک کی تراویح میں امامت کروا کر سنا دیتے ہیں، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے موافق اور سازگار ماحول اور اسباب والے، نیز دعائے نبوی ﷺ کے حامل شخص کے لیے توفیقِ الٰہی سے اتنی احادیث کا یاد کرنا اور روایت کرنا، کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے؟

ج: مکرر احادیث کے حذف سے تعداد میں نمایاں کمی:

مزید برآں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث میں مکرر احادیث بھی ہیں۔ یہ تکرار اس حدیث کی جُدا جُدا سندوں کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ ایک سے زیادہ سندوں والی حدیث کو متن کے اعتبار سے ایک حدیث نہیں، بلکہ سندوں کی گنتی کے بقدر شمار کیا گیا ہے۔ اگر اس وجہ سے ہونے والے تکرار کو ختم کیا جائے، تو احادیث کی تعداد کافی کم ہوجاتی ہے۔

مثال کے طور پر مسند الامام احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد 3866 ہے۔ [2]

پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن لکھتے ہیں:

مسند امام احمد اور حدیث کی چھ کتابوں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی

---

[1] اُن کی وفات 57 یا 58 یا 59ھ میں اٹھتر سال کی عمر میں ہوئی۔ (ملاحظہ ہو: تقریب التھذیب، رقم الترجمة 8426، ص 680-681)۔ اگر وفات 57ھ میں ہوئی، تو بوقتِ ہجرت عمر 21 سال اور غزوۂ خیبر 7ھ کے موقع پر 28 سال، 58ھ میں وفات کی صورت میں بوقتِ ہجرت 20 سال اور غزوۂ خیبر کے موقع پر عمر 27 سال اور 59ھ میں وفات کی صورت میں بوقت ہجرت 19 سال کے اور غزوۂ خیبر کے موقع پر 26 سال کے ہوں گے۔

[2] المسند (ط: الرسالة) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث 7119 سے شروع ہوکر 10984 تک ہیں۔ اس طرح ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 3866 بنتی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، 13/12، و 580/16)۔ نیز ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی: دروس اور عبرتیں'' ص 100۔

اور ابن ماجہ میں تکرار کے بغیر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث صرف 1336 ہیں۔

علاوہ ازیں مستدرک حاکم، سنن بیہقی، (سنن) دار قطنی، مصنف عبدالرزاق اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی اُن کی احادیث ہیں، لیکن میں جزم و یقین کے ساتھ کہتا ہوں، کہ (تکرار کے بغیر) اُن کی زیادہ سے زیادہ تعداد دو ہزار سے زائد نہیں۔

اگر اس تعداد کو صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والے دنوں کے ساتھ تقسیم کیا جائے، تو ہر روز کی زیادہ سے زیادہ دو حدیثیں بنتی ہیں۔

د: غیر ثابت شدہ احادیث منہا کرنے سے تعداد میں مزید کمی:

مزید برآں اس تعداد میں صحیح احادیث کے ساتھ ایسی احادیث بھی ہیں، جن کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات ہونا ثابت نہیں۔ ان کے الگ کرنے سے تعداد مزید کم ہوگی۔[2]

ہ: بعض احادیث کا نہایت مختصر ہونا:

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے، کہ اُن کی احادیث میں ایک بڑی تعداد اتنی مختصر احادیث کی ہے، کہ وہ دو، دو سطروں سے بھی کم ہیں۔

کیا اس سب کچھ کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر کثرتِ احادیث کی بنا پر اپنی قلم کو تنقید کی خاطر حرکت دینا مناسب ہے؟

❀ دوسرا اعتراض:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا غیر فقیہ ہونا:

بعض لوگ کہتے ہیں،[3] کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات قیاس کے خلاف ہیں اور وہ خود غیر فقیہ تھے۔ لہٰذا اُن کی ایسی احادیث کو ردّ کر دیا جائے گا۔

اس سلسلے میں انہوں نے [حدیث مصراۃ] کو بطورِ مثال پیش کیا ہے۔ وہ حدیث حسبِ ذیل ہے:

---

[1] یعنی پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن۔ [2] ملاحظہ ہو: "أبو هريرة رضي الله عنه في ضوء مروياته" ص 76-77.

[3] ملاحظہ ہو: نور الأنوار شرح رسالة المنار ص 182-184؛ و أصول الشاشي ص 75-76.

آخری حدیث کی شرح

امام بخاری اور امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا:

"لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَ الْغَنَمَ.

فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ، فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْتَلِبَهَا:

إِنْ شَآءَ أَمْسَكَ،

وَ إِنْ شَآءَ رَدَّهَا وَ صَاعَ تَمْرٍ." (1)

["اونٹنی اور بکری (کے دودھ) کو نہ روکو۔ جس شخص نے اُس (کے روکنے) کے بعد اُسے خریدا، تو یقیناً وہ اُس کا دودھ دوہنے کے بعد، دونوں میں سے بہتر رائے والا ہے (یعنی اُسے حق ہے، کہ دونوں باتوں میں سے جسے چاہے، اختیار کر لے):

اگر چاہے، تو اُسے (اپنے ہاں ہی) رہنے دے

اور اگر چاہے، تو اُسے واپس کر دے اور ایک صاع (2) کھجور (بھی دے)۔"]

حقیقت اعتراض پرکھنے کے لیے سات باتیں:

اعتراض کی حقیقت سمجھنے کی غرض سے توفیقِ الٰہی کے ساتھ حسب ذیل سات پہلوؤں

---

(1) متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب البیوع، باب النهي للبائع أن لا یحفِّل الإبل و البقر و الغنم و کُلّ محفَّلة، ......، رقم الحدیث 2148، 361/4؛ و صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة، 23-(1524)، 1158/3. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

(2) (ایک صاع): کم و بیش اڑھائی کیلو۔

ان کی رائے میں ظلم و زیادتی کا بدل...... جہاں ممکن ہو...... حقیقی طور پر ہم مثل ہونا چاہیے۔ جہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو، تو معنوی طور پر ہم مثل ہونا چاہیے، یعنی اس کے مساوی قیمت ہو۔

دودھ روکے ہوئے جانور کے...... تین دن تک کے مشتری کے...... دوھے ہوئے دودھ کا بدل ہمیشہ ایک صاع کھجور، نہ تو حقیقی طور پر ہم مثل ہے اور نہ معنوی طور پر۔ (ملاحظہ ہو: أحسن الحواشي، ص 76، هامش 1.)

تبصرہ:...... ظلم و زیادتی کا بدل وہ ہوگا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دیا۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بدل کے تعین کے بعد کسی اُمتی کے لیے گنجائش رہتی ہے، کہ وہ کہے، کہ اس کا بدل [یوں یوں] ہونا ضروری ہے؟

سے غور کرتے ہیں:

i: نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا غیر مشروط ہونا:

قرآن و سنت حتمی طور پر یہ بات واضح کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت قطعی طور پر غیر مشروط ہے۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال بھی اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ ذیل میں چند ایک باتیں بطور مثال ملاحظہ فرمائیے:

ا: ارشادِ ربانی: ﴿وَ مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [1]

ترجمہ: [اور جو کچھ تمہیں رسول۔ ﷺ ۔ دیں، تو اُسے تھام لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں، تو اُس سے باز آ جاؤ۔]

ب: آنحضرت ﷺ کے [حکم] کے بعد، اُس کی [تعمیل] اور [نہی] کے بعد، اُس سے [اجتناب] کے علاوہ، امت کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ [2]

ترجمہ: [اور بے شک کبھی، کسی ایمان دار مرد کا حق نہیں اور نہ کسی ایمان والی عورت کا، کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول...... ﷺ ...... کسی کام کا فیصلہ کر دیں، کہ اُن کے لیے، اس معاملے میں اختیار ہو]۔

ج: ارشادِ نبوی ﷺ:

"مَآ أَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَخُذُوْهُ، وَ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا." [3]

["جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں، تم اُسے تھام لو اور جس چیز سے میں تمہیں منع کروں، سو تم اس سے باز آ جاؤ۔"]

---

[1] سورة الحشر / جزء من الآية 7. [2] سورة الأحزاب / جزء من الآية 36.

[3] سنن ابن ماجه، أبواب السنة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ، رقم الحديث 1، ص 43 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. (ط: دار الصديق). شیخ البانی، شیخ جانباز اور شیخ عصام نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه 5/1؛ و إنجاز الحاجة 109/1؛ و هامش السنن ص 43).

د: علامہ ابن سمعانی لکھتے ہیں:

"مَتٰی ثَبَتَ الْخَبَرُ صَارَ أَصْلًا مِّنَ الْأُصُوْلِ، وَ لَا یَحْتَاجُ إِلٰی عَرْضِهٖ عَلٰی أَصْلٍ آخَرَ، لِأَنَّهٗ إِنْ وَّافَقَهٗ فَذَاكَ. وَ إِنْ خَالَفَهٗ فَلَا یَجُوْزُ رَدُّ أَحَدِهِمَا، لِأَنَّهٗ رَدٌّ لِّلْخَبَرِ بِالْقِیَاسِ، وَ هُوَ مَرْدُوْدٌ بِاتِّفَاقٍ، فَإِنَّ السُّنَّةَ الثَّابِتَةَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى الْقِیَاسِ بِلَا خِلَافٍ." [1]

["جب حدیث ثابت ہو جائے، تو وہ (دین کی) بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور اُسے کسی اور بنیاد پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اگر وہ (حدیث) اُس کے موافق ہوئی، تو پھر تو (بات) ٹھیک ہے اور اگر اس کے مخالف ہوئی، تو پھر اُن میں سے ایک کا ردّ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس طرح قیاس کے ساتھ حدیث کا ردّ کرنا ہے اور اس (یعنی قیاس) کے مردود ہونے پر اجماع ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، کہ سنتِ ثابتہ قیاس پر مقدم [2] ہے۔"]

ii: دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی اس حدیث کو روایت کرنا:

ا: اس حدیث کے روایت کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے منفرد اور تنہا نہیں۔ دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

- امام ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے،
- امام طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کے حوالے سے ایک دوسری سند کے ساتھ،
- امام ابویعلیٰ نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے،
- امام بیہقی نے عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے
- اور امام احمد نے صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] منقول از: فتح الباري 366/4.

[2] یعنی حدیث اور قیاس میں ٹکراؤ کی صورت میں حدیث کو لیا جائے گا اور قیاس کو چھوڑا جائے گا۔

[3] ملاحظہ ہو: فتح الباري 365/4.

ب: حافظ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

"هٰذَا الْحَدِيْثُ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَ ثُبُوْتِهٖ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ، وَ اعْتَلَّ مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ بِهٖ بِأَشْيَاءَ لَا حَقِيْقَةَ لَهَا." ❶

["روایت کے اعتبار سے اس حدیث کی صحت اور ثبوت پر اجماع ہے۔ اسے نہ لینے (یعنی نہ ماننے) والوں نے باتیں بنائی ہیں، جن کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔"]

تو کیا ان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیث کو بھی ......معاذ اللہ...... انہیں غیر فقیہ کہہ کر ردّ کیا جائے گا؟

iii: اس حدیث کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے فرمایا:

"مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ." ❷

["جس شخص نے (دودھ) روکی ہوئی بکری خریدی، تو اُسے واپس کر دیا، تو اُسے چاہیے، کہ اُس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔"]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے، جن کے بلند پایہ فقیہ ہونے کی شہادت کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے دی ہے، اُسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے، جسے بعض لوگ [راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ] کہہ کر ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد روّاس قلعہ جی لکھتے ہیں:

"مِمَّا لَا شَكَّ فِيْهِ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ كَانَ فَقِيْهًا مِّنَ الطِّرَازِ الْأَوَّلِ، شَهِدَ لَهٗ كِبَارُ الصَّحَابَةِ وَ عُلَمَاؤُهُمْ." ❸

---

❶ فتح الباري 365/4.

❷ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب النهي للبائع أن لا يحفِّلَ الإبل ......، جزء من رقم الرواية 2149، 361/4.

❸ ملاحظہ ہو: موسوعة فقه ابن مسعود رضی اللہ عنہ ص 24.

[''اس بات میں کوئی شک نہیں، کہ بلاشبہ عبداللہ بن مسعود صف اوّل کے فقیہ تھے۔ اُن کے متعلق (یہ) گواہی کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے علماء نے دی ہے۔'']

امام شعبی نے اُن کے بارے میں بیان کیا:

''لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَفْقَهَ أَصْحَابًا مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ.''[1]

[''محمد...... کریم ﷺ ...... کے صحابہ...... رضی اللہ عنہم...... میں سے کسی کے شاگرد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے بڑے فقیہ نہیں تھے۔'']

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ، بلکہ فقہ اہل عراق کی عموماً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ سے فیض یابی، کے متعلق ڈاکٹر قلعہ جی لکھتے ہیں:

''نَرَى أَنَّ فِقْهَ أَبِي حَنِيْفَةَ ......بَلْ فِقْهَ الْعِرَاقِ جُمْلَةً...... يَعُوْدُ فِي أُصُوْلِهٖ إِلَى فِقْهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ ، فَهُوَ الْعَمِيْدُ الْأَوَّلُ لِلْمَدْرَسَةِ، وَ غَارِسَ الْبُذُوْرَ الْأُوْلٰى فِيْهَا.''[2]

[''ہم دیکھتے ہیں، کہ فقہ ابی حنیفہ...... رحمہ اللہ...... بلکہ فقہ عراق عمومی طور پر...... اپنے اصول (وضوابط) کے اعتبار سے عبداللہ بن مسعود...... رضی اللہ عنہ...... کی فقہ کی طرف لوٹتی ہے۔ وہ ہی اس مدرسہ کے سربراہِ اوّل ہیں اور انہوں نے اس کے ابتدائی بیج بوئے۔'']

غور طلب بات یہ ہے، کہ اس بارے میں عظیم فقیہ صحابی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل درست ہے یا ان لوگوں کا؟

امام بخاری پر بھی اللہ تعالیٰ کی ان گنت رحمتیں ہوں، کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متصل بعد، اُسی باب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''أَوْرَدَ الْبُخَارِيُّ حَدِيْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَقِبَ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

---

[1] ''المصنف'' للإمام عبدالرزاق، کتاب الفرآئض، باب فرض الجد، جزء من الروایة 19066، (269/10).

[2] مُوْسُوْعَةُ فِقْهِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ص 26.

إِشَارَةً مِّنْهُ إِلَى أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَدْ أَفْتَى بِوِفْقِ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ . فَلَوْلَا أَنَّ خَبَرَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي ذٰلِكَ ثَابِتٌ لَّمَا خَالَفَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْقِيَاسَ الْجَلِيَّ فِيْ ذٰلِكَ...... رضی اللہ عنہما .... "❶

[''(امام) بخاری ابوہریرہ کی حدیث کے بعد ابن مسعود کی حدیث اپنی جانب سے یہ اشارہ کرنے کی خاطر لائے ہیں، کہ ابن مسعود نے ابوہریرہ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا۔ اگر اس بارے میں ابوہریرہ کی حدیث ثابت نہ ہوتی، تو اس بارے میں ابن مسعود [قیاس جلی] کو نہ چھوڑتے۔ رضی اللہ عنہما۔'']

iv: صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام کا اُن کی دیگر بظاہر خلافِ قیاس احادیث پر عمل:

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"وَ قَدْ عَمِلَ الصَّحَابَةُ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ بِحَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسَائِلَ كَثِيْرَةٍ تُخَالِفُ الْقِيَاسَ ، كَمَا عَمِلُوْا كُلُّهُمْ بِحَدِيْثِهٖ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، أَنَّهُ قَالَ:

لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَ لَا خَالَتِهَا. "❷❸

[''بے شک صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے بعد والے (اہلِ علم وفضل) لوگوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خلافِ قیاس احادیث پر بہت زیادہ مسائل میں عمل کیا، جیسے کہ اُن سب لوگوں نے اُن کی نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ حدیث پر عمل کیا، کہ بے شک آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''عورت کا نکاح نہ اُس کی پھوپھی اور نہ اُس کی خالہ پر کیا جائے۔'']

❶ فتح الباري 365/4.

❷ اسے حضراتِ ائمہ مالک، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الموطا، کتاب النکاح، باب ما لا یجمع بینہ من النساء، رقم الحدیث 20، 532/2؛ و صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأۃ علی خالتھا، 160/9؛ و صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ و عمتھا أو خالتھا في النکاح، رقم الحدیث 33-(1408)، 1028/2).

❸ سیر أعلام النبلاء 620/2.

حافظ ذہبی مزید رقم طراز ہیں:

"وَ عَمِلَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ الشَّافِعِيُّ وَ غَيْرُهُمَا بِحَدِيْثِهِ:
"أَنَّ مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ." [1]
مَعَ أَنَّ الْقِيَاسَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ: أَنَّهُ يُفْطِرُ، فَتَرَكَ الْقِيَاسَ لِخَبَرِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ."

["(امام) ابوحنیفہ اور (امام) شافعی اور اُن کے علاوہ دیگر (ائمہ) نے اُن کی (درجِ ذیل) حدیث پر عمل کیا:
"بے شک جس شخص نے بھول کر کھالیا، سو وہ اپنا روزہ مکمل کرے۔"]
اگرچہ (امام) ابوحنیفہ کے نزدیک قیاس یقیناً یہ ہے، کہ وہ روزہ کھول دے۔ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر قیاس کو چھوڑ دیا۔"]

"وَ هٰذَا مَالِكٌ عَمِلَ بِحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه فِيْ غَسْلِ الْإِنَاءِ سَبْعًا مِّنْ وُلُوْغِ الْكَلْبِ، [2] مَعَ أَنَّ الْقِيَاسَ عِنْدَهُ أَنْ لَا يُغْسَلَ لِطَهَارَتِهِ عِنْدَهُ."

["اور یہ کہ (امام) مالک، نے [کتے کے برتن میں منہ ڈالنے پر اُسے سات دفعہ دھونے) کے بارے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا، اگرچہ اُن کے نزدیک قیاس یہ ہے: کہ (برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کے باوجود) اس کے پاک ہونے کی بنا پر اُسے دھویا نہ جائے۔"]

---

[1] اس معنٰی کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا، رقم الحديث 1933، 155/4؛ و صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب أكل الناسي و شربه و جماعه لا يفطر، رقم الحديث 171-(1155)، 809/2).

[2] حضراتِ ائمہ مالک، بخاری اور مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الموطأ، كتاب الطهارة، باب جامع الوضوء، رقم الحديث 35، 34/1؛ و صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، رقم الحديث 172، 274/1؛ و صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، رقم الحديث 89-(279)، 234/1.

"بَلْ قَدْ تَرَكَ أَبُوْحَنِيْفَةَ الْقِيَاسَ لِمَا هُوَ دُوْنَ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ مَسْأَلَةِ الْقَهْقَهَةِ؛ لِذٰلِكَ الْخَبَرِ الْمُرْسَلِ." ❶❷

["بلکہ (امام) ابوحنیفہ نے قہقہہ کے مسئلہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کم حیثیت والی [خبرِ مرسل] کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا۔"]

v: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور اُن کی تمام روایات کی حجیت:

جس اساس اور بنیاد پر یہ ساری عمارت کھڑی کی گئی، ❸ وہ اصل اور اساس ہی درست نہیں۔ [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا غیر فقیہ ہونا] ایسے بیان کیا گیا، جیسے کہ یہ علمائے امت کی متفقہ رائے اور اُن کے ہاں ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ صورتِ حال قطعی طور پر ایسی نہیں۔ اہلِ علم وفضل کی ایک بڑی تعداد نے انہیں [فقیہ] اور اُن کی ہر قسم کی ثابت شدہ روایات کو حجت قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں پانچ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

ا: حافظ ذہبی اُن کے متعلق گفتگو کا آغاز حسبِ ذیل الفاظ سے کرتے ہیں:

"اَلْإِمَامُ الْفَقِيْهُ الْمُجْتَهِدُ الْحَافِظُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، أَبُوْهُرَيْرَةَ الدَّوْسِيُّ الْيَمَانِيُّ، سَيِّدُ الْحُفَّاظِ الْأَثْبَاتِ." ❹

["امام فقیہ مجتہد حافظ، رسول اللہ ﷺ کے صحابی، ابوہریرہ دوسی یمانی، نہایت پختہ (یادداشت والے) حفاظ حضرات کے سردار۔"]

---

❶ اس روایت کو ابوالعالیہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا اور وہ تابعی ہیں۔ اسی لیے یہ [روایت مرسل] ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، کہ ایک نابینا شخص آیا اور کنویں میں گر گیا۔ بعض صحابہ ہنسنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے پر ہنسنے والے صحابہ کو وضو اور نماز دہرانے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب الضحك و التبسم في الصلاة، رقم الرواية 3760، 376/2).

❷ سیر أعلام النبلآء 620/2-621.

❸ [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے غیر فقیہ ہونے کی بنا پر اُن کی خلافِ قیاس روایات کا مسترد کیا جانا]۔

❹ سیر أعلام النبلآء 578/2.

❀ امام ابن سعد نے زیاد بن مینا سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَأَبُوْسَعِيْدٍ، وَأَبُوْهُرَيْرَةَ، وَجَابِرٌ، مَعَ أَشْبَاهٍ لَّهُمْ يُفْتُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ، وَيُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ لَّدُنْ تُوُفِّيَ عُثْمَانُ إِلٰى تُوُفُّوْا."

قَالَ: "وَهٰٓؤُلَاءِ الْخَمْسَةُ إِلَيْهِمْ صَارَتِ الْفَتْوٰى." ❶ رضی اللہ عنہم.

[''ابن عباس، ابن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ اور جابر اپنے ہم پلہ حضرات کے ہمراہ عثمان رضی اللہ عنہم کی وفات سے لے کر اپنی اپنی وفات تک مدینہ (طیبہ) میں فتویٰ دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرتے تھے۔''

انہوں (یعنی زیاد بن میناء) نے (یہ بھی) بیان کیا:

''اُن پانچ ہی کے پاس فتویٰ تھا۔'' (یعنی اُس دور میں مسندِ فتویٰ انہی پانچ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھی)۔'']

اب جو شخصیت خیر القرون میں اُن پانچ علمائے امت میں سے ایک ہو، جن ہی کا فتویٰ بائیس یا تئیس یا چوبیس سالوں کی طویل مدت تک ❷ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جاری وساری رہا ہو، کیا وہ غیر فقیہ ہوں گے؟

ب: حافظ ذہبی ہی لکھتے ہیں:

"اِحْتَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ قَدِيْمًا وَّ حَدِيْثًا بِحَدِيْثِهٖ، لِحِفْظِهٖ وَ جَلَالَتِهٖ وَ إِتْقَانِهٖ وَ فِقْهِهٖ. وَ نَاهِيْكَ أَنَّ مِثْلَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما يَتَأَدَّبُ مَعَهٗ، وَ يَقُوْلُ:

"أَفْتِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!" ❸

---

❶ متن میں ذکر کردہ روایت حافظ ذہبی نے طبقات ابن سعد سے قدرے اختصار کے ساتھ نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرىٰ 372/2؛ و سير أعلام النبلآء 2/606-607).

❷ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 35ھ میں شہید کیے گئے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ یا 58ھ یا 59ھ میں فوت ہوئے۔ اس طرح اُن کی مدتِ افتاء 22 یا 23 یا 24 سال بنتی ہے۔

❸ سير أعلام النبلآء 609/2.

[''اہلِ اسلام نے گزشتہ اور موجودہ زمانے میں اُن کی (عظیم) یادداشت، بزرگی، پختگی اور فقاہت کی بنا پر اُن کی احادیث کو بطورِ حجت تسلیم کیا ہے۔ تمہارے لیے (ابوہریرہ کی شان و عظمت کو سمجھنے کے لیے) یہی بات بہت کافی ہے، کہ ابن عباس ایسے (عظیم فقیہ) اُن کا احترام کرتے ہیں اور (اُن سے) کہتے ہیں:

''اے ابوہریرہ! فتویٰ دیجیے۔''] (یعنی خود فتویٰ دینے کی بجائے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اپنی موجودگی میں فتویٰ دینے کی فرمائش کرتے)۔ رضی اللہ عنہم.

ج: حافظ ذہبی ہی نے قلم بند کیا ہے:

''وَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ...... رضی اللہ عنہ...... إِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِيْ حِفْظِ مَا سَمِعَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ علیہ السلام وَ أَدَائِهِ بِحُرُوْفِهِ. وَ قَدْ أَدّٰى حَدِيْثَ الْمُصَرَّاةِ بِأَلْفَاظِهِ، فَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِ، وَ هُوَ أَصْلٌ بِرَأْسِهِ.'' [1]

[''رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے سُنی ہوئی بات یاد رکھنے اور اسے حرفاً حرفاً ادا کرنے میں ابوہریرہ...... رضی اللہ عنہ...... ہی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے حدیث مصراۃ [2] کو بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ پہنچایا، جن کے ساتھ انہوں نے سنا تھا، ہم پر لازم ہے، کہ ہم اس پر عمل کریں اور وہ بجائے خود (حدیث روایت کرنے میں) حجت (اور اتھارٹی) ہیں۔'']

د: علامہ محمد عبدالحلیم لکھنوی لکھتے ہیں:

'' إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ...... رضی اللہ عنہ...... فَقِيْهٌ، صَرَّحَ بِهٖ ابن الْهُمَامِ فِيْ التَّحْرِيْرِ. كَيْفَ لَا، وَهُوَلَا يَعْمَلُ بِفَتْوَى غَيْرِهٖ، وَكَانَ يُفْتِيْ فِيْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ ، وَكَانَ

[1] سیر أعلام النبلآء 619/2.

[2] یعنی دودھ روکے ہوئے جانور کے متعلق حدیث۔

يُعَارِضُ أَجِلَّةَ الصَّحَابَةِ كَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ." ❶

[" بے شک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ...... فقیہ ہیں، (علامہ) ابن الہمام نے (اپنی کتاب) [التحریر] میں (اس بات کی) صراحت فرمائی ہے۔ (اور وہ مفتی) کیونکر نہیں، وہ کسی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے، (بلکہ) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور جلیل القدر صحابہ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اختلاف کیا کرتے تھے۔]

اس بارے میں علامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَ نَحْنُ نَقُوْلُ إِنَّ الْخَبَرَ يَقِيْنٌ وَّ التَّغْيِيْرُ مِنَ الرَّاوِيْ بَعْدَ ثُبُوْتِ عَدَالَتِهِ وَ ضَبْطِهِ مَوْهُوْمٌ، وَ الظَّاهِرُ أَنَّهُ يَرْوِيْ كَمَا سَمِعَ. وَ لَوْ غَيَّرَ يُغَيِّرُ عَلٰى وَجْهٍ لَّا يَتَغَيَّرُ الْمَعْنٰى، فَإِنَّ الصَّحَابَةَ عُدُوْلُ الْأُمَّةِ ." ❷

[اور ہم کہتے ہیں، کہ (صحابی کی روایت کردہ) حدیث یقینی ہے اور راوی کی عدالت اور ضبط کے ثبوت کے بعد، اُن کی جانب سے معنیٰ کا تبدیل ہونا ایک وہمی بات ہے۔ ظاہر (بات) تو یہی ہے، کہ (روایت کرنے والے) صحابی نے جیسے سُنا، ویسے ہی روایت کیا۔ اگر وہ اس (روایت کردہ حدیث) میں کچھ تبدیلی بھی کرتے ہیں، تو اس طرح، کہ اس کے معنیٰ میں تغیّر وتبدّل نہ ہو، کیونکہ (حضرات) صحابہ (رضی اللہ عنہم تو) امت کی جانب سے عادل قرار دیئے گئے ہیں]۔

ہ: نورالانوار کے حاشیہ میں [جواب سوال] کے زیرِ عنوان تحریر کیا گیا ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: حاشیہ قمر الأقمار للعلامة الكهنوي، ص 183، رقم 4.

❷ ملاحظہ ہو: حاشية قمر الأقمار على نور الأنوار، رقم الهامش 2، ص 184. نیز ملاحظہ ہو: أحسن الحواشي على أصول الشاشي، رقم الهامش 2، ص 76 للشيخ محمد بركت الله رضا الكهنوي.

"إِنَّ تَرْكَ الْعَمَلِ بِحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه لَيْسَ إِلَّا نِسْبَةُ الْجَهْلِ إِلَى السَّلَفِ وَاسْتِحْقَاقُهُمْ ، وَهُوَ كُفْرٌ ." ❶

["ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کو چھوڑنا تو اُمت کے پہلے لوگوں کی جانب جہالت منسوب کرنے اور انہیں حقارت کی نگاہ کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں اور ایسا کرنا کفر ہے۔"]

ہ: شیخ ارناؤوط کا بیان:

وہ لکھتے ہیں:

"وَفِيْ قَوْلِهِمْ: "أَبُوْهُرَيْرَةَ غَيْرُ فَقِيْهٍ." نَظَرٌ ظَاهِرٌ ، فَإِنَّهُ رضي الله عنه فَقِيْهٌ مُجْتَهِدٌ لَا شَكَّ فِيْ فَقَاهَتِهٖ . فَقَدْ كَانَ يُفْتِيْ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَبَعْدَهُ ، وَكَانَ يُعَارِضُ ابْنَ عَبَّاسٍ - رضي الله عنهما - وَفَتْوَاهُ ، كَمَا فِي الْخَبَرِ الصَّحِيْحِ أَنَّهُ خَالَفَ ابْنَ عَبَّاسٍ فِيْ عِدَّةِ الْحَامِلِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا ، حَيْثُ حَكَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِأَبْعَدِ الْأَجَلَيْنِ ، وَحَكَمَ هُوَ بِوَضْعِ الْحَمْلِ .

وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ رحمه الله عَمِلَ بِحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: "مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ" مَعَ أَنَّ الْقِيَاسَ عِنْدَهُ أَنَّهُ يُفْطِرُ ، فَتَرَكَ الْقِيَاسَ لِخَبَرِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ." ❷

["اُن کی بات: [ابوہریرہ - رضی اللہ عنہ - غیر فقیہ]، میں خلل واضح ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ فقیہ مجتہد ہیں، اُن کی فقاہت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یقیناً وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ (مبارک) اور اُس کے بعد فتویٰ دیتے تھے۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان

---

❶ ص: 183.

❷ هامش سير أعلام النبلاء، رقم الهامش 1، 619/2. شیخ ارناؤوط لکھتے ہیں: (اس سلسلے میں) علامہ محمد بخیت مطیعی کا حاشیہ "سلّم الوصول" 767/3، 769 ملاحظہ فرمایئے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق).

کے فتویٰ کا معارضہ کرتے تھے، جیسا کہ صحیح روایت میں ہے،[1] کہ بے شک انہوں نے حمل والی خاتون کی، خاوند کی وفات پر، عدّت کی مدت میں اختلاف کیا۔ ابن عباس...... رضی اللہ عنہما...... کی رائے میں زیادہ دیر والی مدت عدت تھی[2] اور انہوں نے بچے کی ولادت کو (عدت قرار دیا)۔''

(امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی (روایت کردہ) حدیث پر عمل کیا: ''جو بھول کر کھائے، وہ اپنے روزے کو مکمل کرے''، اگرچہ اُن کے نزدیک قیاس یہ ہے، کہ وہ روزہ افطار کردے۔ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا۔'']

vi: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کی سنگینی:

امام ابوزرعہ رازی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید و تنقیص کے حوالے سے ایک نہایت ہی سنگین بات کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاعْلَمْ أَنَّهٗ زِنْدِيْقٌ، وَ ذٰلِكَ أَنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ عِنْدَنَا حَقٌّ، وَ الْقُرْآنَ حَقٌّ. وَ إِنَّمَا أَدّٰى إِلَيْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ وَ السُّنَنَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. وَ إِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّجْرَحُوْا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوْا الْكِتَابَ وَ السُّنَّةَ، وَ الْجَرْحُ بِهِمْ أَوْلٰى، وَ هُمْ زَنَادِقَةٌ.''[3]

[''جب تم کسی شخص کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کی شان

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، و غيرها بوضع الحمل، رقم الحديث 56-(1484)، 1122/2.

[2] بچے کی ولادت اور چار ماہ دس دن، دونوں میں سے، جو بات بعد میں ہوگی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے میں وہ ہی ایسی خاتون کی عدت ہوگی۔

[3] منقول از: ''كتاب الكفاية في علم الرواية'' ص 97.

گھٹاتے ہوئے دیکھو، تو سمجھ لو، کہ یقیناً وہ ملحد ہے۔ یہ اس لیے، کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے نزدیک برحق ہیں اور قرآن (کریم) برحق ہے اور یقیناً حضراتِ صحابہ نے کتاب وسنت ہم تک پہنچائی۔ یہ لوگ کتاب وسنت کو ناحق (باطل) ثابت کرنے کی غرض سے ہمارے (کتاب وسنت کے پہنچانے والے) گواہوں کو ردّ وقدح کا نشانہ بناتے ہیں۔ ردّ وقدح (خود) اُن ہی کے لیے زیادہ مناسب ہے اور وہ ملحد ہیں۔''[

vii: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بے ادبی پر فوری عذاب:

حافظ ابوسعد سمعانی نے اپنی سند کے ساتھ قاضی ابوطیب سے روایت کیا، کہ بے شک:

"كُنَّا فِيْ مَجْلِسِ النَّظَرِ بِجَامِعِ الْمَنْصُوْرِ، فَجَآءَ شَابٌّ خُرَاسَانِيٌّ، فَسَأَلَ عَنْ مَسْأَلَةِ الْمُصَرَّاةِ؛ فَطَالَبَ الدَّلِيْلَ، حَتَّى اسْتُدِلَّ بِالْحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ الْوَارِدِ فِيْهَا."

[''ہم جامع منصور میں (دینی مسائل میں غور و) فکر کی مجلس میں تھے، کہ ایک خراسانی نوجوان نے آ کر [دودھ روکے ہوئے جانور] کے مسئلہ کے متعلق استفسار کرتے ہوئے دلیل کا مطالبہ کیا۔

اس بارے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بطورِ دلیل پیش کی گئی، تو:

"قَالَ -وَكَانَ حَنَفِيًّا-:

"أَبُوْهُرَيْرَةَ غَيْرُ مَقْبُوْلِ الْحَدِيْثِ."

[''اس نے کہا......اور وہ حنفی تھا......:

''ابوہریرہ......رضی اللہ عنہ کی حدیث ناقابلِ قبول ہے۔''[

"فَمَا اسْتَتَمَّ كَلَامَهُ، حَتّٰى سَقَطَ عَلَيْهِ حَيَّةٌ عَظِيْمَةٌ مِّنْ سَقْفِ الْجَامِعِ، فَوَثَبَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِهَا، وَهَرَبَ الشَّابُّ مِنْهَا، وَهِيَ تَتْبَعُهُ."

''اس نے ابھی اپنی گفتگو مکمل بھی نہیں کی تھی، کہ جامع [مسجد] کی چھت سے اس پر ایک بہت بڑا اژدہا گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے کودے (یعنی نہایت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے)، نوجوان بھی (خوف سے) اُس سے بھاگا اور وہ اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔''

فَقِيلَ لَهُ: "تُبْ، تُبْ."

اس (نوجوان) سے کہا گیا: ''توبہ کرو، توبہ کرو۔''

فَقَالَ: "تُبْتُ."

اُس نے کہا: ''میں توبہ کرتا ہوں۔''

فَغَابَتِ الْحَيَّةُ، فَلَمْ يُرَ لَهَا أَثَرٌ."

''اژدہا غائب ہو گیا اور اُس کا (وہاں) کوئی نام ونشان نہ رہا۔''

حافظ ذہبی اس واقعہ کی سند کے متعلق لکھتے ہیں: "إِسْنَادُهَا أَئِمَّةٌ." [1]

[''اس قصہ کے روایت کرنے والے ائمہ ہیں۔'']

❀ اس حدیث کا [خُماسی] ہونا:

اس حدیث کی سند میں امام بخاری اور نبی کریم ﷺ کے درمیان پانچ اشخاص: احمد بن اشکاب، محمد بن فُضَیل، عُمارۃ بن القعقاع، ابوزُرعہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایسی حدیث [خُمَاسِیْ] کہلاتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے، کہ صحیح البخاری میں سب سے طویل سند والی حدیث میں امام بخاری اور نبی کریم ﷺ کے درمیان نو اشخاص ہیں اور اُسے [تُسَاعِيْ] [2] کہا جاتا ہے۔

صحیح البخاری میں سب سے کم اشخاص والی حدیث وہ ہے، جس میں اُن کے اور

---

[1] سیر أعلام النبلآء 618/2-619.

[2] ایسی حدیث [یاجوج و ماجوج والی حدیث] ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب يأجوج و مأجوج، رقم الحديث 7135، 106/13).

نبی کریم ﷺ کے درمیان تین اشخاص ہیں۔ ایسی حدیث کو [ثُلاثی] کہتے ہیں۔ صحیح البخاری میں ایسی احادیث کی تعداد بائیس ہے۔ ❶

صحیح مسلم، سنن ابی داؤد ❷ اور سنن نسائی میں کوئی ثلاثی حدیث نہیں۔ جامع الترمذی میں ایک اور سنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی احادیث، ایک ہی ضعیف سند کے ساتھ ہیں۔ ❸
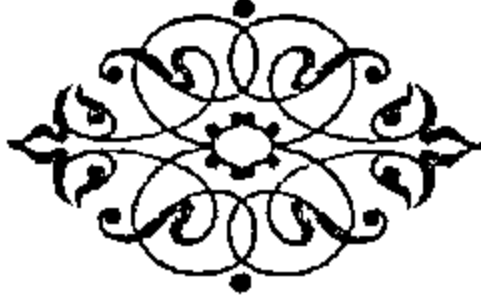
❶ ملاحظہ ہو: الفوائد الدراري في ترجمة الإمام البخاري ص 72، و ص 217.

❀ علمائے امت نے صحیح بخاری کی [ثـلاثيات] کی شرح میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شیخ ابو معاذ الشریف الفيفي نے گیارہ شروح اور ان کے مولفین کے نام تحریر کیے ہیں۔ انہی میں سے [ثُـلاثيات البخاري] ملا علی القاری اور [إِنعام المُنْعِم البَاري] شیخ عبدالصبور الملتاني ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تعليقات القاري على ثـلاثيـات البـخاري، و إنعام المنعم الباري؛ و دراسة و تحقيق للشيخ أبي معاذ الشريف الفيفي علىٰ تعليقات القاري ص 75- 77).

❷ یہ بھی کہا گیا ہے، کہ سنن ابی داؤد میں ایک [ثلاثی] حدیث ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق، ص 73، هامش 2).

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص 71.

متن الحدیث

✿ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

انہوں نے بیان کیا: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ،

خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ،

ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.“

[”دو جملے رحمان کو نہایت پیارے،

زبان پر بہت ہلکے،

میزان میں بہت بھاری:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.“]

متنِ حدیث کی شرح

✿ (كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ):

(كَلِمَتَانِ)

[كَلِمَةٌ] کا تثنیہ۔

[كَلِمَةٌ] کے دو معانی:

i: ایک لفظ جو ایک معنٰی پر دلالت کرے۔

ii: ایسا کلام یا جملہ، جو مکمل معنٰی پر دلالت کرے، جیسے [كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ] سے مراد [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ہے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو: المعجم الوسیط، [”اَلْكَلِمَةُ“، وَ ”اَلْكِلْمَةُ“]، ص 796.

یہاں [كَلِمَةٌ] سے مراد دو الفاظ نہیں، بلکہ دو جملے ہیں۔ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"أَيْ: كَلَامَانِ، وَ تُطْلَقُ الْكَلِمَةُ عَلَيْهِ، كَمَا يُقَالُ: كَلِمَةُ الشَّهَادَةِ." ❶

["یعنی دو جملے۔ کلمہ (کا لفظ) [جملے] کے معنیٰ پر دلالت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے کہ [كَلِمَةُ الشَّهَادَةِ] ❷ ہے۔"]

اور اسی طرح [كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ] ❸ ہے۔

(حَبِيْبَتَانِ)

[حَبِيْبَةٌ] کا تثنیہ ہے اور [فَعِيْلَةٌ] کے وزن پر ہے۔

[فَعِيْلَةٌ] [فاعل] اور [مفعول] دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے [رَجُلٌ قَتِيْلٌ].

[یہ: [قتل کرنے والے مرد]

اور [قتل کیے گئے مرد]،

دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دونوں میں سے ایک معنیٰ کا تعیّن سیاق و سباق سے ہوتا ہے۔ اس مقام پر [مفعول] کے معنیٰ میں لایا گیا ہے۔

اس اعتبار سے حسبِ ذیل دو معانی محدثین نے ذکر کیے ہیں:

1: ان کلمات کا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہونا۔

2: ان کے کہنے والے کا اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا۔

1: علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"وَ [الْحَبِيْبَتَانِ]: اَلْمَحْبُوْبَتَانِ بِمَعْنَى الْمَفْعُوْلِ لَا بِمَعْنَى الْفَاعِلِ." ❹

["اور [اَلْحَبِيْبَتَانِ] دو بہت پیارے (جملے) مفعول کے معنیٰ میں ہے، فاعل کے

---

❶ شرح الكرماني 249/23. نیز ملاحظہ ہو: عون الباري 606/6.

❷ مراد [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ -ﷺ-] ہے۔

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري 540/13. اور [كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ] سے مراد [لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ -ﷺ-] ہے۔

❹ نیز ملاحظہ ہو: عون الباري 607/6.

معنٰی میں نہیں۔''] (یعنی یہ مراد نہیں، کہ دو پیار کرنے والے جملے)۔

"أَوِ الْمُرَادُ قَآئِلُهَا ." ❶

[''یا مراد یہ ہے، کہ اُن کے کہنے والا (رحمٰن کو بہت پیارا ہے)۔'']

ب: حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے:

"أَيْ [مَحْبُوْبَتَانِ]، وَ الْمَعْنٰى مَحْبُوْبٌ قَآئِلُهُمَا ." ❷

[''یعنی [مَحْبُوْبَتَانِ]، معنٰی یہ ہے، کہ اُن دونوں کے کہنے والا (رحمٰن کو) بہت پیارا ہے۔'']

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: [فَعِیْلٌ] کے وزن پر لفظ، جب [مفعول] کے معنٰی میں ہو، تو اس میں مذکر و مونث لانا، دونوں درست ہوتے ہیں، تو پھر [حَبِیْبَتَانِ] کے ساتھ [تائے تانیث] کیوں استعمال کی گئی، یعنی اس کی بجائے [حَبِیْبَانِ] کیوں نہیں کہا گیا؟ ❸

چار جوابات: حضرات محدثین کے بیان کردہ جوابات میں سے چار حسبِ ذیل ہیں:

ا: ایسی صورت میں مذکر استعمال کرنا جائز ہے، واجب نہیں۔ اس لیے [حَبِیْبَتَانِ] میں [تائے تانیث] کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ب: [خَفِیْفَتَانِ] اور [ثَقِیْلَتَانِ] دونوں [فاعل] کے معانی میں استعمال کیے گئے ہیں۔

[دونوں (زبان) پر بہت ہلکے]، [دونوں (میزان) میں بہت بھاری]۔

اور [فَعِیْلٌ] جب [فاعل] کے معنٰی میں ہو، تو [صفت] ہونے کی صورت میں اس کی [اپنے موصوف] کے ساتھ تذکیر و تانیث میں موافقت ضروری ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں الفاظ: [خَفِیْفَتَانِ] اور [ثَقِیْلَتَانِ] پر تو [تائے تانیث] آنا ہی تھا۔ [حَبِیْبَتَانِ] پر ان دونوں کے ساتھ استعمال کیے جانے کے سبب [تائے تانیث] لائی گئی۔

---

❶ شرح الكرماني 249/23. ❷ فتح الباري 540/13. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 547/17.
❸ ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 249/23.

ج: اسم [حَبِيبَان] کو [وصف] سے [اسم بنایا گیا اور لفظ کو [وصف] سے [اسم] بنانے کی غرض سے [التّاء] متعلقہ لفظ کے آخر میں استعمال کی جاتی ہے۔

د: بسا اوقات [تاء] کو اس لفظ کے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے، جو واقع نہ ہوا ہو، جیسے کہ کہا جاتا ہے:

[خُذْ ذَبِيْحَتَكَ] [اپنی ذبح کی جانے والی (بکری وغیرہ) پکڑو۔]

یعنی وہ جانور جو ابھی ذبح نہیں کیا گیا۔

جب جانور ذبح ہو جائے، تو اس کے لیے [ذَبِيْح] کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ❶

[الرَّحْمٰن]

(الـرَّحْمٰن) کے متعلق حضراتِ مفسرین نے بہت کچھ اور خوب لکھا ہے۔ جَـزَاهُـمُ الـلّٰـهُ تَـعَالٰى عَنِ الْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا. اسی میں سے پانچ باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

i: لفظِ [الرَّحْمٰن] کا اشتقاق:

i: [الرَّحْمٰن] کا لفظ [الرَّحْمَة] سے مشتق ہے۔ ❷ بعض علماء نے اس کے اشتقاق کی نفی کی ہے، کیونکہ یہ اُن اسمائے مبارکہ سے ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہیں اور اُن کے علاوہ کسی اور کے لیے بولے نہیں جاتے۔ جمہور علماء نے اُن کی تردید کی ہے۔ اسی سلسلے میں علامہ ابن حصار لکھتے ہیں:

[(الرحمٰن) کے] اشتقاق کے دلائل میں سے (ایک) وہ (حدیث) ہے، جسے (امام) ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا اور اُسے [صحیح] قرار دیا، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ یقیناً انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

❶ منحة الباري 443/6. نیز ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 250/23؛ و اللامع الصبيح 546/17؛ و فتح الباري 540/13.

❷ ملاحظہ ہو: الكشّاف 41/1؛ و زاد المسير 9/1؛ و تفسير القرطبي 103/1-104.

فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

''أَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنَ اسْمِي. فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ.''❶

ترجمہ: [''میں [الرحمٰن] ہوں، میں نے [رحم] کو پیدا کیا اور اس کے لیے نام اپنے نام سے لیا۔ پس جس شخص نے اُسے ملایا، میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اُسے توڑا، میں اُسے توڑوں گا۔'']

علامہ رحمہ اللہ اس کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''فَهٰذَا نَصٌّ فِي الْاِشْتِقَاقِ، فَلَا مَعْنٰى لِلْمُخَالَفَةِ وَ الشِّقَاقِ.''❷

ترجمہ: [''پس یہ اشتقاق (یعنی [الرحمٰن] کے مشتق ہونے) کی قطعی دلیل ہے، اس کے بعد اختلاف برائے اختلاف کا کوئی جواز نہیں۔'']

ii: لفظِ [الرَّحْمٰن کا وزن]:

[الرحمٰن] [فَعْلَانُ] کے وزن پر ہے، جس میں مبالغہ (یعنی زیادہ ہونے) کا معنٰی ہوتا ہے، جیسے مَلّآن، ❸ شَبْعَان، ❹ غَضْبَان، ❺ سَکْرَان❻ کے الفاظ ہیں۔❼

---

❶ ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب البر و الصلة، باب ما جآء في قطيعة الرحم، رقم الحديث 1972، 28/6-29. امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 29/6؛ و صحيح سنن الترمذي 177/2).

تنبیہ: جامع الترمذی میں (أَنَا الرَّحْمٰنُ) سے پہلے (أَنَا اللّٰهُ) بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 29/6).

❷ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي 103/1-104.

❸ بہت زیادہ بھرا ہوا۔

❹ بہت زیادہ سیر ہو کر کھانے والا۔

❺ بہت سخت غصے والا۔

❻ نہایت شدید نشے والا۔

❼ ملاحظہ ہو: تفسير الكشاف 41/1؛ و زاد المسير 9/1؛ و تفسير أبي السعود 11/1؛ و تفسير التحرير و التنوير 172/1؛ و فتح القدير 29/1.

iii: لفظِ [الرحمٰن کے معانی]:

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

"ذُو الرَّحْمَةِ الَّتِي لَا نَظِيْرَ لَهُ فِيْهَا." ❶

["ایسی رحمت والے، کہ اس میں اُن کا کوئی مثیل نہیں۔"] (بے مثل رحمت والے)

iv: لفظِ [الرَّحْمٰن] اور لفظِ [الرَّحِيْم] میں فرق:

علمائے امت نے اس بارے میں خوب تفصیل بیان کی ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی خَيْرَ الْجَزَاءِ. اسی میں سے چار باتیں حسبِ ذیل ہیں:

ا: [الرَّحْمٰن] میں مبالغہ [یعنی رحمت کی فراوانی زیادہ] ہے۔ علامہ زمخشری رقم طراز ہیں:

"وَ فِيْ [الرَّحْمٰنِ] مِنَ الْمُبَالَغَةِ مَا لَيْسَ فِيْ [الرَّحِيْمِ]." ❷

["[الرحمٰن] میں جو مبالغہ ہے، وہ [الرحیم] میں نہیں۔"]

ب: [الرحمٰن] میں رحمتِ عامہ اور [الرحیم] میں رحمتِ خاصہ ہوتی ہے۔ اس بارے میں امام خطابی رقم طراز ہیں:

"[فَالرَّحْمٰنُ] ذُوا الرَّحْمَةِ الشَّامِلَةِ الَّتِيْ وَسِعَتِ الْخَلْقَ فِيْ أَرْزَاقِهِمْ وَ مَصَالِحِهِمْ، وَ عَمَّتِ الْمُؤْمِنَ وَ الْكَافِرَ.

وَ [الرَّحِيْمُ] خَاصٌّ بِالْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ ❸ ❹."

ترجمہ: ["پس [الرحمٰن] ایسی جامع رحمت والے، جو کہ ساری مخلوق کو اُن کے رزق اور اُن کے مصالح کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور وہ مومن و

❶ زاد المسير 9/1.

❷ الكشّاف 41/1. نیز ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود 11/1؛ و فتح القدير 29/1؛ و تفسير التحرير و التنوير 172/1. ❸ سورة الأحزاب / جزء من الآية 43.

❹ منقول از: زاد المسير 9/1. نیز ملاحظہ ہو: علامہ ابو علی فارسی اور علامہ عزرمی کے اقوال: (تفسير القرطبي 105/1؛ و فتح القدير 29/1.)

کافر (سب) کے لیے عام ہے

اور [الرحیم] اہلِ ایمان کے ساتھ خاص (یعنی اُن کے لیے مخصوص رحمت والے)، (اللہ) عزوجل نے فرمایا:

(ترجمہ: اور ہمیشہ سے ایمان والوں کے ساتھ نہایت مہربان ہیں]۔''

ج: [الرحمٰن] اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ کسی اور کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا۔

علامہ قرطبی تحریر کرتے ہیں:

اکثر علماء کی رائے میں [الرحمٰن] اللہ عزوجل کے لیے مختص ہے، کسی اور کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ [1]

ترجمہ: [کہہ دیجیے اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمٰن کو)۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے [الرحمٰن] کو [اللہ] کے ساتھ (ذکر) کیا اور لفظ [اللہ] (کے استعمال) میں کوئی اُن کا شریک نہیں (لہٰذا اسی طرح لفظ [الرحمٰن] کے استعمال میں بھی اُن کا کوئی شریک نہیں)۔

مُسَیلمہ کذّاب ......لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی...... نے حد کو تجاوز کرتے ہوئے اپنا نام [رَحْمَانُ الْیَمَامَة] رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھتے ہی اُسے [کذّاب] کا لقب سنایا۔ اگرچہ ہر کافر جھوٹا ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اسے اس طرح چپکا دیا، کہ وہ اس کا مشہور و معروف نام ہو گیا۔ [2]

د: لفظ [الرحمٰن] کا تثنیہ اور جمع نہیں۔ علامہ قرطبی جمہور علمائے امت کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَ مَعْنَاهُ: "ذُوْ الرَّحْمَةِ الَّذِي لا نَظِيْرَ لَهُ فِيْهَا. فَلِذٰلِكَ لا يُثَنّٰى

---

[1] سورة الإسراء (بني إسرائيل) / جزء من الآية 110.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي 106/1. نیز دیکھیے: الكشّاف 42/1؛ و تفسير أبي السعود 11/1؛ و فتح القدير 29/1؛ و تفسير التحرير و التنوير 172/1.

وَ لا یُجْمَعُ کَمَا یُثَنّٰی [الرَّحِیْمُ] وَ یُجْمَعُ ."①

[''اور اس کا معنٰی: ایسی رحمت والے کہ اُن کا اُس (رحمت) میں کوئی مثیل نہیں، اسی لیے اس کا تثنیہ ہے اور نہ جمع، بخلاف [الرحیم] کے، کہ اس کے تثنیہ اور جمع (دونوں) ہیں۔'']

V: لفظِ [الرحمٰن] لانے کی حکمت:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا بیان کرنا مقصود ہے، کہ وہ بہت تھوڑے عمل پر نہایت زیادہ ثواب دیتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے [اسمائے حسنٰی] میں سے اس مقام کے لیے مناسب ترین اسم مبارک [الرحمٰن] استعمال فرمایا۔

شیخ الاسلام ابو یحییٰ انصاری لکھتے ہیں:

"خَصَّصَ بِهٖ دُوْنَ سَائِرِ الْأَسْمَآءِ، لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْحَدِیْثِ بَیَانُ سِعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی عِبَادِهٖ حَیْثُ یُجَازِيْ عَلَی الْعَمَلِ الْقَلِیْلِ بِالثَّوَابِ الْکَثِیْرِ ."②

[''آنحضرت ﷺ دیگر اسمائے حسنٰی) کی بجائے اسی (اسم مبارک [الرحمٰن]) کو یہاں لائے، کیونکہ حدیث کا مقصود اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر وسیع رحمت کو بیان کرنا ہے، کہ وہ بہت تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب عطا فرماتے ہیں۔'']

اس اسلوب کے سات قرآنی شواہد:

یہ اسلوب قرآن کریم میں بہت زیادہ مقامات میں ہے۔ ذیل میں سات مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾③

① تفسیر القرطبي 104/11.

② منحة الباري 443/6. نیز ملاحظہ ہو: شرح الکرماني 250/23؛ و اللامع الصبیح 546/17؛ و فتح الباري 540/13.

③ سورة نوح –عليه السلام– / جزء من الآية 10.

ترجمہ: [اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بہت زیادہ مغفرت فرمانے والے ہیں۔]

اور یہ اسلوب بدیع کی خوبیوں میں سے ہے،[1] کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بات کرتے ہوئے، اُن کے اسی اسم مبارک کا ذکر کیا جائے، جس کا تعلق، کی جانے والی گفتگو سے ہو۔ آیت کریمہ میں رب تعالیٰ سے [مغفرت طلب کرنے] کا حکم ہے۔

اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک [غَفَّارًا] ذکر کیا گیا، کہ وہ بہت زیادہ مغفرت فرمانے والے ہیں۔

ب: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾[2]

ترجمہ: [اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُن کی تسبیح کیجیے۔ بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والے ہیں]۔

ج: ﴿وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾[3]

ترجمہ: [اور تم اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اُن کی طرف پلٹ آؤ۔ بے شک میرے رب نہایت رحم والے بہت محبت کرنے والے ہیں۔]

د: ﴿وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[4]

ترجمہ: [اور تم اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والے نہایت رحم والے ہیں۔]

ہ: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[5]

ترجمہ: [کہہ دیجیے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، تو تم میری پیروی کرو، اللہ

---

[1] ملاحظہ ہو: عون الباري 607/6.

[2] سورة النصر / الآية 3.

[3] سورة هود - عليه السلام - / الآية 90.

[4] سورة المزمل / جزء من الآية 20.

[5] سورة آل عمران / الآية 31.

تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمھیں تمہارے گناہ بخش دیں گے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان ہیں]۔

و: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [1]

ترجمہ: [کہہ دیجیے: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہی تو نہایت بخشنے والے، بے حد رحم والے ہیں۔]

ز: ﴿أَفَلَا يَتُوْبُوْنَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [2]

ترجمہ: [تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب نہیں پلٹتے اور اُن سے بخشش نہیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں۔]

❀ [خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ]

[زبان پر دونوں بہت ہلکے ہیں۔]

اس جملے کے حوالے سے تین باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

i: ترتیبِ عبارت کی حکمت:

نبی کریم ﷺ نے اس سے پہلے [حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ] اور اس کے بعد [ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ] ذکر فرمایا۔

یہ ترتیب واقع کے عین مطابق ہے، ربِّ رحمٰن کی محبت پہلے سے ہے۔ بندے کی زبان پر ان دونوں جملوں کا بہت ہلکا ہونا دور بعد کی بات ہے، کیونکہ خود بندے کا وجود بہت بعد کی بات ہے۔ میزان میں ان کا بہت بھاری ہونا آخرت کی بات ہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

ii: اس کے معانی:

[خَفِيْفَتَانِ] [خَفِيْفَةٌ] کا تثنیہ ہے۔ [فَعِيْلَةٌ] کے وزن پر ہونے کی بنا پر اس کے

---

[1] سورۃ الزمر / الآیۃ 53. [2] سورۃ المائدۃ / الآیۃ 74.

معنیٰ میں مبالغہ [یعنی زیادہ ہونے] کا ہے۔

یہاں [فَعِيْلَةٌ] [فاعل] کے معنیٰ میں ہے۔ مراد یہ ہے، کہ یہ دونوں کلمات زبان پر بہت ہلکے ہیں۔

تین علماء کے بیانات:

ا: حافظ ابن حجر [خَفِيْفَتَان] کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى قِلَّةِ كَلَامِهِمَا وَ أَحْرُفِهِمَا وَ رَشَاقَتِهِمَا ." [1]

[''اس میں اُن کے الفاظ و حروف کے تھوڑے ہونے اور اُن کی عمدگی اور حسن و جمال کی جانب اشارہ ہے۔'']

ب: شیخ عبداللہ غُنیمان تحریر کرتے ہیں:

"أَيْ عِنْدَ النُّطْقِ بِهِمَا لَا تُثْقِلَانِ اللِّسَانَ وَ لَا تُكَلِّفُهُ ، لِسُهُوْلَةِ حُرُوْفِهِمَا وَ خِفَّتِهِمَا عَلَى اللِّسَانِ ." [2]

[''یعنی وہ (بولتے وقت) زبان پر گراں نہیں ہوتے اور نہ ہی اُسے مشقت میں ڈالتے ہیں، کیونکہ اُن کے حروف سہل اور زبان پر ہلکے ہیں۔'']

ج: علامہ قسطلانی اس بارے میں قدرے تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[انہیں اپنے حروف کی نرماہٹ (اور ملائمت) اور اُن کے مخارج کی سہولت کی بنا پر [خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ] کہا گیا ہے۔

ان کا بولنا آسان ہے، کیونکہ ان میں

[حروف الشدّة]، جو کہ:

ہمزہ، باء، تاء، جیم، دال، طاء، قاف، اور کاف (آٹھ حروف) ہیں، [3] میں سے صرف ایک حرف [باء] ہے

---

[1] فتح الباري 540/13. [2] شرح كتاب التوحيد 642/2.

[3] ان حروف کا مجموعہ [أَجِدْتُ طَبْقَكَ] ہے۔

اور [حروف الاستعلاء]، جوکہ:

خاء، صاد، ضاد، طاء، ظاء، غین اور قاف (سات حروف) ہیں، ❶ میں سے صرف ایک حرف [ظاء] ہے

اور [وہ حروف جنہیں ثقیل سمجھا جاتا ہے] اور جوکہ

ثاء اور شین (دو حروف) ہیں، میں سے کوئی نہیں۔

پھر [اسماء] سے زیادہ ثقیل [افعال] ہوتے ہیں اور ان دونوں جملوں میں کوئی [فعل] نہیں۔

پھر [اسماء] میں سے کچھ ثقیل ہوتے ہیں، جیسے غیر منصرف، وہ بھی ان میں کوئی نہیں۔

پھر تینوں [حروف لین]:

الف، واؤ اور یاء ان میں موجود ہیں۔

پس (خلاصۂ کلام یہ ہے) کہ ان میں آسان اور ہلکے پھلکے حروف (کی تعداد) دوسرے حروف سے زیادہ ہے۔ ❷

❀ [ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ]

اس جملے کے حوالے سے دو باتیں:

i: اس کے معانی:

-[دونوں (جملے) میزان میں بہت بھاری ہیں۔]

[ثَقِيلَتَانِ] بھی [ثَقِيلَةٌ] سے تثنیہ کا صیغہ، [فَعِيلَةٌ] کے وزن پر [فَاعِلٌ] کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی بہت بھاری۔

اس جملے میں یہ بات واضح ہے، کہ اُن دونوں جملوں کو روزِ قیامت [میزان] میں تولا جائے گا اور امام بخاری کے قائم کردہ باب کا عنوان یا بالفاظِ دیگر دعویٰ یہی ہے:

[بنوآدم کے اعمال واقوال کو روزِ قیامت میزان میں تولا جائے گا۔]

---

❶ ان حروف کا مجموعہ [خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ] ہے۔

❷ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 483/10. نیز ملاحظہ ہو: عون الباري 6/607-608.

ii: اس سے معلوم ہونے والی دو باتیں:

ا: [بندے کا بولنا] جزا یا سزا سے خالی نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہر بولی ہوئی بات محفوظ کی جا رہی ہے۔ اچھے بول پر انعام و اکرام اور برے بول پر سزا ہو گی۔

ب: بندے کا تولا جانے والا عمل مخلوق ہے۔ شیخ عبداللہ غُنیمان لکھتے ہیں،

"فَهَاتَانِ الْكَلِمَتَانِ تُوْزَنَانِ، وَ يَثْقُلُ بِهِمَا الْمِيْزَانُ. وَ هٰذَا دَلِيْلٌ وَّاضِحٌ عَلٰى أَنَّ تَكَلُّمَ الْعَبْدِ بِالذِّكْرِ وَ الْقُرْآنِ عَمَلٌ يُّثَابُ عَلَيْهِ وَ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِهِ، لِيُعْطِيَهُ اللّٰهُ أَجْرَهُ عَلَيْهِ وَافِرًا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ. وَ قَدْ أَجْمَعَ السَّلَفُ عَلٰى أَنَّ أَعْمَالَ الْعَبْدِ مَخْلُوْقَةٌ، لِأَنَّ مَا يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ فَهُوَ مَخْلُوْقٌ."[1]

[پس ان دونوں جملوں کا وزن کیا جائے گا اور اُن کے ساتھ میزان بھاری ہو جائے گا۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے، کہ بندے کا ذکر کرنا، قرآن (کریم) کی تلاوت کرنا (ایسا) عمل ہے، جس پر ثواب دیا جائے گا اور اُسے میزان میں رکھا جائے گا، تاکہ اُسے اللہ تعالیٰ اس پر، بغیر کمی کے بہت زیادہ اجر عطا فرمائیں۔ سلف کا اس بات پر اجماع ہے، کہ بندوں کے اعمال مخلوق ہیں، کیونکہ جو میزان میں رکھا جائے، وہ مخلوق ہے۔]

❀ مذکورہ بالا تینوں جملوں کے حوالے سے تین باتیں

ان تینوں جملوں: [حَبِيْبَتَانِ....]، [خَفِيْفَتَانِ....]، [ثَقِيْلَتَانِ....] میں حسب ذیل تین باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i: ان تینوں جملوں میں خوب صورت اور شیریں [السجع] ہے۔ پہلے جملے کا آخری لفظ [الرَّحْمٰن]، دوسرے کا [اللِّسَان] اور تیسرے کا [الْمِيْزَانِ] ہے۔ تینوں الفاظ کے آخری دو حروف: [ا ن] ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح کتاب التوحید 642/2.

ایک سوال اور جواب:

محدثین نے اس مقام پر ایک سوال اٹھا کر خود ہی اس کا شافی و کافی جواب دیا ہے۔

علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"فَإِنْ قُلْتَ: "قَدْ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ السَّجَعِ."

قُلْتُ: "ذٰلِكَ فِيمَا كَانَ كَسَجَعِ الْكُهَّانِ فِي كَوْنِهِ مُتَكَلَّفًا أَوْ مُتَضَمِّنًا لِّلْبَاطِلِ."①

[''پس اگر تم نے کہا: ''بے شک نبی کریم ﷺ نے [السجع] سے منع فرمایا۔''

میں کہوں گا: ''وہ [یعنی ممنوعہ سجع] تو وہ ہے، جو کاہنوں کے سجع جیسا ہو، کہ اس میں تکلف یا ناحق بات ہو۔'']

حدیث شریف میں تینوں جملوں میں موجود [سجع] کا اس سجع سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔'']

ii: حدیث شریف کے دو جملوں میں موجود [خَفِيفَتَان] اور [ثَقِيلَتَان] میں [اسلوب مقابلہ] ہے، کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک ہی مقام پر اضداد کا استعمال عبارت کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا ہے۔

علامہ ابوزکریا یحییٰ انصاری اور علامہ برماوی لکھتے ہیں:

"وَفِي الْحَدِيثِ مِنَ الْبَدِيعِ: السَّجَعُ، وَالْمَنْهِيُّ عَنْهُ مِنْهُ مَا يُرَادُ بِهِ إِبْطَالُ حَقٍّ وَنَحْوِهِ كَسَجَعِ الْكُهَّانِ، وَالْمُقَابَلَةُ بَيْنَ الْخَفِيفَةِ وَالثَّقِيلَةِ، وَيُسَمَّى الطِّبَاقَ."②

[''اور حدیث میں (اسلوب) بدیع میں سے [سجع] اور اُس میں سے ممنوع وہ ہوتا ہے، جس میں حق کو مٹانے کا ارادہ کیا جائے، جیسے کہ کاہنوں کا [سجع]

---

① شرح الكرماني 250/23. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 546/17؛ و فتح الباري 540/13؛ و تحفة الباري 590/6، و منحة الباري 443/10.

② تحفة الباري 590/6؛ و منحة الباري 443/10.

ہوتا ہے۔اور (علاوہ ازیں یہاں اسلوب بدیع میں سے) [خفیفة] اور [ثَقِیْلَةٌ] (دو متضاد اوصاف) کا مقابلہ ہے اور اسے [طباق] کہا جاتا ہے۔"]

iii: [كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ] سے [فِي الْمِيزَانِ] خبر مقدم اور [سُبْحَانَ اللّٰهِ] سے [الْعَظِيمِ] تک مبتدا مؤخر ہے۔

عام قاعدے کے مطابق [مبتدا] پہلے اور [خبر] بعد میں لائی جاتی ہے۔ اس مقام پر [خبر] کو پہلے لانے میں......وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ......حکمت یہ ہے، کہ [مبتدا] کو جاننے کی خاطر سامع میں خوب شوق پیدا ہو۔

مزید برآں [خبر] کے تین اوصاف ذکر کیے گئے ہیں:

[رحمٰن کو دونوں کلمات کا بہت پیارا ہونا]،

[اُن کا زبان پر بہت ہلکا ہونا]

اور [میزان میں اُن کا نہایت بھاری ہونا]۔

ان تین عظیم اوصاف کے سننے کے بعد سامع کے دل میں اُن کے جاننے کی خاطر ذوق وشوق اور تڑپ کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

علامہ برماوی لکھتے ہیں:

"(سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ) هُمَا الْمُخْبَرُ عَنْهُمَا بِأَنَّهُمَا [كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ]، فَهُمَا مُبْتَدَأٌ، وَ (الْكَلِمَتَانِ) خَبَرٌ مُقَدَّمٌ، وَ مَا بَيْنَهُمَا صِفَةٌ لِلْخَبَرِ. وَ قُدِّمَ الْخَبَرُ لِقَصْدِ تَشْوِيقِ السَّامِعِ إِلَى الْمُبْتَدَأِ." [1]

["(سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ) (ان) دونوں (جملوں) کے متعلق خبر دی گئی ہے، کہ بے شک وہ (كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ) ہیں، سو وہ (یعنی سبحان اللہ ......) مبتدا اور (كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ) خبر مقدم (پہلے لائی گئی) ہے اور ان دونوں کے درمیان [2] [خبر] کے اوصاف ہیں۔

---

[1] منحة الباري 443/6. [2] [حبيبتان إلى الرحمٰن، خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان.]

مبتدا (کو جاننے) کے لیے سامع کو شوق دلانے کی غرض سے خبر کو پہلے لایا گیا ہے۔''[

اس بات کو سمجھنے کی خاطر ایک مثال سنتے ہیں:

دو بیٹیوں کے رشتوں کے متلاشی باپ سے کہا جائے:

[دو خوب سیرت وصورت، حسب ونسب والے دو خوشحال نوجوان اور رشتوں کے طلب گار]

پھر اس کے بعد اُن دونوں نوجوانوں کے نام بتلائے جائیں، تو لڑکیوں کے والد کے لیے اُن کے نام جاننے کی خاطر کس قدر شدید تڑپ پیدا ہو چکی ہوگی۔

بعض محدّثین نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

ثَـــلَاثَةٌ تُشْـــرِقُ الـــدُّنْيَا بِبَهْـجَتِهَـا

شَـمْـسُ الـضُّـحٰى وَ أَبُوْ إِسْحَاقَ وَ الْقَمَرُ [1]

[''ترجمہ: تین (چیزوں) کی چمک دمک سے دنیا منور ہوتی ہے

چاشت کے وقت کا سورج،

ابو اسحاق

اور چاند۔''[

اس میں [ثَـلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا] پہلا مصرعہ خبر مقدم

اور [شَمْسُ الضُّحٰى وَ أَبُوْ إِسْحَاقَ وَ الْقَمَرُ] دوسرا مصرعہ مبتدا موخر ہے۔

پہلے مصرعہ کو سننے کے بعد دوسرے مصرعہ میں بیان کردہ بات جاننے کی خاطر کس قدر شوق پیدا ہوتا ہے!

---

[1] ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 546/17.

❀ [سُبْحَانَ اللّٰهِ]

اس کے متعلق تین باتیں:

i: [سُبْحَانَ اللّٰهِ] کا معنٰی:

دو علماء کے اقوال:

ا: امام لیث فرماتے ہیں،

"[سُبْحَانَ اللّٰهِ] تَنْزِيْهٌ لِّلّٰهِ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يُّوْصَفَ بِهٖ." ❶

[''[سُبْحَانَ اللّٰهِ] اللہ تعالیٰ کو ہر اس چیز سے پاک قرار دینا، جو اُن کے شایانِ شان نہیں۔'']

ب: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"تَنْزِيْهُ اللّٰهِ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهٖ مِنْ كُلِّ نَقْصٍ، فَيَلْزَمُ نَفْيَ الشَّرِيْكِ، وَ الصَّاحِبَةِ، وَ الْوَلَدِ، وَ جَمِيْعِ الرَّذَآئِلِ." ❷

[''اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک قرار دینا اور اس سے ہر شریک، بیوی، بچے اور تمام گھٹیا (اوصاف) کی نفی لازم آتی ہے۔'']

ii: لفظ [سُبْحَان] کے متعلق دو اقوال

ا: [سُبْحَان] کا [اسم مصدر] ہونا:

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"[سُبْحَانَ] [اِسْمُ مَصْدَرٍ] لَا مَصْدَرٌ. يُقَالُ [سَبَّحَ يُسَبِّحُ تَسْبِيْحًا] لِأَنَّ قِيَاسَ [فَعَّلَ] بِالتَّشْدِيْدِ، إِذَا كَانَ صَحِيْحَ اللَّامِ، [التَّفْعِيْلُ] كَالتَّسْلِيْمِ وَ التَّكْرِيْمِ."

[''[سُبْحَانَ] [اسمِ مصدر] ہے، [مصدر] نہیں۔ [سَبَّحَ يُسَبِّحُ تَسْبِيْحًا] کہا

---

❶ شرح كتاب التوحيد من صحيح البخاري 643/2.

❷ فتح الباري 206/11. نیز ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 250/23؛ و اللامع الصبيح 547/17.

جاتا ہے، ❶ کیونکہ (جب فعل ماضی) فَعَّلَ [عین کی] شد کے ساتھ ہو اور اس کا (حرف) اللام صحیح ہو، ❷ تو (اس کا مصدر) [تفعیل] (کے وزن پر) ہوتا ہے، جیسے [تسلیم] اور [تکریم] ہے۔ ❸

ب: [سُبْحَانَ] کا [مصدر] ہونا:

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں،

وَ قِيْلَ: إِنَّ [سُبْحَانَ] مَصْدَرٌ، لِأَنَّهُ سُمِعَ مِنْ فِعْلٍ ثُلَاثِيٍّ.

يُسَاعِدُ مَنْ قَالَ: "[إِنَّ سُبْحَانَ مَصْدَرٌ] لِوُرُوْدِهِ مُنْصَرِفًا." ❹

["اور کہا گیا ہے: ❺ بلاشبہ [سُبْحَانَ] مصدر ہے، کیونکہ بے شک (یہ) فعل ثلاثی سے (اس کا مصدر ہونا) سنا گیا ہے۔ ❻

جس نے کہا ہے، (کہ) [یقیناً [سُبْحَانَ] مصدر ہے] اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے، کہ وہ (یعنی [سُبْحَانَ] اہلِ عرب کے ہاں) [منصرف] آیا ہے۔

iii: [سُبْحَانَ] کے [مصدر] ہونے کی صورت میں تین معانی:

علامہ قسطلانی نے بعض اکابر علماء کے حوالے سے [سُبْحَانَ] کے [مصدر] ہونے کی

---

① یعنی [سَبَّحَ] فعل ماضی کا صیغہ مضارع [يُسَبِّحُ] اور مصدر [تَسْبِيْحًا] ہوتا ہے۔

② یعنی فعل ماضی کا آخری حرف، حرف علت نہ ہو۔ حروف علت واؤ، الألف اور یای ہیں۔

③ فعل ماضی [سَلَّمَ] اور مصدر [تَسْلِيْمٌ]، فعل ماضی [كَرَّمَ] اور مصدر [تَكْرِيْمٌ] ہے، اسی طرح فعل ماضی [سَبَّحَ] اور مصدر [تَسْبِيْحٌ] ہوگا، [سُبْحَان] نہیں ہوگا۔

④ إرشاد الساري 485/10 باختصار.

⑤ علامہ کرمانی اور علامہ برماوی کی یہی رائے معلوم ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 250/23؛ و اللامع الصبيح 547/17).

⑥ علامہ رحمہ اللہ [سُبْحَانَ] کو مصدر کہنے والوں کی پہلی دلیل ذکر کرتے ہوئے بیان کر رہے ہیں: اگرچہ قیاس کا تقاضا تو [سُبْحَانَ] کا مصدر ہونا نہیں ہے، لیکن معتبر اور قابلِ حجت اہلِ عرب سے اس کا مصدر پڑھا جانا سنا گیا ہے اور یہ، قیاس کی مخالفت کے باوجود، بجائے خود، ایک مستقل قابلِ اعتماد دلیل ہے۔

صورت میں متعدد معانی بیان کیے ہیں، اُن میں سے تین حسبِ ذیل ہیں:

ا: "[سُبْحَانَ] مصدر تاکیدی ہے، جیسے کہ [ضَرْبًا] [ضَرَبْتُ ضَرْبًا] میں مصدر تاکیدی ہے اور یہ [أُسَبِّحُ اللّٰهَ تَسْبِيْحًا] کے معنٰی کا قائم مقام ہے۔ جب فعل [أُسَبِّحُ] کو محذوف کیا گیا، تو اُس فعل کے مصدر [سُبْحَانَ] کو لفظ [اللّٰه] (ترکیب میں) مفعول کی طرف مضاف کر دیا گیا۔

اور معنٰی یہ ہے:

"میں خود کو ایسے لوگوں میں شامل کر رہا ہوں، جو اللہ تعالیٰ کے ہر اس چیز سے بلند و بالا ہونے کا یقین رکھتے ہیں، جو اُن کے شایانِ شان نہیں اور وہ ہمیشہ سے ہر نقص سے ماوراء ہیں، چاہے کوئی ایک بھی اُن کے تقدّس کا اقرار نہ کرے۔"

ب: [سُبْحَانَ] [عَظَّمَ السُّلْطَانَ تَعْظِيْمَ السُّلْطَانِ] ① کی طرز کا [مصدر نوعی] ہے۔ اس لحاظ سے معنٰی حسب ذیل ہوگا:

"میں اُن کی ایسی تسبیح پکارتا ہوں، جو اُن ہی کے لیے مختص ہے۔ وہ اس طرح، کہ وہ (تسبیح) اُن ہی کے شایانِ شان ہے اور اُن کے علاوہ کوئی دوسرا اُس کا مستحق نہیں۔ اس صورت میں [سُبْحَانَ] کی لفظ [اللّٰه] کی جانب اضافت اپنے فاعل یا مفعول کی جانب نہیں، بلکہ اختصاص کی غرض سے ہے۔ یعنی بیان کردہ تسبیح صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔"

ج: [سُبْحَانَ] [أَذْكُرُ اللّٰهَ مِثْلَ ذِكْرِ اللّٰهِ] ② کی طرز کا [مصدر نوعی] ہے۔ اس صورت میں معنٰی درجِ ذیل ہوگا:

"میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں، جیسی انہوں نے خود اپنی تسبیح بیان کی ہے۔" ③

---

① یعنی اُس نے شاہ کی ایسی تعظیم کی، جو اُس کی شاہانہ شان و شوکت کے مطابق تھی۔

② یعنی میں اللہ تعالیٰ کا (اُس طرح) ذکر کرتا ہوں، جیسا انہوں نے (خود اپنا) ذکر کیا ہے۔

③ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 483/10.

❀ [وَ بِحَمْدِہٖ]

ذیل میں اس کے حوالے سے چھ باتیں ملاحظہ فرمایئے:

i: [واوَ] کے متعلق تین اقوال:

ا: [حال] کے لیے:

علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"[اَلْوَاوُ] لِلْحَالِ، أَيْ: وَ أُسَبِّحُهٗ بِحَمْدِيْ لَهٗ مِنْ أَجْلِ تَوْفِيْقِهٖ لِيْ لِلتَّسْبِيْحِ وَ نَحْوِهٖ."[1]

"[الواو] حال (یعنی تسبیح کرنے والے کی بوقتِ تسبیح حالت) بیان کرنے کی خاطر ہے) یعنی (مراد یہ ہے،) کہ میں ان کی حمد کرتے ہوئے تسبیح پکارتا ہوں، کہ انہوں نے مجھے تسبیح اور اس جیسی باتوں کی توفیق عطا فرمائی۔"]

ب: عطف کے لیے:

علامہ کرمانی ہی نے تحریر کیا ہے:

"لِعَطْفِ الْجُمْلَةِ عَلَى الْجُمْلَةِ: أَيْ أُسَبِّحُ وَ أَتَلَبَّسُ بِحَمْدِهٖ."[2]

["دوسرے جملے کے پہلے جملے پر عطف کے لیےاور مراد یہ ہوگا:

"میں تسبیح پکارتا ہوں اور اُن کی حمد بیان کرتا ہوں۔"]

ج: [استعانت] کے لیے:

علامہ قسطلانی نے تحریر کیا ہے:

کہا گیا ہے، کہ [الواو] [استعانت] کی غرض سے ہے اور لفظ [حمد] ضمیر [ہٖ]، جو کہ فاعل ہے، کی طرف مضاف ہے۔

---

(1) شرح الكرماني 250/23. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبيح 547/17؛ و فتح الباري 541/13؛ و منحة الباري 443/10-444؛ و عون الباري 608/6.

(2) شرح الكرماني 250/23. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبيح 547/17؛ و فتح الباري 541/13؛ و منحة الباري 444/10؛ و عون الباري 608/6.

مراد یہ ہے، کہ آپ ہی کی اپنی بیان کردہ حمد سے راہنمائی لیتے ہوئے آپ کی تسبیح پکار رہا ہوں، کیونکہ بیان کی جانے والی ہر تسبیح [حمد] نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر معتزلہ کی اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تسبیح سے اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ صفات کی تعطیل لازم آتی ہے۔

(امام) خطابی نے بیان کیا: مراد یہ ہے، کہ آپ کی تسبیح، آپ کی نصرت اور اعانت سے پکار رہا ہوں اور یہ آپ کی مجھ پر ایسی نوازش ہے، کہ یہ مجھ پر آپ کی حمد کرنا واجب کرتی ہے۔ میں آپ کی تسبیح اپنی قوت و طاقت سے نہیں (، بلکہ محض آپ کے فضل و کرم سے) کر رہا ہوں۔ ❶

ii: [حمد] کا معنٰی:

علامہ جرجانی لکھتے ہیں:

"[اَلْحَمْدُ] هُوَ الثَّنَآءُ عَلَى الْجَمِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّعْظِيْمِ مِنْ نِّعْمَةٍ وَّغَيْرِهَا." ❷

["ازراہِ تعظیم خوبی کی تعریف کرنا، خواہ (وہ خوبی) نعمت ہو یا کچھ اور ہو۔"]

علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

[اللہ تعالیٰ کی صفات وجودیہ جیسے علم و قدرت ہیں اور وہ [صفات الإکرام] ہیں اور (صفات) عدمیہ ہیں، جیسے [ان کا کوئی شریک نہیں] اور [ان کا کوئی مثل نہیں] اور وہ [صفات جلال] ہیں۔

سو تسبیح سے [صفاتِ جلال] کی طرف اشارہ ہے اور تحمید سے [صفاتِ اکرام] کی جانب اشارہ ہے]۔ ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 484/10. نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري 541/13.

❷ كتاب التعريفات، ص 125. نیز ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 250/23؛ و اللامع الصبيح 547/17؛ و عمدة القاري 202/25؛ و حاشية صحيح البخاري للشيخ السهارنفوري ص 1129، رقم الهامش 5.

❸ ملاحظہ ہو: شرح الكرماني 248/23؛ و فتح الباري 541/13؛ و حاشية صحيح البخاري للشيخ السهارنفوري ص 1129، هامش رقم 5؛ و عون الباري 609/6. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبيح 547/17؛ و تحفة الباري 590/6.

iii: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کا [ذُوْالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ] کی مانند ہونا:

علامہ ابوزکریا انصاری لکھتے ہیں:

"وَ أَشَارَ بِـ[سُبْحَانَ اللّٰهِ] إِلٰی صِفَاتِهِ السَّلْبِيَّةِ] الْمُسَمَّاةِ بِـ[صِفَاتِ الْجَمَالِ]، وَ بِـ[الْحَمْدِ] إِلٰی [صِفَاتِهِ الْوُجُوْدِيَّةِ] الْمُسَمَّاةِ بِـ[صِفَاتِ الْإِكْرَامِ] كَمَا قَالَ تَعَالٰی: ﴿ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ﴾". ➊ ➋

["آنحضرت ﷺ نے [سبحان اللہ] کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی [سلبی صفات] کی جانب اشارہ فرمایا ہے، جنہیں [صفاتِ جمال] کہا جاتا ہے اور [حمد] کے ساتھ اُن کی [صفاتِ وجودیہ] کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جنہیں [صفاتِ اکرام] کہا جاتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾."]

iv: [تسبیح] و [تحمید] مطلق ذکر کرنے کی حکمت:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] میں تسبیح وتحمید دونوں کسی قید کے بغیر ذکر کیے گئے ہیں۔

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ کرمانی نے لکھا ہے۔

"وَ أُطْلِقَ اللَّفْظَيْنِ يَعْنِيْ تَرْكَ التَّقْيِيْدِ الْمُتَعَلِّقِ يُشْعِرُ بِالْعُمُوْمِ، فَكَأَنَّهٗ قَالَ:

أُنَزِّهُهٗ عَنْ جَمِيْعِ النَّقَائِصِ وَ أَحْمَدُهٗ بِجَمِيْعِ الْكَمَالَاتِ." ➌

["دونوں لفظوں کا مطلق یعنی کسی قید سے مقید نہ کرنا عموم پر دلالت کرتا ہے۔

➊ سورة الرحمٰن / جزء من الآية 27. مکمل آیتِ کریمہ ﴿وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ﴾

➋ منحة الباري 444/10. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبيح 547/17.

[ترجمہ: اور آپ کے رب ذو الجلال و الإکرام کا چہرہ باقی رہے گا۔] اور اسی سورت کی آیت 78 میں ہے: ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ﴾ ترجمہ: [آپ کے رب ذوالجلال و الإکرام کا نام بابرکت ہوا۔]

➌ شرح الكرماني 250/23. نیز ملاحظہ ہو: عون الباري 609/6.

اس طرح گویا کہ، اُس (یعنی تسبیح وتحمید پکارنے والے) نے کہا:

''میں اُن کے تمام نقائص سے پاک ہونے کا اقرار واعلان کر رہا ہوں اور تمام کمالات کے ساتھ اُن کی حمد بیان کر رہا ہوں۔'']

v: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ میں ترتیب کی حکمت:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ] میں اللہ تعالیٰ کے ہر نقص، خلل، عیب اور کمزوری سے بلند و بالا ہونے کا اقرار واعلان ہے۔ وَ [بِحَمْدِهٖ] میں اُن کے شایانِ شان ہر خوبی سے آراستہ پیراستہ ہونے کا بیان ہے۔ طبعی ترتیب یہی ہوتی ہے، کہ پہلے [خالی از نقص ہونا] ثابت کیا جائے، پھر [کمالات والا] ہونا ذکر کیا جائے۔ علامہ کرمانی نے تحریر کیا ہے:

"وَ النَّظْمُ الطَّبِيْعِيُّ يَقْتَضِيْ إِثْبَاتَ التَّخْلِيَةِ أَوَّلًا عَنِ النَّقَائِصِ، ثُمَّ التَّحْلِيَةَ ثَانِيًا."[1]

[''طبعی ترتیب کا تقاضا پہلے [خالی از نقص ہونے] کا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ پھر [کمالات والا] ہونا۔'']

vi: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کہنے میں حکم ربانی کی تعمیل:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا، تاکہ وہ اسے لوگوں کے لیے بیان فرمائیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[2]

ترجمہ: [اور ہم نے آپ کی جانب (اس) ذکر (یعنی قرآن کریم) کو نازل فرمایا، تاکہ آپ لوگوں کے لیے اسے کھول کر بیان کر دیں اور شاید کہ وہ غور وفکر کریں]۔

---

[1] شرح الکرماني 250/23. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 547/17؛ و فتح الباري 541/13؛ و منحة الباري 444/10؛ و عون الباري 609/6.

[2] سورة النحل / جزء من الآیة 44. نیز دیکھیے: اسی سورت کی آیتِ شریفہ 64.

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو [تسبیح وتحمید] کا حکم متعدد دفعہ دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ ❶

[ترجمہ: پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے]۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے [تسبیح وتحمید] کی ایک صورت سے امت کو آگاہ فرمایا۔ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"وَ فِيْهِ امْتِثَالٌ لِّقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ وَ تَأْوِيْلٌ لَّهٗ." ❷

["اس میں ارشادِ تعالیٰ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ کی تمثیل اور اس کی عملی شکل ہے۔"]

فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَ سَلَامُهٗ.

❀ [سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ]

[اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک عظمت والے ہیں۔]

اس جملے کے حوالے سے ذیل میں چار باتیں ملاحظہ فرمائیے:

i: [سُبْحَانَ اللّٰهِ] کے تکرار کی حکمتیں:

اس بارے میں بیان کردہ حکمتوں میں سے دو حسب ذیل ہیں:

ا: اللہ تعالیٰ کے ہر عیب، خلل، نقص اور کمزوری سے ماوراء ہونے کی تاکید کی غرض سے۔

ب: [تحمید] کے مقابلے میں [تسبیح] کے مخالفین کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ کی [حمد وثنا کرنے] والے کتنے ہی لوگ [انہیں ہر عیب سے کما حقہ بلند وبالا کرنے] والے نہیں ہوتے، بلکہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے اُن کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

---

❶ قرآن کریم میں یہ حکم میں نے حسبِ ذیل چھ مقامات پر دیکھا ہے: سورۃ طٰہ/ جزء من الآیۃ 130؛ و غافر / جزء من الآیۃ 55؛ و ق / جزء من الآیۃ 39؛ و الطور / جزء من الآیۃ 48؛ و النصر / جزء من الآیۃ 3 میں موجود ہے۔

❷ شرح الکرمانی 251/23. نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري 542/13.

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وَ کَرَّرَہٗ تَأْکِیْدًا،

وَلِأَنَّ الْاِعْتِنَآءَ بِشَأْنِ التَّنْزِیْهِ أَکْثَرُ مِنْ جِهَةِ کَثْرَةِ الْمُخَالِفِیْنَ ، وَلِهٰذَا جَآءَ فِي الْقُرْآنِ بِعِبَارَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ نَحْوِ [سُبْحَانَ] ، وَ[سَبِّحْ] بِلَفْظِ الْأَمْرِ، وَ [یُسَبِّحُ] بِلَفْظِ الْمُضَارِعِ ."[1]

["اور آنحضرت ﷺ نے اسے تاکید کی خاطر دوبارہ کہا:

اور (تحمید کے مقابلے میں تسبیح کے) مخالفین کی تعداد زیادہ ہونے کی بنا پر اس (یعنی تسبیح) کی جانب توجہ زیادہ ہے۔ اسی لیے یہ (یعنی تسبیح) قرآن (کریم) میں متعدد اسالیب: [سُبْحَانَ]، [سَبِّحْ] صیغہ امر اور [یُسَبِّحُ] صیغہ مضارع کے ساتھ آئی ہے۔"]

ii: [اللّٰهِ الْعَظِیْمِ] کی ترتیب کی حکمت:

آنحضرت ﷺ پہلے لفظ [اللّٰه] لائے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور تمام صفاتِ مبارکہ اور اسمائے حسنیٰ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وَ قَدَّمَ لَفْظَ [اللّٰهِ] اسْمَ الذَّاتِ الْمُقَدَّسَةِ الْجَامِعَ لِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ وَ الْأَسْمَآءِ الْحُسْنٰی ."[2]

["اور آنحضرت ﷺ لفظ [اللّٰه] کو پہلے لائے، جو ذاتِ مقدّسہ کا (ذاتی) نام (اور) تمام صفات اور اسمائے حسنیٰ کو سموئے ہوئے ہے۔"]

پھر اللہ تعالیٰ کا [اَلْعَظِیْم] صفاتی نام لائے، جس میں ہر خلل، نقص، عیب والی بات اور ہر چیز سے ماوراء اور بلند و بالا ہونا اور اُن کے شایانِ شان ہر کمال، خوبی، وصف کا ہونا شامل ہے، کیونکہ [کامل عظمت] کا تقاضا یہ ہے، کہ اُن کا کوئی ہمسر، شریک، ساجھی، مثیل، نظیر،

---

[1] فتح الباري 541/13. نیز ملاحظہ ہو: منحة الباري 444/10.

[2] فتح الباري 541/13.

ثانی اور مدمقابل نہ ہو اور انہیں ہر ہر چیز اور بات کا کما حقہ علم اور ہر ہر چیز اور بات پر کامل قدرت ہو۔ حافظ ابن حجر [الْعَظِيْم] کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَ وَصَفَهُ بِـ [الْعَظِيْمِ] لِأَنَّهُ الشَّامِلُ لِسَلْبِ مَا لَا يَلِيْقُ بِهِ، وَ إِثْبَاتِ مَا يَلِيْقُ، إِذِ [الْعَظْمَةُ الْكَامِلَةُ] مُسْتَلْزِمَةٌ لِعَدَمِ النَّظِيْرِ وَ الْمَثِيْلِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ، وَ كَذَا الْعِلْمِ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ، وَ الْقُدْرَةِ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَقْدُوْرَاتِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ." ❶

اور (پھر) آنحضرت ﷺ نے (اللہ تعالیٰ) کا [الْعَظِيْم] وصف بیان کیا، کیونکہ بے شک وہ اُن کے ہر غیر لائق چیز سے بلند و بالا ہونے اور اُن کے شایانِ شان ہر چیز سے آراستہ پیراستہ ہونے پر مشتمل ہے، کیونکہ [کامل عظمت] اُن کے نظیر، مثیل اور اسی طرح کی ہر چیز کی نفی، تمام معلومات کا علم ہونے، تمام ہونے والے کاموں پر قدرت کے ہونے اور اسی طرح کے دیگر اختیارات کے اثبات کا تقاضا بھی کرتی ہے۔"]

حافظ ابن حجر کے مذکورہ بالا بیان سے ...... وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ ...... یہ بات معلوم ہوتی ہے، ❷ کہ رب ذوالجلال کے [اَلْعَظِيْم] اسم مبارک میں [صفاتِ سلبیہ] اور [صفات وجودیہ] یا بالفاظِ دیگر [صفاتِ جلالیہ] اور [صفاتِ اکرامیہ]، دونوں ہی قسم کی صفات موجود ہیں۔ اس طرح [اَلْعَظِيْم] ان تمام اوصاف پر دلالت کرتا ہے، جن پر [ذُوالْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ] دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح [اَلْعَظِيْم] ایک لفظ ہی، [تسبیح] و [تحمید]، دونوں میں موجود، تمام اوصاف کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

اللہ اکبر! [اَلْعَظِيْم] کا اسم گرامی کس قدر عظیم ہے!

---

❶ فتح الباري 541/13. نیز ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 547/17-548.

❷ یہی بات علامہ برماوی کی اللامع الصبیح میں بیان کردہ بات سے سمجھ میں آتی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

iii: [الْعَظِيْم] لانے کی تین حکمتیں:

ذکر کے آخر میں [الْعَظِيْم] لانے کی بیان کردہ حکمتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: تسبیح وتحمید کرنے والا اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ اس کے حق دار ہیں اور بندہ جس قدر بھی تسبیح وتحمید اور عبادت کرے، وہ اُن کی تسبیح وتحمید پکارنے کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ شیخ غنیمان لکھتے ہیں:

"وَ وَصْفُهُ بِالْعَظْمَةِ لِيَسْتَحْضِرَ أَنَّهُ أَهْلُ التَّسْبِيحِ، وَ مُسْتَحِقُّهُ دَائِمًا، وَ أَنَّ الْعَبْدَ لَنْ يُؤَدِّيَ حَقَّهُ مَهْمَا أَكْثَرَ مِنْ تَسْبِيحِهِ وَعِبَادَتِهِ." [1]

["اور اُن کا وصف [الْعَظِيْم] ذکر کیا گیا، تاکہ وہ (یعنی ذکر کرنے والا) یہ بات پیشِ نظر رکھے، کہ وہ بے شک ہمیشہ ہی تسبیح کے حق دار اور مستحق ہیں اور یہ کہ بلاشبہ بندہ جس قدر بھی تسبیح وعبادت کرلے، وہ اُن کا (یعنی اُن کی تسبیح وتحمید) کا حق ادا نہیں کرسکتا۔"]

دو نصوص سے تائید:

اسی حقیقت کو بیان کرنے والی متعدد نصوص میں سے دو حسبِ ذیل ہیں:

① ارشادِ تعالیٰ:

﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [2]

ترجمہ: [اور اگر واقعی ایسا ہو، کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں، قلمیں ہوں اور سمندر (اس کی سیاہی ہو)، جس کے بعد سات سمندر اور ہوں، تو (بھی) اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب نہایت حکمت والے ہیں۔]

---

[1] شرح كتاب التوحيد من صحيح البخاري 644/2.

[2] سورة لقمان / الآية 27.

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"أَيْ وَ لَوْ أَنَّ جَمِيْعَ أَشْجَارِ الْأَرْضِ جُعِلَتْ أَقْلَامًا، وَ جُعِلَ الْبَحْرُ مِدَادًا، وَ أَمَدَّهٗ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَعَهٗ، فَكُتِبَتْ بِهٖ كَلِمَاتُ اللّٰهِ الدَّآلَّةُ عَلٰى عَظْمَتِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ جَلَالِهٖ لَتَكَسَّرَتِ الْأَقْلَامُ، وَ نَفِدَ مَآءُ الْبَحْرِ، وَ لَوْ جَآءَ أَمْثَالُهَا مَدَدًا." [1]

["یعنی اگر زمین میں موجود تمام درختوں کی قلمیں اور دریاؤں کی سیاہی بنا لی جائیں اور اُن کے ساتھ سات سمندروں کو شامل کر لیا جائے (یعنی اُن کی بھی سیاہی تیار کر لی جائے) اور اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت، صفات اور بزرگی پر دلالت کرنے والی باتیں لکھی جائیں، تو (ساری کی ساری) قلمیں ٹوٹ جائیں، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے، (لیکن وہ باتیں پھر بھی ختم نہیں ہوں گی) اگرچہ اُن (سمندروں) کے بقدر سیاہی مزید بھی لائی جائے۔"]

② امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں (دورانِ دعا) کہہ رہے تھے:

"لَآ أُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ كَمَآ أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ." [2]

["میں آپ کی ویسی تعریف بیان نہیں کر سکتا، جیسی آپ نے خود اپنی ثنا کی ہے۔"]

علامہ محمد اُبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يُرِيْدُ أَنَّ عَظْمَتَهٗ تَعَالٰى وَ صِفَاتِ جَلَالِهٖ لَا نِهَايَةَ لَهَا، وَ عُلُوْمَ الْبَشَرِ وَ قُدَرَهُمْ مُتَنَاهِيَةٌ، فَلَا يَتَعَلَّقُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا بِمَا لَا يَتَنَاهِيْ. وَ إِنَّمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ عِلْمُهُ الَّذِيْ لَا يَنْتَهِيْ، وَ تُحْصِيْهِ

[1] تفسير ابن كثير 497/3.

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع و السجود، جزء من رقم الحديث 222-(486) باختصار، 2/376-377 (المطبوع مع إكمال إكمال المعلم).

قُدْرَتُهُ الَّتِي لَا تَتَنَاهٰى، فَهُوَ بِعِلْمِهِ الشَّامِلِ يَعْلَمُ صِفَاتِ جَلَالِهِ، وَ يَقْدِرُ بِقُدْرَتِهِ التَّآمَّةِ أَنْ يُحْصِيَ الثَّنَآءَ عَلَيْهِ.“ ❶

[”آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے، کہ (اللہ سبحانہ و) تعالیٰ کی عظمت اور اُن کی بزرگی والی صفات غیر متناہی (غیر محدود) ہیں۔ انسانی علوم اور ان کا دائرۂ استطاعت متناہی (اور محدود) ہیں۔ لہٰذا اُن دونوں میں سے کسی ایک کا بھی غیر محدود سے جوڑ نہیں۔ اس کے ہم پلہ تو اُن کا علم ہی ہے، جو کہ لامحدود ہے اور اس کا احاطہ ان کی قدرت تامہ ہی کر سکتی ہے، جو کہ (خود) لامتناہی ہے۔ وہ اپنے ہمہ گیر علم کے ساتھ اپنی بزرگی کی صفات کو جانتے ہیں اور اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ اپنی (حمد و) ثنا کا احاطہ کر سکتے ہیں۔“]

ب: اس کی دوسری حکمت ...... وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ ...... یہ بیان کی گئی، کہ ایک ہی مقام پر رحمتِ الٰہی کی امید اور عذابِ الٰہی سے خوف کو نہایت عمدہ انداز میں جمع کر دیا گیا ہے۔ حدیث کے آغاز میں [حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ] میں ربِ کریم کے صفاتی اسم گرامی میں انعام و احسان کی بے مثال خوشبو اور حدیث کے آخر میں [سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ] میں ربِ کریم کے صفاتی اسم مبارک میں اُن کے جاہ و جلال کی نہایت ہیبت ہے، اسی بارے میں علامہ قسطلانی نے تحریر کیا ہے:

”وَ خَتَمَ بِقَوْلِهِ: (سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ) لِيَجْمَعَ بَيْنَ مَقَامَيِ الرَّجَآءِ وَ الْخَوْفِ إِذْ مَعْنَى [الرَّحْمٰنِ] يَرْجِعُ إِلَى الْإِنْعَامِ وَ الْإِحْسَانِ، وَ مَعْنَى [الْعَظِيْمِ] يَرْجِعُ إِلَى الْخَوْفِ مِنْ هَيْبَتِهِ تَعَالٰى.“ ❷

[”آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشاد کو (سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ) سے ختم کیا، تا کہ امید اور خوف کو (ایک ہی مقام پر) جمع کیا جائے، کیونکہ [اَلرَّحْمٰن] کا

---

❶ إكمال إكمال المعلم 2/377-378.

❷ إرشاد الساري 10/484. نیز ملاحظہ ہو: عون الباري 6/609.

معنیٰ انعام واحسان کی طرف لوٹتا ہے اور [الْعَظِيْم] کا معنیٰ اُن کی ہیبت کے سبب خوف کی طرف پلٹتا ہے۔"]

ج: تیسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہر اس چیز اور بات سے بالاتر ہونے کا ذکر فرمایا، جو ان کے شایانِ شان نہیں اور یہ [تسبیح] کے ساتھ ہے، پھر اُن کے لیے ہر اس خوبی کا ذکر فرمایا، جو اُن مقام و مرتبہ کے لیے مناسب ہے اور یہ [حمد] کے ساتھ ہے۔

پھر ان دونوں پہلوؤں کو لفظ [الْعَظِيْم] میں جمع فرما دیا۔ علامہ برماوی لکھتے ہیں:

"ثُمَّ وَصَفَهُ [بِالْعَظِيْمِ] الشَّامِلِ لِسَلْبِ مَا لَا يَلِيْقُ بِهٖ، وَ إِثْبَاتِ مَا يَلِيْقُ."[1]

["پھر اُن کا وصف [الْعَظِيْم] لائے، جس میں اُن کے شایانِ شان نہ ہونے والی ہر چیز کی اُن سے نفی اور اُن کی شان کے مطابق ہر چیز کا اُن کے لیے اثبات داخل ہے۔"]

iv: [سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم] کہنے میں حکم ربانی کی تعمیل:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں [تسبیح و تعظیم] کا حکم متعدد دفعہ ارشاد فرمایا:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾[2]

ترجمہ: [پس اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کیجیے]۔

آنحضرت ﷺ نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے [تسبیح و تعظیم] کی ایک صورت کی اس حدیث شریف میں تعلیم دی۔ فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ.

---
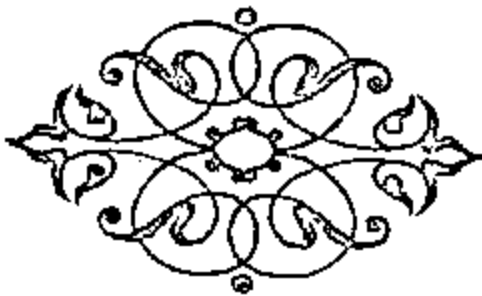
[1] اللامع الصبیح 54/17.

[2] سورة الواقعة / الآية 74، و الآية 96؛ و سورة الحاقة / الآية 52.

[تسبیح وتحمید] کی شان وعظمت

تمہید:

قرآن وسنت کی نصوص سے [تسبیح] و[تحمید] کی قدر ومنزلت متعدد پہلوؤں سے اُجاگر ہوتی ہے۔اس مقام پر درجِ ذیل تین گوشوں سے اُن کی اہمیت وفضیلت سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

ا: [تسبیح] کی شان وعظمت

ب: [حمد] کی شان وعظمت [1]

ج: [تسبیح] و[تحمید] کی شان وعظمت

مذکورہ بالا تینوں عنوانات کے ضمن میں ذیل میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

ا:[تسبیح] کی شان وعظمت:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ] کی قدر ومنزلت کتاب وسنت کی بہت سی باتوں میں آشکارا ہے۔انہی میں سے حسبِ ذیل چھ باتوں کے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

i: [کلمات التسبیح] کے ساتھ سات سورتوں کا آغاز۔

ii: فرمائشِ موسیٰ علیہ السلام کی غرض وغایت کثرت سے [تسبیح] پکارنا۔

iii: دورانِ زبان بندی زکریا علیہ السلام کو صبح وشام تسبیح کا حکم ربانی۔

iv: زبان بندی کے ایام میں زکریا علیہ السلام کا اشارہ سے حکمِ تسبیح۔

v: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح پکارنے کا متعدد بار حکمِ ربانی۔

vi: تسبیح کا آمدہ مصائب سے نجات کا سبب ہونا۔

---

[1] ان دونوں میں سے ہر ایک کی شان وعظمت، [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کی شان وعظمت ہے، کیونکہ جزء کی فضیلت بلاشک وشبہ کل کی عظمت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

i: [کلمات التسبیح] کے ساتھ سات سورتوں کا آغاز:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم کی سات سورتوں کا آغاز [تسبیح] پر دلالت کرنے والے الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے۔ ان سورتوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ا: ایک سورت کا آغاز [سُبْحَانَ] کے ساتھ:

✿ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ ①

ب: [سَبَّحَ] کے ساتھ:

✿ تین سورتوں کا آغاز [سَبَّحَ] صیغۂ فعل ماضی کے ساتھ:

i: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ ②

ii: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ③

ج: [يُسَبِّحُ] کے ساتھ:

✿ دو سورتوں کا آغاز [يُسَبِّحُ] صیغۂ فعل مضارع کے ساتھ:

i: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ④

د: [سَبِّحْ] کے ساتھ:

✿ ایک سورت کا آغاز [سَبِّحْ] صیغۂ امر کے ساتھ۔

---

① سورة بني إسرائيل (الإسراء) / جزء من الآية الأولى. ترجمہ: [پاک ہے وہ ذات، جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئے۔]

② سورة الحديد / جزء من الآية الأولى. ترجمہ: [اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی، ہر چیز نے، جو کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔]

③ سورة الحشر / جزء من الآية الأولى، وسورة الصف / جزء من الآية الأولى. ترجمہ: [اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی، ہر اس چیز نے، جو کہ آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے۔]

④ سورة الجمعة / جزء من الآية الأولى؛ و سورة التغابن / جزء من الآية الأولى. ترجمہ: [اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، ہر وہ چیز، جو کہ آسمانوں میں ہے اور جو کہ زمین میں ہے۔]

iii: دورانِ زبان بندی زکریا علیہ السلام کو صبح وشام تسبیح کا حکمِ ربانی:

حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت ملنے پر نشانی عطا کیے جانے کی فرمائش کی۔ تین دن تک تندرست ہونے کے باوجود نہ بول سکنے کی نشانی دی گئی۔ ساتھ ہی، یہ حکم دیا گیا، کہ وہ زبان بندی کے ان ایام میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ①

ترجمہ: [انہوں نے کہا: ''(اے) میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تیری نشانی (یہ ہے)، کہ تو تین دن اشارے کے سوا لوگوں سے بات نہیں کرے گا اور اپنے رب کو بہت یاد کیجیے اور شام اور صبح تسبیح کیجیے۔]

iv: زبان بندی کے ایام میں زکریا علیہ السلام کا اشارہ سے حکمِ تسبیح:

زبان بندی کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی بات کا حکم دیا، جس کا حکم رب العالمین نے انہیں دیا تھا۔ وہ بول تو نہیں سکتے تھے، لیکن انہوں نے یہ حکم اشارہ سے دیا۔

رب کریم نے بیان فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا. فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ②

ترجمہ: [انہوں نے کہا: ''(اے) میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے۔'' انہوں نے فرمایا: ''تمہاری نشانی (یہ ہے، کہ) تم تندرست ہوتے ہوئے لوگوں سے تین رات بات نہیں کرو گے۔ تو وہ عبادت خانے سے نکل کر

① سورۃ آل عمران / الآیۃ 41. ② سورۃ مریم / الآیتان 10-11.

اپنی قوم کے پاس آئے، تو انہیں اشارے سے کہا، کہ "پہلے اور پچھلے پہر تسبیح کرو۔"]

V: نبی کریم ﷺ کو تسبیح پکارنے کا متعدد بار حکمِ ربانی:

ربّ کریم نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں متعدد [1] دفعہ تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہی میں سے آٹھ مقامات درجِ ذیل ہیں:

ا: ﴿وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ [2]

ب/ ج: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ [3]

د: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ [4]

ہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ [5]

و: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ [6]

ز: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ [7]

ح: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ [8]

اللہ جل جلالہ کا کسی بات کے کرنے کا کسی کو، صرف ایک مرتبہ حکم دینا، اس کی شان وعظمت اجاگر کرنے کے لیے بہت کافی ہے، پھر جب وہ اسی عمل کا حکم، اپنے حبیب کریم نبی محترم ﷺ کو دیں اور ایک، دو، تین مرتبہ نہیں، بلکہ آٹھ بار یا اس سے بھی زیادہ دفعہ دیں، تو پھر اُس

---

[1] میں نے اپنی ناقص اور محدود گنتی میں سولہ دفعہ یہ حکم پایا ہے۔ وَ اللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔

[2] سورة طه / جزء من الآية 130. ترجمہ: [اور رات کے کچھ اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں میں، تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔]

[3] سورة الواقعة / الآية 74، و الآية 96. ترجمہ: [سو آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح کیجیے۔]

[4] سورة الحاقة / الآية 52.

[5] سورة الأعلى / الآية الأولى. ترجمہ: [اپنے رب کے نام کے ساتھ تسبیح کیجیے (جو) سب سے بلند ہیں۔]

[6] سورة ق / الآية 40. ترجمہ: [اور رات کے کسی حصے میں (بھی) اُن کی تسبیح کیجیے اور سجدے کے بعد کے اوقات میں۔]

[7] سورة الطور / الآية 49. ترجمہ: [اور رات (کے کسی حصے) میں اُن کی تسبیح کیجیے اور ستاروں کے (جانے کے) بعد۔]

[8] سورة الإنسان (الدهر) / الآية 26. ترجمہ: [اور رات میں سے (کچھ وقت) اُن کے لیے سجدہ ریز رہیے اور رات کے طویل حصے میں اُن کی تسبیح کرتے رہیے۔]

اپنی قوم کے پاس آئے، تو اُنہیں اشارے سے کہا، کہ ''پہلے اور پچھلے پہر تسبیح کرو۔'']

V: نبی کریم ﷺ کو تسبیح پکارنے کا متعدد بار حکمِ ربانی:

ربِّ کریم نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں متعدد (1) دفعہ تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہی میں سے آٹھ مقامات درجِ ذیل ہیں:

ا: ﴿وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ (2)

ب/ ج: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ (3)

د: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ (4)

ہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (5)

و: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ (6)

ز: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ (7)

ح: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ (8)

اللہ جل جلالہ کا کسی بات کے کرنے کا کسی کو، صرف ایک مرتبہ حکم دینا، اس کی شان وعظمت اجاگر کرنے کے لیے بہت کافی ہے، پھر جب وہ اُسی عمل کا حکم، اپنے حبیب کریم نبی محترم ﷺ کو دیں اور ایک، دو، تین مرتبہ نہیں، بلکہ آٹھ بار یا اس سے بھی زیادہ دفعہ دیں، تو پھر اُس

---

(1) میں نے اپنی ناقص اور محدود گنتی میں سولہ دفعہ یہ حکم پایا ہے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

(2) سورة طه / جزء من الآية 130. ترجمہ: [اور رات کے کچھ اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں میں، تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔]

(3) سورة الواقعة / الآية 74، و الآية 96. ترجمہ: [سو آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح کیجیے۔]

(4) سورة الحاقة / الآية 52.

(5) سورة الأعلى / الآية الأولى. ترجمہ: [اپنے رب کے نام کے ساتھ تسبیح کیجیے (جو) سب سے بلند ہیں۔]

(6) سورة ق / الآية 40. ترجمہ: [اور رات کے کسی حصے میں (بھی) اُن کی تسبیح کیجیے اور سجدے کے بعد کے اوقات میں۔]

(7) سورة الطور / الآية 49. ترجمہ: [اور رات (کے کسی حصے) میں اُن کی تسبیح کیجیے اور ستاروں کے (جانے کے) بعد۔]

(8) سورة الإنسان (الدهر) / الآية 26. ترجمہ: [اور رات میں سے (کچھ وقت) اُن کے لیے سجدہ ریز رہیے اور رات کے طویل حصے میں اُن کی تسبیح کرتے رہیے۔]

عمل کی شان وعظمت اور قدر ومنزلت کس قدر بلند وبالا ہوگی!

vi: تسبیح کا آمدہ مصائب سے نجات کا سبب ہونا:

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قید کیے جانے سے پیشتر تسبیح کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے وہاں گرفتار کیے جانے پر نجات کی التجا کی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اُن کی سابقہ کی ہوئی تسبیح کی وجہ سے نجات عطا فرمائی۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ. لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ ①

ترجمہ: [پس اگر وہ پہلے سے تسبیح بیان کرنے والے نہ ہوتے، تو روزِ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔]

امام ضحاک بن سفیان بیان کرتے ہیں:

[''بلاشبہ یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے تھے۔ جب مچھلی کے پیٹ میں گئے، تو (اس بارے میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ. لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ ② ③

① سورۃ الصافات / الآیتین 143-144.
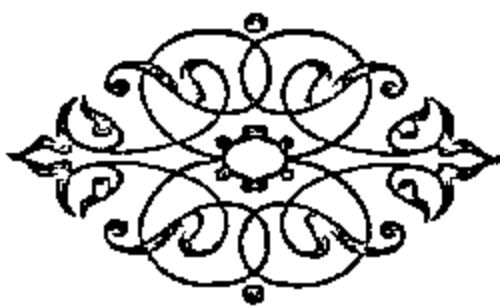
② سورۃ الصافات / الآیتین 143-144. ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

③ اسے ابونعیم نے اپنی کتاب [الحلیۃ] میں روایت کیا ہے۔ بحوالہ: جامع العلوم و الحکم للحافظ ابن رجب 475/1.

ب: [حمد] کی شان وعظمت

تمہید:

قرآن وسنت میں [حمد] کی قدر ومنزلت کے متعلق بہت کچھ موجود ہے۔ انہی میں سے حسبِ ذیل پانچ باتیں ہیں:

i: پانچ سورتوں کا آغاز [حمد] کے ساتھ۔

ii: نبی کریم ﷺ کو [حمد] کا متعدد مرتبہ حکمِ ربانی۔

iii: [حمد] کا سب سے زیادہ [فضیلت والی دعا] ہونا۔

iv: [حمد کرنے] کا حاصل ہونے والی ہر نعمت سے افضل ہونا۔

v: [الحمدللہ] کا میزان کو بھرنا۔

i: پانچ سورتوں کا آغاز [حمد] کے ساتھ:

اللہ تعالیٰ نے حسبِ ذیل پانچ سورتوں میں [بسم اللہ] کے بعد [حمد] کا ذکر فرمایا:

ا: سورۃ الفاتحہ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (1)

ب: سورۃ الأنعام: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ﴾ (2)

ج: سورۃ الکہف: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (3)

د: سورۃ سبا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ

(1) الآیۃ 2. ترجمہ: [تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، تمام جہانوں کے رب۔]

(2) الآیۃ 1. ترجمہ: [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا]۔

(3) جزء من الآیۃ الأولی. ترجمہ: [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جنہوں نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اُس میں کوئی کجی نہیں رکھی]۔

فِی الۡاٰخِرَۃِ﴾ ①

ہ: سورۃ فاطر: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ﴾ ②

ii: نبی کریم ﷺ کو [حمد] کا متعدد مرتبہ حکم ربانی:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں متعدد بار ③ [حمد کرنے کا] حکم دیا ہے۔ انہی میں سے پانچ مقامات درج ذیل ہیں:

ا: سورۃ الإسراء (بنی إسرائیل): ﴿وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ ④

ب: سورۃ النمل: ﴿قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی﴾ ⑤

ج: سورۃ النمل: ﴿وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ فَتَعۡرِفُوۡنَہَا﴾ ⑥

د: سورۃ العنکبوت: ﴿قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴾ ⑦

ہ: سورۃ لقمان: ﴿قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ⑧

---

① جزء من الآیة الأولی. ترجمہ: [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کا ہے اور آخرت میں (بھی) سب تعریف انہی کے لیے ہے۔]

② جزء من الآیة الأولی: ترجمہ: [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، (جو) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں، فرشتوں کو قاصد بنانے والے ہیں، (جو) دو دو، تین تین، چار چار پروں والے ہیں۔]

③ میری ناقص اور محدود گنتی میں یہ حکم سات مرتبہ دیا گیا ہے۔

④ جزء من الآیة 111. ترجمہ: [اور کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے، جنہوں نے نہ کوئی اولاد رکھی اور نہ بادشاہت میں کوئی اُن کا شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اُن کا مددگار ہے۔]

⑤ جزء من الآیة 59. ترجمہ: [کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اُن کے اُن بندوں پر سلام، جنہیں انہوں نے چن لیا۔]

⑥ جزء من الآیة 93. ترجمہ: [کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، تو تم انہیں پہچان لو گے۔]

⑦ جزء من الآیة 63. ترجمہ: [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، لیکن اُن میں سے اکثریت نہیں سمجھتی۔]

⑧ جزء من الآیة 25. ترجمہ: [کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، لیکن اُن کی اکثریت نہیں جانتی]۔

iii: [حمد] کا سب سے زیادہ [فضیلت والی دعا] ہونا:

حضرات ائمہ ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"وَ أَفْضَلُ الدُّعَآءِ: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ]."❶

[''اور سب سے زیادہ فضیلت والی دعا [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ] (کہنا) ہے۔'']

شیخ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری [حمد کے افضل دعا] ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لِأَنَّ الدُّعَآءَ عِبَارَةٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَ أَنْ تَطْلُبَ مِنْهُ الْحَاجَةَ، وَ الْحَمْدُ يَشْمَلُهُمَا، فَإِنَّ مَنْ حَمِدَ اللّٰهَ يَحْمَدُهُ عَلٰى نِعْمَتِهٖ، وَ الْحَمْدُ عَلَى النِّعْمَةِ طَلَبُ الْمَزِيْدِ، وَ هُوَ رَأْسُ الشُّكْرِ."❷

[''کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اُن سے اپنی حاجت طلب کرنے کا نام ہے اور [حمد] ان دونوں (باتوں) پر مشتمل ہوتی ہے، کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا اُن کی کسی نعمت کی بنا پر اُن کی حمد کرتا ہے اور نعمت پر حمد کرنا، اُسے مزید طلب کرنا ہے اور حمد شکر کا سر یعنی (بلندترین صورت) ہے۔'']

---

❶ جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جآء أن دعوة المسلم مستجابة، جزء من رقم الحديث 3607، 229/9؛ و السنن الكبرى، كتاب عمل اليوم و الليلة، أفضل الذكر و أفضل الدعآء، جزء من رقم الحديث 10599، 306/9. و الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب الأذكار، ذكر البيان بأن الحمد للّٰه جلّ و علا من أفضل الدعآء، جزء من رقم الحديث 846، 126/3؛ و المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعآء 503/1. اسے امام ترمذی، حافظ ابن حجر اور شیخ البانی نے [حسن] کہا ہے۔ امام حاکم اور شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو حسن] اور حافظ ذہبی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي 229/9-230؛ و المستدرك 503/1؛ والتلخيص 503/1؛ و صحيح سنن الترمذي 40/3؛ و هامش الإحسان 126/3).

❷ تحفة الأحوذي 229/9.

iv: [حمد کرنے] کا حاصل ہونے والی ہر نعمت سے افضل ہونا:

امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً، فَقَالَ:

''[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ]''

إِلَّا كَانَ الَّذِي أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ.''[1]

[''اللہ تعالیٰ کسی بندے پر کوئی احسان نہیں فرماتے اور وہ

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ]

کہے، مگر اُس کا اِس طرح کہنا (شان وعظمت اور اجر وثواب کے اعتبار سے)

پہلے سے) حاصل شدہ (نعمت) سے افضل ہوتا ہے۔''][2]

v: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] کا میزان کو بھرنا:

امام مسلم نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وَ [الْحَمْدُ لِلّٰهِ] تَمْلَأُ الْمِيزَانَ.''[3]

[''اور [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] میزان کو بھر دیتا ہے۔'']

---

[1] سنن ابن ماجه، أبواب الآداب، باب فضل الحامدين، رقم الحديث 3850، 336/2. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه 319/2). امام طبرانی کی روایت میں ہے: ''إِلَّا كَانَ ذٰلِكَ أَفْضَلَ مِنْ تِلْكَ النِّعْمَةِ.'' (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب و الترهيب، كتاب الذكر، الترغيب في التسبيح و التكبير......، جزء من رقم الحديث 1573-(37)، 243/2). شیخ البانی نے طبرانی کی روایت کو [حسن لغیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 243/2).

[2] مراد...... وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ...... یہ ہے، کہ نعمت کے میسر آنے پر [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] کہنے کی توفیق کا ملنا، پہلے ملنے والی ہر نعمت سے بڑی نعمت ہے۔

[3] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، جزء من رقم الحديث 1-(223)، 203/1.

ج: [تسبیح وتحمید] کی شان وعظمت

تمہید:

قرآن وسنت میں اس سلسلے میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔توفیقِ الٰہی سے حسبِ ذیل بارہ عنوانات کے ضمن میں اس حوالے سے گفتگو کی جارہی ہے:

i: اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کلام سے ہونا

ii: اللہ تعالیٰ کے ہاں راہِ الٰہی میں سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ محبوب

iii: نبی کریم ﷺ کو [تسبیح وتحمید] کا متعدد بار حکم ربانی

iv: ہر چیز کا [تسبیح وتحمید] کرنا

v: عرش کے گرد گھومتے ہوئے پڑھنے والے کو یاد کروانا

vi: آسمانوں اور زمین کے درمیانی خلا کو بھر دینا

vii: سو دفعہ [تسبیح وتحمید] کا سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ معاف کروانا

ix: تنگی سینہ کے علاج کا جزء ہونا

ا: سو مرتبہ [تسبیح] کا اولادِ اسماعیل کے سو غلام آزاد کرنے

ب: سو مرتبہ [تحمید] کا سو زین پوش لگام والے گھوڑے راہِ الٰہی میں دینے کے برابر ہونا

x: ہر چیز کا اسی سے رزق دیا جانا

xi: میزان میں نہایت بھاری ہونا

xii: جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہونا

i: اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کلام سے ہونا:

تین احادیث:

آنحضرت ﷺ نے [تسبیح وتحمید] کے بہترین کلام ہونے کی متعدد احادیث شریفہ

میں خبر دی ہے۔ ذیل میں انہی سے تین ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ؟"

[''کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟'']

تو میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ."

[''اے اللہ تعالیٰ کے رسول...... صلی اللہ علیہ وسلم ......! مجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کلام کی خبر دیجیے۔'']

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ." [1]

[''بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پیارا کلام: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" ہے۔'']

ب: امام مسلم نے حضرت سَمُرہ بن جُندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ أَرْبَعٌ:

سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ." [2]

[''اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کلام چار ہیں:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ."]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الذكر و الدعآء و التوبة و الاستغفار، باب فضل سبحان الله وبحمده، رقم الحديث 85-(2731)، 4/2093-2094.

[2] المرجع السابق، كتاب الآداب، باب كراهية التسمية بالأسماء القبيحة ......، جزء من رقم الحديث 12-(2173)، 3/1685.

ج: امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا:

"أَيُّ الْكَلَامِ أَفْضَلُ؟"

[''کون سا کلام سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟'']

آنحضرت ﷺ نے (جواب میں) فرمایا:

"مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ أَوْ لِعِبَادِهِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ." [1]

[''جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں یا بندوں کے لیے انتخاب فرمایا:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ."

مذکورہ بالا تینوں احادیث سے یہ بات واضح ہے، کہ [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ] اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ فضیلت والے کلام سے ہے۔

تین تنبیہات:

1۔ صحیح البخاری کی آخری حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ نے [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ] کو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے دو کلمات قرار دیا ہے۔ [حَبِيْبَتَانِ] ...... جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے ...... [حَبِيْبَةٌ] کا تثنیہ اور [فَعِيْلَةٌ] کے وزن پر ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور معنی [بہت ہی پیارے]۔

2۔ مذکورہ بالا پہلی حدیث میں [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ] دو کلمات کو اور تیسری حدیث میں [سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ] چار کلمات کو محبوب ترین کلام کہا گیا ہے۔

ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں، کیونکہ پہلی حدیث سے مراد یہ ہے، کہ یہ دو کلمات ان چار کلمات میں سے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعآء و التوبۃ و الاستغفار، رقم الحدیث 84-(2731)، 2093/4.

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المفہم 59/7-60.

3۔ مذکورہ بالا چار کلمات کا سب سے زیادہ فضیلت والا ہونا، انسان کے کلام میں سے ہے، وگرنہ قرآن کریم سب سے زیادہ شان و عظمت والا کلام ہے۔ (1)

ii: اللہ تعالیٰ کے ہاں راہِ الٰہی میں سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ محبوب:

امام فریابی اور امام طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ هَالَهُ اللَّيْلُ أَنْ يُّكَابِدَهُ أَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ أَنْ يُّنْفِقَهُ أَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ أَنْ يُّقَاتِلَهُ، فَلْيُكْثِرْ مِنْ:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ]،

فَإِنَّهَا أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جَبَلِ ذَهَبٍ يُّنْفِقُهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.'' (2)

[''جس شخص کے لیے رات کی عبادت کی مشقت کا جھیلنا گراں ہو یا مال کے خرچ کرنے میں بخیل ہو یا دشمن سے لڑنے میں بزدل ہو، تو وہ

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ]

بہت زیادہ کہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ عزوجل کی راہ میں سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔'']

iii: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو [تسبیح و تحمید] کا متعدد بار حکم ربانی:

رب ذوالجلال نے قرآن کریم کے متعدد مقامات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح و تحمید کا حکم دیا ہے۔ انہی میں سے بطورِ مثال چھ حسب ذیل ہیں:

ا: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾ (3)

---

(1) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: شرح النووي 49/17.

(2) الترغيب و الترهيب، كتاب الذكر، الترغيب في التسبيح و التكبير ......، رقم الحديث 8، 422/2. الفاظِ حدیث طبرانی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب و الترهيب 228/2).

(3) سورة الحجر / الآية 98. ترجمہ: [اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جائیے۔]

ب: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ ❶

ج: ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ❷

د: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ ❸

ہ: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ﴾ ❹

و: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ. وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ ❺

آنحضرت ﷺ [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کہہ کر اپنے ربّ قدّوس کے حکم کی تعمیل کرتے۔ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"وَ فِیْهِ امْتِثَالٌ لِّقَوْلِهٖ تَعَالٰی: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) وَ تَأْوِیْلٌ لَّهٗ." ❻

["اس میں ارشادِ تعالیٰ: ترجمہ: [اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُن کی تسبیح کیجیے] کی

---

❶ سورة طه / جزء من الآية 130. ترجمہ: [جو کچھ وہ کہتے ہیں، پس اُس پر صبر کیجیے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔]

❷ سورة غافر / الآية 55. ترجمہ: [پس صبر کیجیے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اپنے گناہ کے لیے بخشش طلب کیجیے اور دن کے پچھلے اور پہلے پہر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔]

❸ سورة ق / الآية 39. ترجمہ: [سو اُس پر صبر کیجیے، جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔]

❹ سورة الطور / الآية 48. ترجمہ: [اور اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کیجیے، کیونکہ بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے، جب آپ کھڑے ہوں۔]

❺ سورة النصر / الآيات 1-3. ترجمہ: [جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اُن سے بخشش طلب کیجیے۔ بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والے ہیں۔]

❻ شرح الكرماني 251/23.

تعمیل اور اُس کی عملی شکل ہے۔"]

نبی کریم ﷺ کے امت کو اِس کی تلقین کرنے میں بھی حکمِ ربانی کی تعمیل کرنے کی ترغیب ہے۔

تنبیہ:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کہنے میں آنحضرت ﷺ کی جانب سے چھ مرتبہ دیئے گئے حکمِ ربانی کی تعمیل ہے اور یہ ایک بات ہی اس کی قدر و منزلت کو اُجاگر کرنے کے بہت کافی ہیں۔

ربِ کریم! ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں، اہل و عیال، نسلوں اور امت کو اُس کے بہت زیادہ کہنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ إِنَّهٗ جَوَادٌ كَرِيْمٌ.

iv: ہر چیز کا [تسبیح و تحمید] کرنا:

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ إِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (1)

ترجمہ: [ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی اُن میں ہے، اُن (یعنی اللہ تعالیٰ) کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں، مگر اُن کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے، لیکن تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار اور بہت زیادہ بخشنے والے ہیں]۔

❀ گرجنے والے بادل اور فرشتوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ (2)

ترجمہ: [اور (بادل کی) گرج اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے (بھی) اُن کے خوف سے۔]

---

(1) سوة بني إسرائيل / الآية 44.
(2) سورة الرعد / جزء من الآية 13.

❀ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر ذی روح اور پرندوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَآفَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ ❶ ❷

ترجمہ: [کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین میں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح جان لی اور اللہ تعالیٰ اُسے خوب جانتے ہیں، جو وہ کرتے ہیں۔]

❀ پہاڑوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ ❸

ترجمہ: [بے شک ہم نے پہاڑوں کو اُن (یعنی داود علیہ السلام) کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھتے وقت تسبیح کرتے تھے۔]

V: عرش کے گرد گھومتے ہوئے پڑھنے والے کو یاد کروانا:

حضراتِ ائمہ ابن ابی الدنیا، ابن ماجہ اور حاکم نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

التَّسْبِيحَ، وَ التَّهْلِيلَ، ❹ وَ التَّحْمِيدَ، يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، تُذَكِّرُ بِصَاحِبِهَا.

أَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ ..... أَوْ لَا يَزَالُ لَهُ ..... مَنْ يُذَكِّرُ بِهِ.'' ❺

---

❶ سورة النور / الآية 41.

❷ حافظ ابن کثیر: ﴿وَالطَّيْرُ صَآفَّاتٍ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یعنی وہ اپنی اڑان کے دوران اپنے رب تعالیٰ کی الہام کردہ سکھلائی ہوئی تسبیح کے ساتھ اُن کی تسبیح پکارتے اور اُن کی عبادت کرتے ہیں۔'' (تفسیر ابن كثير 326/3).

❸ سورة ص / الآية 18. ❹ یعنی لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

❺ الترغيب و الترهيب، كتاب الذكر و الدعآء، الترغيب في التسبيح و التكبير ......، رقم الحديث 35، 432/2؛"والسنن" للإمام ابن ماجه، أبواب الأدب، باب فضل التسبيح، رقم الحديث 3809،⇦⇦⇦

[''بے شک اپنے رب کی بزرگی سے جس کا ذکر تم کرتے ہو:
تسبیح، تہلیل اور تحمید ہیں۔ وہ عرش کے گرد گھومتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح اُن کی آواز ہوتی ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والے کو یاد کرواتے ہیں۔ کیا تم میں سے ایک پسند نہیں کرتا، کہ اُسے کوئی (عرش کے گردا گرد) یاد کروانے والا ہو...... یا ہمیشہ (یاد کروانے والا) (1) ہو.......۔'']

vi: آسمانوں اور زمین کے درمیانی خلا کو بھر دینا:

امام مسلم نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ ..... أَوْ تَمْلَأُ ..... مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ.'' (2)

[''[سُبْحَانَ اللّٰهِ] اور [الْحَمْدُ لِلّٰهِ] آسمانوں اور زمین کا درمیانی خلا بھر دیتے ہیں۔'']

vii: سو دفعہ [تسبیح و تحمید] کا سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ معاف کروانا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

⇦⇦⇦ ص 619؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء 503/1. الفاظِ حدیث ''السنن'' کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [صحیح مسلم کی شرط] پر صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ منذری لکھتے ہیں، کہ اسے ابن ابی الدنیا، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا۔ شیخ البانی اور شیخ عصام نے اسے [صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 503/1، والترغيب والترهيب 432/2؛ وصحيح الترغيب والترهيب 240/2؛ وهامش ''السنن'' للشيخ عصام ص 619).

(1) راوی کو شک ہوا، کہ اس کے شیخ نے دونوں قسم کے الفاظ میں سے کون سے الفاظ بیان کیے۔ شک کا اظہار کرنے والے راوی کی روایتِ حدیث میں غایت درجہ کی احتیاط ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْرَ الْجَزَاءِ.

(2) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، جزء من رقم الحديث 1-(223)، 203/1.

"مَنْ قَالَ:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ]

فِيْ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ، وَ إِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ." [1]

["جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ]

کہا، اس کی خطائیں معاف کردی گئیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

viii: [ا: سو مرتبہ [تسبیح] کا اولادِ اسماعیل علیہ السلام کے سو غلام آزاد کروانے کے برابر ہونا:
ب: سو بار [تحمید] کا سو زین پوش لگام والے گھوڑے راہِ الٰہی میں دینے کے برابر ہونا:

امام احمد نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، تو میں نے عرض کیا:

"إِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ وَ ضَعُفْتُ ......أَوْ كَمَا قَالَتْ...... فَمُرْنِيْ بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ، وَ أَنَا جَالِسَةٌ."

["بے شک میں بوڑھی اور کمزور ہوچکی ہوں، ...... یا جیسے انہوں نے کہا...... مجھے (ایسے) عمل کا حکم دیجیے، جو میں بیٹھے بیٹھے کرلیا کروں۔"]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَبِّحِي اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ، فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ رَقَبَةٍ تُعْتِقِيْنَهَا مِنْ وَّلَدِ إِسْمَاعِيْلَ.

["سو دفعہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجیے، بے شک یہ آپ کے لیے اولادِ اسماعیل علیہ السلام

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح، رقم الحديث 6405، 206/11؛ و صحيح مسلم، كتاب الذكر و الدعآء و التوبة و الاستغفار، باب فضل التهليل و التسبيح و الدعآء، جزء من رقم الحديث 28-(2691)، 2071/4. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

سے سو گردنیں آزاد کرنے کے برابر ہیں۔‘‘]

’’وَ احْمَدِي اللّٰهَ مِائَةَ تَحْمِيدَةٍ، فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُّسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ تَحْمِلِينَ عَلَيْهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ..... الحديث.‘‘ [1]

[’’سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کیجیے، بے شک یہ آپ کے لیے سو زین پوش لگام چڑھائے ہوئے گھوڑوں پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سوار کروانے کے برابر ہے۔‘‘ الحدیث]

ix: تنگیٔ سینہ کے علاج کا جزء ہونا:

﴿وَ لَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ. وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [2]

ترجمہ: [اور یقیناً بلاشبہ ہم جانتے ہیں، کہ جو وہ کہتے ہیں، بے شک اُس سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے،

پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جایئے اور یقین (یعنی موت، جس کا آنا یقینی ہے) کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کیجیے۔]

ان آیاتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے پہلے نبی کریم ﷺ کی تکلیف کو بیان فرمایا اور وہ ہے:

[مشرکوں کی نامناسب گفتگو کی وجہ سے سینے کا تنگ ہونا]

پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کے علاج کے لیے تین باتیں بتلائیں اور اُن میں سے پہلی بات یہ ہے، کہ:

---

[1] المسند، جزء من رقم الحديث 26911، 479/44-480. حافظ منذری نے اس [سند کو حسن] اور شیخ البانی نے [اس حدیث کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغیب و الترھیب 426/2؛ و صحیح الترغيب و الترهيب 233/2؛ و سلسلة الأحاديث الصحيحة، 302/3-303). نیز ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد 92/10.

[2] سورة الحجر / الآيات 97-99.

[اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے]

دوسری بات: سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونا

اور تیسری بات: موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کرنا

تنبیہ:

سینے کی تنگی دور کرنے میں، [تسبیح وتحمید] کی اہمیت اجاگر کرنے والی مزید ایک بات یہ ہے، کہ دوسری اور تیسری بات میں بھی [تسبیح وتحمید] شامل ہے۔ دوسری بات سجدہ اور تیسری بات عبادت بھی اُس سے خالی نہیں ہوتی۔ اس طرح سینے کی تنگی کے علاج کے لیے تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی اُس سے خالی نہیں۔ دو میں اُس کا ذکر ضمنی طور پر اور ایک میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

x: ہر چیز کا اسی سے رزق دیا جانا:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو دو باتوں کا حکم دیا۔ اُن میں سے دوسری بات یہ تھی:

"[وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] فَإِنَّهَا صَلَاةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَ بِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ." [1]

"ترجمہ: [اور (میں تجھے حکم دیتا ہوں) [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ] کا، کیونکہ وہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔"]

xi: میزان میں نہایت بھاری ہونا:

حضرات ائمہ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے ابو سلمی رضی اللہ عنہ

---

[1] امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ (ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحديث 6583، 10/87-89؛ و الأدب المفرد، باب الكبر، رقم الحديث 548، 190-191. شیخ احمد شاکر اور شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند 10/87، (ط: مصر)؛ و هامش المسند 11/151، (ط: الرسالة)؛ نیز ملاحظہ ہو: "دعوت دین کس وقت دیں؟" ص 225-228. شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب 2/229).

سے روایت کیا، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”بَخٍ بَخٍ بِخَمْسٍ مَآ أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ!

”سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.

وَ الْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى لِلْمُسْلِمِ فَيَحْتَسِبُهُ.“ ①

”پانچ (باتوں) کی خوبی کا کیا کہنا! پانچ (باتوں) کی خوبی کا کیا کہنا!

وہ (روزِ قیامت) میزان میں کس قدر بھاری ہیں!

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]، [سُبْحَانَ اللّٰهِ] [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ]، [اَللّٰهُ أَكْبَرُ]

مسلمان شخص کا نیک بیٹا، کہ فوت ہو اور وہ اس (کی وفات) پر ثواب کی خاطر صبر کرے۔“]

تنبیہ: نبی کریم ﷺ نے امام بخاری کی روایت کردہ آخری حدیث میں بھی [تسبیح و تحمید] پر مشتمل دو جملوں کو [ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ] [یعنی میزان میں بہت بھاری] قرار دیا۔

xii: جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہونا:

حضراتِ ائمہ نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① السنن الکبری، کتاب عمل الیوم و اللیلة، حدیث کعب بن عُجرة رضی اللہ عنہ في المعقِّبات، رقم الحدیث 13/9995، 50/6؛ (ط: دارالکتب العلمیة) و الإحسان في تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الأذکار، ذکر استحباب الإکثار للمرء من التسبیح و التحمید ......، رقم الحدیث 833، 114/3-115؛ و المستدرك علی الصحیحین، کتاب الدعآء، 511/1-512. الفاظِ حدیث المستدرك کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [صحیح الإسناد] کہا اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق 512/1؛ و التلخیص 512/1؛ و صحیح الترغیب و الترهیب 235/2).

"خُذُوْا جُنَّتَكُمْ."

"اپنی ڈھال سنبھال لو۔"

انہوں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَدُوٌّ حَضَرَ؟"

["اے اللہ تعالیٰ کے رسول......ﷺ......! کیا دشمن (سے جو) یقیناً آ پہنچا ہے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَا، وَ لٰكِنْ جُنَّتَكُمْ مِّنَ النَّارِ، قُوْلُوْا:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.]

فَإِنَّهُنَّ يَأْتِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُجَنِّبَاتٍ وَ مُعَقِّبَاتٍ، وَ هُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتِ."[1]

["نہیں، لیکن (دوزخ کی) آگ سے (بچانے والی) اپنی ڈھالیں (سنبھالو)، تم کہو:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.]

کیونکہ وہ یقیناً روزِ قیامت تمہارے آگے اور پیچھے آئیں گی اور وہ ہی اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ (یعنی باقی رہنے والے نیک اعمال) ہیں۔"

امام حاکم کی روایت میں [مُجَنِّبَات] کی بجائے [مُنْجِيَات] ہے۔

---

[1] السنن الکبرٰی، کتاب عمل الیوم و اللیلة، ثواب من سبّح للّٰه مائة تسبیحة و تحمیدة و تکبیرة، رقم الحدیث 10617، 313/9 و المستدرك علی الصحیحین، کتاب الدعآء، 541/1. حافظ منذری لکھتے ہیں: "اسے نسائی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔" (الترغیب و الترهیب، کتاب الذکر و الدعآء، الترغیب في التسبیح و التکبیر ......، رقم الحدیث 33، 432/2. الفاظِ حدیث الترغیب والترہیب ہی سے نقل کیے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [صحیح مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك علی الصحیحین 541/1؛ و التلخیص 541/1؛ و صحیح الترغیب و الترهیب 239/2).

یعنی وہ کلمات اپنے کہنے والے کو نجات دلوانے والے ہیں۔

اس حدیث شریف میں [تسبیح وتحمید] کے متعلق حسبِ ذیل حقائق واضح ہو رہے ہیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے اُن کا نام: [دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال] رکھا۔

ب: وہ ڈھال صرف آگے ہی سے اپنے پڑھنے والے کی حفاظت نہیں کرتی، بلکہ آگے پیچھے دونوں اطراف سے کرتی ہے۔

ج: اُن کا ایک اور نام [اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ] ہے۔

د: وہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب الٰہی سے نجات دلوانے والے ہیں۔
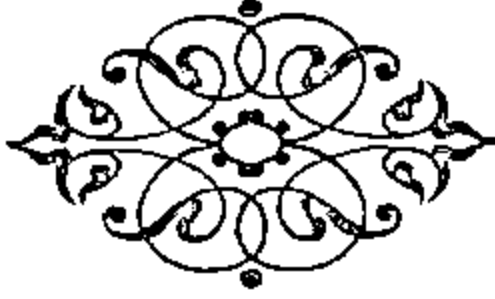
فوائدِ حدیث

اس حدیث شریف میں موجود فوائد میں سے ستائیس حسبِ ذیل ہیں:

1: لفظ [كلمة] ① کا [کلام] اور [جملہ] ② دونوں میں سے ہر ایک کے معنٰی میں استعمال۔

2: [فعيلة] کے وزن پر [اسم] کا [مفعول] کے معنٰی میں استعمال۔

3: (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ) اور (سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ) دونوں جملوں کا اللہ تعالیٰ کو نہایت پیارا ہونا۔

4: ان دونوں جملوں کے کہنے والے کا اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہونا۔

5: ان دونوں جملوں کے کہنے والے کی دعا کا قبول ہونا، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب شخص کی دعا کی قبولیت کی بشارت دی ہے۔ یا بالفاظِ دیگر ان دونوں جملوں کے کہنے کا قبولیتِ دعا کے اسباب میں سے ہونا۔

6: گفتگو میں [استعاره بالكناية] ③ کا استعمال۔

---

① انگریزی میں معنٰی [Word] اور اُردو میں [ایک لفظ]۔

② انگریزی میں (Sentense)۔

③ حدیث شریف میں ان دو جملوں کے [زبان پر آسانی سے جاری ہونے] کو ان کے [زبان پر ہلکے ہونے] سے تعبیر (بیان) کیا گیا ہے۔ اس طرح ان دونوں جملوں کے [آسانی سے زبان پر جاری ہونے] کو ہلکے وزن والے سامان سے تشبیہ دی گئی، [مشبّه به] کو حذف کر دیا گیا اور اس کے متعلق وصف [ہلکے ہونے] کا ذکر کیا گیا اور یہ [استعارة بالكناية] کی صنف سے ہے۔ جہاں تک [میزان میں ان کے بھاری ہونے] کا تعلق ہے، تو یہ وصف حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے پہلے تفصیل سے توفیقِ الٰہی سے بات ہو چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو: عون الباری 612/6).

7: تکلف و تصنع اور جھوٹ کے بغیر سجع ❶ کا استعمال جائز ہونا۔

8: بلا تکلف سجع پر مشتمل کلام شاعری نہیں ہوتی، اگر چہ وہ شعری اوزان کے مطابق ہو۔ ❷

9: [اسلوبِ مقابلہ] کا استعمال: [خَفِيفَتَانِ] [نہایت ہلکے ہونا] اور [ثَقِيلَتَانِ] [نہایت بھاری ہونا] ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اسے [الطباق] کہا جاتا ہے۔ ❸

10: روزِ قیامت میزان کا ہونا۔

11: مخلوق کی کلام کا مخلوق ہونا، کیونکہ [ہلکا] اور [بھاری] ہونا، مخلوق کی صفات سے ہیں۔

12: روزِ قیامت انسانی کلام کا تولا جانا۔

13: تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ میں [قولِ بلیغ] بقدرِ استطاعت اور بلا تکلف استعمال کرنا۔ ❹

14: گفتگو میں قدرتی اور واقعاتی ترتیب کو پیشِ نظر رکھنا۔ ❺

15: خلافِ معمول [خبر] کو [مبتدا] سے پہلے لانا، تاکہ سامع [مبتدا] کے معلوم کرنے کی خاطر سراپا اشتیاق بن جائے۔

---

① [السجع]: علامہ طیبی لکھتے ہیں:
"وَ هُوَ تَوَاطُؤُ الْفَاصِلَتَيْنِ عَلَى الْحَرفِ الْأَخِيرِ أَوِ الْوَزْن." ("كتاب التبيان في علم المعاني والبديع و البيان" ص 502). [ترجمہ: دو جملوں کے اخیر کا آخری حرف یا وزن کے اعتبار سے، ایک جیسا ہونا]۔

② ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 10/485-486.

③ ملاحظہ ہو: اللامع الصبيح 17/546. ڈاکٹر عبدالعزیز لکھتے ہیں:
"هِيَ الْجَمْعُ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ أَوْ بَيْنَ الشَّيْءِ وَ ضِدِّهِ فِي كَلَامٍ أَوْ بَيْتِ شِعْرٍ". ("علم البديع" ص 77).
["وہ (یعنی [المطابقة] یا [الطباق]) دو ضدوں یا چیز اور اس کی ضد کا کلام یا شعر میں جمع کرنا ہوتا ہے۔"]

④ ارشادِ تعالیٰ ہے: ﴿وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا﴾ (سورة النساء / جزء من الآية 63).
ترجمہ: [آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے رہیے اور انہیں ایسی باتیں کہیے، کہ ان کے دلوں میں اتر جائیں]۔

⑤ حدیث شریف میں سب سے پہلے رحمٰن کے ہاں دونوں جملوں کا نہایت محبوب ہونا، پھر اُن کا زبان پر نہایت آسان ہونا اور پھر میزان میں نہایت بھاری ہونا۔ واقعاتی اور منطقی ترتیب بھی مکمل طور پر ایسے ہی ہے۔
پھر سب سے پہلے [تسبیح]، اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے بلند و بالا ہونا، پھر ان کے شایانِ شان ہر خوبی کا اُن میں ہونا [تحمید] کے ساتھ، پھر [تسبیح] و [تحمید] دونوں کے مستحق رب العزت کے لیے [العظیم] کا وصف استعمال فرمانا۔
فَلِلّٰهِ دَرُّهُ صَلَوَاتُ رَبِّي وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ.

16: تشویق میں اضافے کی خاطر [خبر] کے ایک کی بجائے تین اوصاف:

[حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ]،

[خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ]

اور [ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ]

استعمال فرمانا۔ ❶

17: ان دونوں جملوں کے کہنے کی تلقین کے لیے [اسلوبِ ترغیب] استعمال کرنا۔

18: بالواسطہ طریقے [Indirect Method] سے ترغیب دینا۔ [ان کلمات کو کہا کرو] کہنے کی بجائے ان کے بارے میں تین باتیں بیان فرما کر اُن کے کہنے کی ترغیب دی۔

19: [تسبیح] کے مخالفین کی کثرت کی بنا پر [تحمید] کے مقابلے میں [تسبیح] کا زیادہ اہتمام فرمانا۔ ❷

20: شدتِ اہتمام کی غرض سے [اسلوبِ تکرار] کا استعمال، کہ [سُبْحَانَ اللّٰهِ] دو دفعہ فرمانا۔ ❸

21: ضرورت و مصلحت کے لیے [اسلوبِ تکرار] کا استعمال۔

22: تفصیل کے بعد اجمال، [تسبیح] و [تحمید] کی صورت میں ابتدا میں تفصیل اور [اَلْعَظِيْم] کی صورت میں آخر میں اجمال۔ ❹

23: وصف [اَلْعَظِيْم] کی شان و عظمت۔

24: [تسبیح و تحمید] کے بعد صفاتی اسم مبارک [العظیم] ذکر کر کے [تسبیح و تحمید] کا حق ادا کرنے میں بندے کے عجز و انکسار کا اعتراف و اقرار۔

25: قرآنی احکامات:

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري 540/13.

❷ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 486/10.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق 486/10.

❹ ملاحظہ ہو: اللامع الصبیح 54/17.

[وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ] ❶

اور

[فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ] ❷

کی تعمیل کے لیے بیانِ نبوی ﷺ:

[سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ] ❸

26: عام شرعی تکالیف کا بوجھل اور بھاری ہونا۔ ❹

27: اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسمِ گرامی [الرحمٰن] سے انعام واحسان کی دل و دماغ کو شاداں و فرحاں کرنے والی بے مثال خوشبو اور صفاتی اسم مبارک [العظیم] سے ان کے جاہ و جلال کی نہایت ہیبت کو جمع کر کے ایک ہی مقام پر امید و خوف کو اکٹھا کر دینا۔ ❺

---
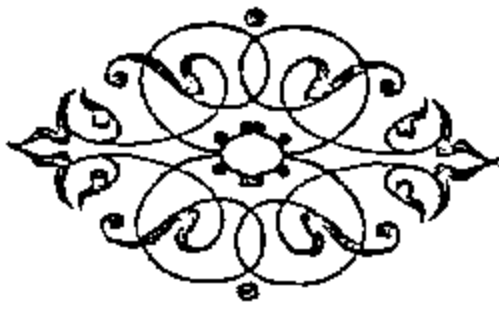
① سورة طٰه / جزء من الآية 130 ؛ و سورة غافر / جزء من الآية 55، و سورة قٓ / جزء من الآية 39؛ و سورة الطور / جزء من الآية 48.

② سورة الواقعة / الآية 74، و الآية 96؛ و سورة الحاقة / الآية 52.

③ ملاحظہ ہو: فتح الباري 542/13.

④ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 485/10؛ و عون الباري 613/6.

⑤ ملاحظہ ہو: إرشاد الساري 484/10.

فہرس المصادر والمراجع

عربی کتب:

1: "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاّء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1408هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤوط.

2: "أحسن الحواشي على أصول الشاشي" للشيخ محمد بركت اللّٰه رضا الكهنوي، الناشر: قرآن محل كراتشي.

3: "الأدب المفرد" للإمام البخاري، ط: عالم الكتب بيروت، الطبعة الثانية 1405هـ، بترتيب ا. كمال يوسف الحوت.

4: "الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد و الرد على أهل الشرك و الإلحاد" للدكتور صالح الفوزان، ط: دارالعاصمة الرياض، توزيع: مركز الدعوة و الإرشاد بالرياض، الطبعة الأولى 1423هـ.

5: "إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري" للعلامة القسطلاني، المطبعة الكبرى الأميرية بمصر، الطبعة السادسة 1305هـ.

6: "الإصابة في تمييز الصحابة" للحافظ ابن حجر، ط: دار الكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

7: "إكمال إكمال المعلم شرح صحيح مسلم" للعلامة الأُبّي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1415هـ.

8: "إمام الكلام فيما يتعلق بالقرآءة خلف الإمام" للعلامة محمد عبدالحي الكنوي، ط: مكتبة الوادي، بتحقيق ا. عثمان جمعة ضميرية.

9: "إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجه" للشيخ محمد علي جانباز، ط: المكتبة القدوسية لاهور، الطبعة الأولٰى 1421هـ.

10: "إنعام المنعم الباري بشرح ثلاثيات البخاري" للشيخ عبدالصبور، ط: المطبعة أنصار السنة المحمدية بمصر، الطبعة الأولٰى 1358هـ.

11: "البداية و النهاية" للحافظ ابن كثير، ط: هجر، الطبعة الأولٰى 1418هـ، بتحقيق د. عبداللّٰه التركي، [أو ط: مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية 1394هـ].

12: "تاريخ بغداد" للحافظ الخطيب البغدادي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

13: "تحفة الأحوذي" شرح جامع الترمذي، للشيخ محمد عبدالرحمٰن المباركفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولٰى 1410هـ.

14: "تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي" للحافظ جلال الدين السيوطي، ط: مطبعة السعادة بمصر، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الشيخ عبدالوهاب عبداللطيف.

15: "الترغيب و الترهيب" للحافظ المنذري، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع 1410هـ، بتحقيق الشيخ مصطفٰى محمد عمارة.

16: "تعليقات القاريء على ثلاثيات البخاري" للعلامة علي القاريء، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولٰى 1432هـ، بتحقيق ا. موسٰى الشريف الفيفي.

17: "تفسير البحر المحيط" للعلّامة أبي حيان الأندلسي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولٰى 1413هـ.

18: "تفسير البيضاوي" للقاضي البيضاوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع 1399هـ.

19: "تفسير التحرير و التنوير" للشيخ ابن عاشور، ط: دارالتونسية للنشر تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع 1399هـ.

20: "تفسير الخازن" المسمّٰى بـ"لُباب التأويل في معاني التنزيل" للعلامة الخازن، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع 1399هـ.

21: "تفسير أبي السعود" المسمّٰى بـ"إرشاد العقل السليم إلٰى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحيآء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

22: "تفسير القاسمي" المسمّٰى بـ"محاسن التأويل" للشيخ محمد جمال الدين القاسمي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الثالثة 1398هـ.

23: "تفسير القرطبي" المسمّٰى بـ"الجامع لأحكام القرآن" للعلامة القرطبي، ط: دار إحيآء التراث العربي بيروت، بدون سنة الطبع.

24: "تفسير الطبري" المسمّٰى بـ"جامع البيان في تفسير القرآن" ط: دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثالثة 1398هـ.

25: "تفسير ابن كثير" المسمّٰى بـ"تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير، ط: دارالفيحآء دمشق و دارالسلام الرياض، الطبعة الأولٰى 1412هـ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط.

26: "تقريب التهذيب" للحافظ ابن حجر، ط: دارالرشيد سوريا. حلب، الطبعة الثانية 1408هـ، بتحقيق: ا. محمد عوّامة.

27: "التلخيص" للحافظ الذهبي، ط، دارالمعرفة بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

28: "التوضيح لشرح الجامع الصحيح" للحافظ ابن الملقِّن، ط: دارالفلاح، بإشراف ا. خالد الرّباط و ا. جمعة فتحي.

29: "تهذيب الأسمآء و اللغات" للعلّامة النووي، توزيع: دارالكتب

العلمية بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

30: "تهذيب التهذيب" للحافظ ابن حجر، ط: مجلس دآئرة المعارف النظامية حيدر آباد الدكن، الطبعة الأولى 1327هـ.

31: "تيسير مصطلح الحديث" للأستاذ الدكتور محمود الطحّان، ط: مكتبة المعارف الرياض.

32: "جامع الترمذي" (المطبوع مع تحفة الأحوذي)، للإمام أبي عيسى الترمذي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1410هـ.

33: "جامع العلوم و الحكم" للحافظ ابن رجب، ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة 1412هـ، بتحقيق ا. شعيب الأرناؤوط و ا. إبراهيم باجس.

34 "الجامع الكامل في الحديث الصحيح الشامل" للأستاذ الدكتور أبي أحمد محمد عبدالله الأعظمي المعروف بالضيآء؛ ط: دار السلام الرياض، الطبعة الأولى 1437هـ.

35: "حاشية صحيح البخاري" للشيخ أحمد على السهارنفوري، ط: نور محمد أصح المطابع كراتشي، الطبعة الثانية 1381هـ.

36: "حاشية صحيح البخاري" للشيخ أبي الحسن السندي، ط: نور محمد أصح المطابع كراتشي، الطبعة الثانية 1381هـ.

37: "حاشية قمر الأقمار على نور الأنوار" للعلامة محمد عبدالحليم الكهنوي، ط: المطبع السعيدي كراتشي، بدون الطبعة و سنة الطبع.

38: "حجة الله البالغة" للشاه ولي الله الدهلوي، ط: المكتبة السلفية لاهور، سنة الطبع 1395هـ.

39: "الحسبة: تعريفها، و مشروعيتها، و وجوبها" لـ فضل الٰهي، ط: دارالحضارة الرياض، الطبعة الثامنة 1431هـ.

40: "الدعوة إلى الإسلام" للشيخ محمد أبي زهرة، ط: دار الفكر العربي، بدون الطبعة و سنة الطبع .

41: "دفاع عن أبي هريرة رضي الله عنه" للأستاذ صالح العلي العزّي، ط: دار القلم بيروت و مكتبة النهضة بيروت، الطبعة الثانية 1981م .

42: "دليل القاريء إلى مواضع الحديث في صحيح البخاري" للشيخ عبدالله الغُنَيمان، توزيع الجامعة الإسلامية المدينة الطيبة، بدون الطبعة و سنة الطبع .

43: "الرسالة" للإمام الشافعي، بدون اسم الناشر و الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الشيخ أحمد شاكر .

44: "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني" للعلامة محمود الألوسي، ط: دار إحيآء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة 1405هـ .

45: "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى 1984ء .

46: "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ الألباني؛ ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية 1399هـ .

47: "السنن" للإمام ابن ماجه، نشر: دار الصديق الجبيل، الطبعة الأولى 1431هـ، بتحقيق الشيخ عصام موسى هادي .

48: "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1410هـ .

49: "السنن الكبرى" للإمام النسائي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1421هـ، بتحقيق ا . حسن عبدالمنعم شلبي و إشراف الشيخ

الأرناؤوط .

50: "سنن النَّسآئي" (المطبوع مع شرح السيوطي و حاشية السندي) للإمام أبي عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب النسآئي ، ط: دارالفكر بيروت الطبعة الأولٰى 1348هـ .

51: "سير أعلام النبلآء" للحافظ الذهبى ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة 1402هـ ، بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط .

52: "شرح السنة" للإمام النووي ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولٰى 1390هـ ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط و زهير الشاويش .

53: "شرح العقيدة الطحاوية" للقاضي علي بن علي الدمشقي ، توزيع: وزارة الشؤون الإسلامية و الأوقاف و الدعوة و الإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، الطبعة الثالثة عشرة 1419هـ ، بتحقيق الدكتور عبدالله التركي و الشيخ شعيب الأرناؤوط .

54: "شرح كتاب التوحيد من صحيح البخاري" للشيخ عبدالله الغُنَيمان ، ط: دارالعاصمة الرياض ، الطبعة الثانية 1422هـ .

55: "شرح الكرماني" (لصحيح البخاري) ، ط: المطبعة البهية المصرية ، سنة الطبع 1356هـ .

56: "شرح النووي على صحيح مسلم" للعلّامة النووي ، ط: دارالفكر بيروت ، سنة الطبع 1401هـ .

57: "شروط الأئمة الخمسة" للحافظ الحازمي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولٰى 1405هـ .

58: "صحيح الأدب المفرد" للإمام البخاري بقلم الشيخ الألباني ، نشر: دارالصديق الجُبَيل ، الطبعة الأولٰى 1421هـ .

59: "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) . للإمام محمد بن

إسماعيل البخاري، نشر و توزيع: رئآسة إدارة البحوث العلمية و الإفتآء و الدعوة و الإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة و سنة الطبع.

60: "صحيح الترغيب و الترهيب" تحقيق الشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثالثة 1409هـ.

61: "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى 1409هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

62: "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى 1401هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

63: "صحيح سنن ابن ماجه" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، ط: مكتبة التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الثالثة 1408هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

64: "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القُشيري، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، نشر و توزيع: رئآسة إدارة البحوث العلمية و الإفتآء و الدعوة و الإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة و سنة الطبع.

65: "طبقات الشافعية الكبرٰى" للعلامة السبكي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 1433هـ.

66: "الطبقات الكبرٰى" للإمام ابن سعد، ط: دار صادر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع 1405هـ.

67: "ظلال الجنة في تخريج السنة" للشيخ الألباني، ط: المكتب

الإسلامي، الطبعة الثالثة 1413هـ.

68: "العقيدة الواسطية (المطبوعة مع شرحها اللآلي البهية) لشيخ الإسلام ابن تيمية، توزيع: وزارة الشؤون الإسلامية و الأوقاف و الدعوة و الإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى 1431هـ.

69: "علم البديع" للدكتور عبدالعزيز عتيق، ط: دارالنهضة العربية بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع 1405هـ.

70: "عمدة القاريء" للعلامة بدر الدين العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

71: "عمدة القاريء و السامع في ختم الصحيح الجامع" للحافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوي، ط: دار عالم الفوآئد مكة المكرمة، الطبعة الأولى 1418هـ، باعتنآء ا. علي بن محمد العُمران.

72: "فتح الباري" للحافظ ابن حجر، نشر و توزيع: رئآسة إدارة البحوث العلمية و الإفتآء و الدعوة و الإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة و سنة الطبع.

73: "فتح القدير الجامع بين فنَّي الرواية و الدراية من علم التفسير"، للعلامة محمد بن علي الشوكاني، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة و سنة الطبع.

74: "الفوآئد الدراري في ترجمة الإمام البخاري" للعلامة إسماعيل بن محمد العَجلوني، ط: دارالنوادر، الطبعة الأولى 1431هـ، بتحقيق ا. نور الدين طالب.

75: "فيض الباري على صحيح البخاري" من أمالي الشيخ محمد أنور الكشميري، ط: دارالمعرفة بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، مع حاشية الشيخ محمد بدر عالم الميرتهي.

76: "كتاب التبيان في علم المعاني و البديع و البيان" للعلامة الطيبي، ط: مكتبة النهضة العربية، الطبعة الأولى 1407هـ، بتحقيق د. هادي عطية مَطر الهلالي.

77: "كتاب التعريفات" للعلامة الجرجاني، ط: مكتبة لبنان بيروت.

78: "كتاب التوحيد للإمام البخاري بشرح الشيخ الهاشمي"، ط: مطابع سحر، الطبعة الأولى 1404هـ.

79: "كتاب السنة" للحافظ ابن أبي عاصم، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثالثة 1413هـ.

80: "الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الأقاويل من وجوه التنزيل" للعلامة الزمخشري، ط: دارالمعرفة بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

81: "اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح" للإمام البِرماوي، ط: دارالنوادر، بإشراف: ا. نور الدين طالب.

82: "لسان العرب المحيط" للعلامة ابن منظور، إعداد و تصنيف: ا. يوسف الخياط، ط: دارلسان العرب، بدون سنة الطبع.

83: "ما تمس إليه حاجة القاريء لصحيح الإمام البخاري" للإمام النووي، ط: دارالفكر عمّان، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق ا. علي حسن علي عبدالحميد.

84: "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" للحافظ الهيثمي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة 1402هـ.

85: "المحرّر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" للقاضي ابن عطية الأندلسي، بدون اسم الناشر، و بدون الطبعة، سنة الطبع 1413هـ، بتحقيق المجلس العلمي بمكناس.

86: "المحلّى" للإمام ابن حزم، الناشر: مكتبة الجمهورية العربية مصر،

سنة الطبع 1389هـ، بتصحيح ا. حسن زيدان طلبة .
87: "مختار الصحاح" للإمام أبي بكر الرازي، ط: المركز العربي للثقافة والعلوم بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق السيدة سميرة خَلَف الموالي .
88: "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبدالله الحاكم، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع .
89: "المسند" للإمام أحمد ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1417هـ .
90: "مسند أبي داود الطيالسي"، ط: دار هجر، الطبعة الأولى 1419هـ، بتحقيق د. محمد بن عبدالمحسن التركي .
91: "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنّى التميمي، ط: دارالمأمون للتراث بدمشق، الطبعة الأولى 1404هـ، بتحقيق ا. حسن سليم أسد .
92: "المصنف" للإمام ابن أبي شيبة، ط: دارالسلفية بومبائي الهند، الطبعة الأولى 1390هـ، بتحقيق الشيخ مختار أحمد الندوي .
93: "المصنف" للإمام عبدالرزاق الصنعاني، ط: المجلس العلمي بجنوب الإفريقيا، الطبعة الأولى 1390هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمٰن الأعظمي .
94: "معاني القرآن" للإمام أبي زكريا يحيى بن زياد الفرآء، ط: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الثالثة 1403هـ .
95: "معجم البلدان" للعلامة ياقوت الحَمَوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1410هـ، بتحقيق ا. فريد عبدالعزيز الجندي .

96: "المعجم الوسيط" للأساتذة إبراهيم مصطفٰى و رفقآئه، ط: دارالدعوة استانبول، بدون الطبعة و سنة الطبع.

97: "المعرَّب من الكلام الأعجمي على حروف المعجم" للعلامة أبي منصور الجواليقي، ط: دارالكتب المصرية القاهرة، الطبعة الأولٰى 1361هـ، بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر.

98: "مفتاح كنوز السنة"، ترتيب: الدكتور ا. ي. فنسنك، ترجمه: ا. محمد فؤاد عبدالباقي، ط: إدارة ترجمان السنة لاهور، بدون الطبعة، سنة الطبع 1397هـ.

99: "المفردات في غريب الحديث" للعلامة راغب الأصفهاني، ط: دارالمعرفة بيروت، بدون سنة الطبع، بتحقيق ا. محمد كيلاني.

100: "المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم" للحافظ أبي العباس أحمد القرطبي، ط: دار ابن كثير و دارالكلم الطيب، الطبعة الأولٰى 1417هـ، بتحقيق ا. محي الدين و رفقائه.

101: "المنتخب من مسند عبد بن حُمَيد" ط: داربلنسية الرياض، الطبعة الثالثة 1423هـ، بتحقيق أبي عبدالله مصطفٰى بن العدوي.

102: "من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين" لـ فضل إلٰهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام ججرانواله، الطبعة الخامسة 1421هـ.

103: "موسوعة فقه عبدالله بن مسعود رضي الله عنه" للدكتور محمد روّاس قلعه جي، ط: مكتبة المدني مصر، توزيع: مركز البحث العلمي بجامعة أم القرٰى مكة المكرمة، الطبعة الأولٰى 1404هـ.

104: "الموطأ للإمام مالك"، ط: دار إحيآء التراث العربي، سنة الطبع 1370هـ.

105: "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر، ط: قرآن محل

كراتشي ، بدون الطبعة و سنة الطبع .

106: "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للشيخ شعيب الأرناؤوط ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى 1408هـ .

107: "هامش السنن" للإمام ابن ماجه ، للشيخ عصام موسٰى هادي ، نشر: دارالصديق الجُبَيل ، الطبعة الأولى 1431هـ .

108: "هامش سير أعلام النبلآء" للشيخين شعيب الأرناؤوط ، و صالح السَّمر ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة التاسعة 1413هـ .

109: "هامش شرح السنة" للشيخين زهير الشاويش و شعيب الأرناؤوط ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى 1390هـ .

110: "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤوط و رفقائه ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى 1417هـ .

111: هامش "كتاب تراجم البخاری للإمام البُلقيني " ، للدكتور أحمد بن فارس السلوم ، ط: مكتبة المعارف الرياض .

112: "هدي الساري مقدمة فتح الباري" للحافظ ابن حجر ، ط: المكتبة السلفية ، بدون الطبعة و سنة الطبع .

أردو کتب:

1: ''احکام شریعت'' احمد رضا خاں بریلوی، ط: اکبر بک سیلرز لاہور، اشاعت جنوری 2005ء۔

2: ''تعلیق سیرۃ البخاری'' ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی، ط: نشریات لاہور، اشاعت: 2009ء۔

3: ''تفسیر القرآن الکریم''، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی۔

4: ''دعوتِ دین کس چیز کی طرف دیں''؟ فضل الٰہی، ط: دارالنور اسلام آباد، اشاعت اکتوبر 2016ء۔

5: ''دعوتِ دین کس وقت دیں''؟ فضل الٰہی، ط: دارالنور اسلام آباد، اشاعت اکتوبر 2016ء۔

6: ''رزق کی کنجیاں''، فضل الٰہی، ط: دارالنور اسلام آباد، اشاعت فروری 2017ء۔

7: سیرۃ البخاری، مولانا عبدالسلام مبارکپوری، ط: نشریات لاہور، اشاعت 2009ء۔

8: علمی اردو لغت، وارث سرہندی، ط: علمی کتاب خانہ لاہور، اشاعت 2015ء۔

9: فیروز اللغات اردو، ط: فیروز سنز لاہور۔

10: ''قرض کے فضائل و مسائل''، فضل الٰہی، ط: دارالنور اسلام آباد، اشاعت فروری 2017ء۔

11: ''لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی''، فضل الٰہی، ط: دارالنور اسلام آباد، اشاعت اکتوبر 2016ء۔

12: ''معجم اصطلاحات حدیث''، ڈاکٹر سہیل حسن، ط: ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، اشاعت اوّل 2003ء۔

جرائد:

روزنامہ ''اسلام''، اسلام آباد۔
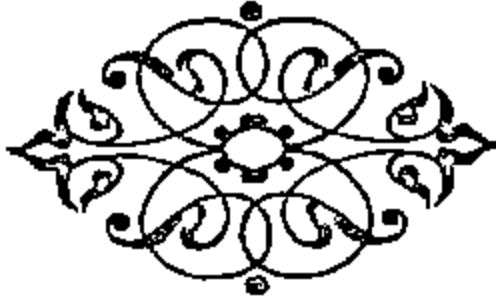
مؤلف کی کتب

عربی کتب:

١۔ التقویٰ أهميتها وثمرتها وأسبابها
٢۔ الأذكار النافعة
٣۔ فضل آية الكرسي و تفسيرها
٤۔ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
٥۔ حب النبي ﷺ وعلاماته
٦۔ وسائل حب النبي ﷺ
٧۔ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته
٨۔ النبي الكريم ﷺ معلماً
٩۔ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٠۔ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
١١۔ فضل الدعوة إلى الله تعالیٰ
١٢۔ ركائز الدعوة إلى الله تعالیٰ
١٣۔ الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٤۔ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالیٰ
١٥۔ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
١٦۔ من صفات الداعية: اللين والرفق
١٧۔ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها و وجوبها
١٨۔ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنہم
١٩۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
٢٠۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص و سير الصالحين)
٢١۔ حكم الإنكار في مسائل الخلاف

٢٢۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
٢٣۔ الاحتساب على الأطفال
٢٤۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)
٢٥۔ مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
٢٦۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢٧۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٢٨۔ شناعة الكذب وأنواعه
٢٩۔ لاتيئسوا من روح الله
٣٠۔ عظيم منزلة البنت ومكانتها

اردو کتب:

۱۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ
۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب
۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم
۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد
۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں
۸۔ بیٹی کی شان و عظمت
۹۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے
۱۰۔ قرض کے فضائل و مسائل
۱۱۔ فضائلِ دعوت
۱۲۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
۱۳۔ دعوتِ دین کیسے دیں؟

۳۶۔ فضل الباری۔ سیرۃ امام بخاری، صحیح بخاری کے آخری باب کی شرح

۳۷۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیرِ طبع)

۳۸۔ قبولیت اعمال۔ اہمیت، شرائط، رکاوٹیں اور ان کے دور کرنے کی تدابیر (زیرِ طبع)

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

۱۔ اذکارِ نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۴۔ حج وعمرہ کی آسانیاں (مختصر)

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ بیٹی کی شان وعظمت

۷۔ رزق کی کنجیاں

۸۔ فضائل دعوت

۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر

۱۰۔ لاتیئسوا من روح اللہ

انڈونیشی:

۱۔ اذکارنافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

۴۔ رزق کی کنجیاں

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ لاتیئسوا من روح اللہ

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

۳۔ بیٹی کی شان و عظمت

۴۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری (زیر طبع)

۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت (زیر طبع)

فارسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

ترکی:

۱۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم

مصنف کے تیار کردہ پوسٹر

۱۔ دعا کی شان و عظمت

۲۔ قبولیتِ دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قُرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات

مجلد

اس کتاب میں ؛

صفحات 344

ا: زنا کے متعلق

- یہودیت کا موقف
- عیسائیت کا موقف
- اسلام کا موقف
- سلیم الفطرت لوگوں کا موقف

ب: زنا کے برے اثرات

- جنسی امراض کا عام ہونا اور صحت کی بربادی
- اولاد حرام کی کثرت اور اسکے برے نتائج
- عائلی زندگی کی ٹوٹ پھوٹ
- بچوں کی شرح پیدائش میں کمی
- جرائم کی کثرت

مصنف کے قلم سے:

کتاب کا مرکزی موضوع:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت معلم سیرت طیبہ کے متعلق چھیالس ۴۶ باتوں کا بیان، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم

☆ مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم

☆ دوران تعلیم اشاروں، شکلوں، اور لکیروں کا استعمال

☆ تعلیم بالعمل

☆ عمدہ استفسار کی تعریف

☆ پہلے اجمال پھر تفصیل

☆ فقیر شاگردوں کے لئے ایثار

☆ طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک

☆ آسانی کرنے والے معلم

کتاب کے نمایاں خصائص:

☆ اساس کتاب قرآن وسنت

☆ استدلال واستشہاد میں حضرات مفسرین ومحدثین سے استفادہ

☆ غیر ثابت شدہ روایات سے احتراز

مؤلف کے قلم سے

بیٹی کی شان و عظمت

کتاب کے موضوعات

المکتبۃ الحمائیۃ
۹۹ — ج ماڈل ٹاؤن - لاہور
25080

فضل الباری

فی تکمیل صحیح البخاری

اس کتاب میں

- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی
- سیرتِ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے 32 دروس وفوائد
- صحیح بخاری اور اس کی قدر ومنزلت
- صحیح بخاری کے آخری باب کے عنوان کی قدرے تفصیلی شرح
- آخری حدیث کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق 14 باتیں
- آخری حدیث کی قدرے تفصیلی شرح
- تسبیح وتحمید کی شان وعظمت کے متعلق 23 باتیں

Printed by: MAKTABA QUDDUSIA 042-37230585